برِّصغیر اور پوری دنیا میں غلبۂ دین کا داعی

# نوائے غزوۂ ہند

ستمبر ۲۰۲۳ء | ربیع الاول ۱۴۴۵ھ

بانی مُدیر: حافظ طیب نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ

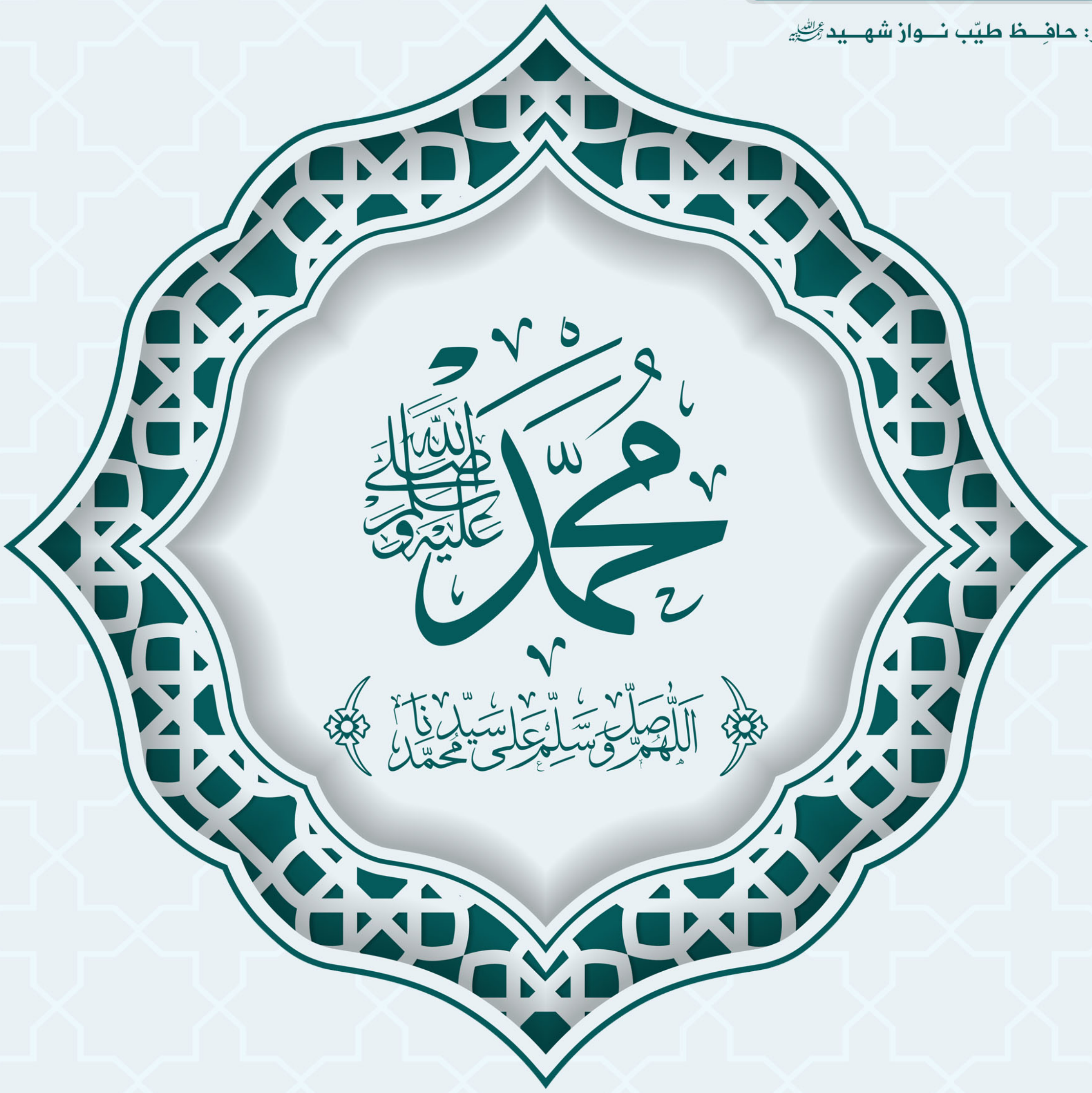


## وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

”بے شک آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہیں“

# نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامانِ حرب کا بیان

**تلواریں:** نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیارہ تلواریں تھیں:

ماثور، ذوالفقار، قلعیه، البتار، التحف، العصف، القضیف، الصمصامه، الحیف اور اس کے علاوہ دو تلواریں قبیلہ بنی طے سے حاصل ہوئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار پر سونا اور چاندی لگا ہوا تھا۔ (شمائل: ص ۷)

**لوہے کی ٹوپی:** آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو سر پر لوہے کی ٹوپی تھی۔ (بخاری: ص ۶۱۴)

**ڈھال:** آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک ڈھال تھی جس کا نام ''الجمع'' تھا۔

**پٹکہ:** آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پٹکہ تھا جس میں تین چاندی کے حلقے تھے جسے کمر پر باندھا جاتا تھا۔ (سبل: ۳۶۹/۷)

**کمان:** آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھ عدد کمان تھے:

الروھا، شوحط، صفراد، السداس، الزوراو، الکتوم

(ابن سعد: ۴۸۹)

**تیر:** آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پانچ عدد تیر تھے:

نبعه، بیضاء، منزه، الهد، القمره (سبل: ۳۶۵/۷)

**زرہیں:** آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سات عدد زرہیں تھیں:

ذات الفضول، فضه، اسغدیه، ذات الوشاح، ذات الحواشي، البتراء، الخرنق۔ (جمع الوسائل: ص ۱۵۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نوائے غزوۂ ہند


جلد نمبر: ۱۶، شمارہ نمبر: ۶

ستمبر ۲۰۲۳ء — ربیع الاول ۱۴۴۵ھ


بحمد اللہ... مسلسل اشاعت کا سولہواں ۱۶ سال!

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (email) پر رابطہ کیجیے: editor@nghmag.com

www.nawaighazwaehind.co
www.nawai.io/Twitter
www.nawai.io/Channel
www.nawai.io/Bot
www.nawai.io/ChirpWire


عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کون سے اعمال جنت کے قریب کرنے والے ہیں (جنت میں پہنچانے والے)؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نماز اپنے وقت پر پڑھنا''، میں نے عرض کیا اس کے بعد، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا''۔

(صحیح مسلم)

## اس شمارے میں


**اداریہ**
- بنے گا سارا جہان مے خانہ، ہر کوئی بادہ خوار ہوگا — 5

**تزکیہ و احسان**
- بدگمانی اور اس کا علاج — 9

**قیامت کی نشانیاں [الآخرۃ]**
- علاماتِ کبریٰ: آخری سات نشانیاں — 13

**حلقۂ مجاہد**
- سورۃ الانفال: خواطر، نصائح اور تفسیر (۳) — 17
- مجاہد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟ — 21

**نشریات**
- مراکش و لیبیا میں آنے والے زلزلے اور سیلاب — 24

**ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!**
- ہمارے محبوب کا حلیۂ مبارک [صلی اللہ علیہ وسلم] — 26
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق — 29
- ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم — 33

**یوم تفریق**
- گیارہ ستمبر کے حملے......حقائق و واقعات — 38
- گیارہ ستمبر کے حملے امریکی جرائم کا ردِّ عمل ہیں! — 45
- ایک اور ضربِ کاری کی ضرورت — 53
- نائن الیون نے میرے کافر دل کی دنیا بدل ڈالی — 61
- القاعدہ نے گیارہ ستمبر کے حملے کیوں کیے؟ — 65

**فکر و منہج**
- اجنبی ___ کل اور آج — 72
- اسلامی تہذیب و معاشرت کے بقا و تسلسل میں خواتین کی ذمہ داری — 74

**خطوط از ارضِ رباط**
- رزق کا دارومدار تقویٰ پر ہے — 77

**افکارِ شاعرِ اسلام علامہ محمد اقبالؒ**
- نوا پیرا ہو اے بلبل — 79

**جمہوریت......ایک دجل، ایک جال!**
- جمہوریت کا جال — 80

**صحبتِ با اہلِ دل!**
- مع الأستاذ فاروق — 84

**پاکستان کا مقدر......شریعتِ اسلامی کا نفاذ!**
- معرکۂ چترال......حقیقی ضربِ مومن! — 86
- چولستان میں پاکستان فوج کی معاشی دہشت گردی — 88
- پاکستان کی موجودہ معاشی صورتحال — 91
- یہ ملک لیا تھا جو کبھی خون بہا کر! — 94
- اپنوں پر قربان — 95

**......ہند ہے سارا میرا!**
- ہند تو کیا ہے؟ — 96
- دو عالمی غنڈوں کی شہ پر...... — 101
- غزوۂ ہند: تیاری کی ضرورت! — 103
- 'سیلف ڈیفنس' — 105

**عالمی منظر نامہ**
- اخباری کالموں کا جائزہ — 108
- تاتاریوں کی یلغار اور مظلوم امت — 113

**عالمی جہاد**
- معرکے ہیں تیز تر! — 115

**افسانہ**
- نہ ختم ہونے والا انتظار...... — 118

**وغیرہ وغیرہ**
- اک نظر ادھر بھی! — 124

اس کے علاوہ دیگر مستقل سلسلے......


**اعلانات از ادارہ:**

- مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' میں شائع ہونے والے 'مستعار' مضامین (بشمول سوشل میڈیا پوسٹس/سٹیٹس/ٹویٹس) مجلّے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں اور ان مضامین وغیرہ میں موجود تمام خیالات اور ان کے مصنفین کے تمام افکار و آرا سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

’غزوۂ ہند‘ تمام اہلِ ایمان کا قضیہ ہے اور اس ’غزوے‘ کی حمایت و نصرت تمام اہلِ ایمان بالخصوص برِّ صغیر میں بستے اہلِ ایمان کا فریضہ ہے۔ ’غزوۂ ہند‘ کی دعوت کو پھیلانے اور مضبوط کرنے کی ایک کوشش کا نام ’نوائے غزوۂ ہند‘ ہے۔

نوائے غزوۂ ہند:

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور محبّینِ مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- برِّ صغیر، افغانستان اور ساری دنیا کے جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورتِ حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ، بھارت، اسرائیل اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے...... اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

editor@nghmag.com

# بنے گا سارا جہاں مے خانہ، ہر کوئی بادہ خوار ہو گا

رحمة للعالمین، صلی اللہ علیہ وسلم دینِ اسلام کی کامل و اکمل صورت کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے۔ اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ نے حضور علیہ اَلف صلاۃ وسلام کے بارے میں فرمایا 'وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ '، بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہیں۔ آپؐ کے اخلاقِ عالیہ کا ایک پہلو ازلی دشمنوں کو بخش دینا تھا اور اپنے ہی اصحاب کو فتحِ مکہ کے دن یہ وعظ فرمانا تھا کہ 'الْيَوْمُ يَوْمُ الْمَرْحَمَةِ'[1] کہ آج تو رحمت و مہربانی کا دن ہے، ساتھ میں انہی اخلاقِ عالیہ کا ایک اور پہلو یہ تھا کہ اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو حکم فرمارہے ہیں 'يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ' کہ اے محبوبؐ کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجیے اور ان پر نرمی نہ کریں۔ حضرتِ عطاء تابعی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ اس آیت کے اس حکم 'وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ' نے (کفار و منافقین کے ساتھ) عفو و درگزر کے ہر حکم کو منسوخ کر دیا'[2]۔ نیز غلظت (یعنی سختی)، رحمت و شفقت کا متضاد ہے۔ اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کی تمام مخلوقات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی بھی اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کا مطیع و فرماں بردار نہیں! اور یہی آپ کے اخلاقِ عالیہ کی معراج ہے، یعنی اطاعتِ ربّ العالمین!

پھر حضور علیہ اَلف صلاۃ وسلام کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں اللہ کا قرآن گواہی دیتا ہے کہ 'مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ' کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور آپ کے ساتھی کفار پر سخت ہیں اور آپس میں رحمت کا پیکر! اسی شان کو اقبال نے یوں بیان کیا کہ:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

اور حالی نے کہا:

جہاں کر دیا نرم نرما گئے وہ
جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ
کفایت جہاں چاہیے واں کفایت
سخاوت جہاں چاہیے واں سخاوت
جچی اور تلی دشمنی اور محبت
نہ بے وجہ الفت نہ بے وجہ نفرت

رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ، اَفضل الخلائق بعد الأنبیاء، آپ کے اصحاب، رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نرمانے اور گرمانے والی شئے کا نام 'شریعتِ محمدی' (علی صاحبہا اَلف صلاۃ وسلام) ہے۔ یہ شریعت ہی وہ ضابطۂ حیات ہے کہ جو انسانوں کی زندگیوں اور ایوانوں کا نظام بننے کے لیے سات آسمانوں کے اوپر سے اتاری گئی ہے۔ یہ شریعت عفوو درگزر کا پیغام بھی ہے اور جو اس شریعت کے سامنے اکڑے تو اکڑنے والوں کی گردنوں کا

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري

[2] تفسیرِ مظہری

سر یہ یہ شریعت تلوار سے توڑنے کا حکم بھی دیتی ہے۔ ہر زمانے میں کچھ لوگوں کو اللہ جل جلالہ اختیار و اقتدار کی قدرت دیتا ہے کہ یہ اس کی حکمتِ بالغہ ہے۔ اہلِ اقتدار میں ہمارے پاس حضرتِ داود علیہ السلام بھی ہیں اور آپؑ کے بیٹے حضرتِ سلیمان علیہ السلام بھی کہ جن کی پادشاہی انسانوں ہی پر نہیں بلکہ، جنات و عفریت، ہوا و پانی، چرند و پرند بلکہ سمندر کی مخلوقات پر بھی قائم تھی، آپؑ جیسی پادشاہی آپ کے بعد کسی کو نہ ملی نہ ملے گی۔ انہی پادشاہوں میں حضرتِ ذوالقرنین بھی ہیں جو مشرق و مغرب کے درمیان کا سبھی علاقہ فتح کر لیتے ہیں۔ حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ بھی ہیں جن کی حکومتیں نصف دنیا پر قائم ہوئیں اور یہ سبھی اللہ جل جلالہ کی حمد و ثنا بیان کرتے، اس کی اطاعت و عبادت کرتے اور سبھی مخلوق میں اسی وحدہٗ لا شریک کی حکومت قائم کرتے تھے۔ لیکن دوسری طرف نمرود و فرعون اور ابرہہ و ابو جہل ہیں جو اپنی پادشاہت کو اپنا کمال سمجھتے ہیں اور پھر رعونت و تکبر سے 'أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ' ڈکارتے ہیں۔ پس ایسے متکبر طاغوتوں کو اللہ اپنی شان سے کبھی مچھر و پانی سے اور کبھی ابابیلوں کے لشکر سے تباہ کر دیتا ہے۔ ابو جہل کو اپنے مومن بندوں کے ہاتھوں قتل کرواتا ہے۔ پھر رہتی دنیا تک میں ظلم و فساد کا بازار گرم کرنے والوں کے لیے، ابو جہل کے وارثوں کے لیے فرماتا ہے 'قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ' کہ ان سے لڑو، اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں عذاب دے گا، انہیں رسوا کرے گا، اور تمہاری مدد کرے گا اور ان پر غالب کر دے گا، اور مومنوں کے دلوں کو ٹھنڈا کرے گا۔ علمائے کرام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ پچھلی قوموں کو اللہ جل جلالہ آسمان یا زمین سے عذاب میں مبتلا فرماتے تھے اب مستحقینِ عذاب کے لیے جہاد کا 'کوڑا' ہے جو اللہ تعالیٰ کافروں پر مسلمانوں کے ذریعے مسلط فرماتے ہیں۔ گویا آج اللہ جل جلالہ کی جانب سے کفارِ متکبرین و طواغیتِ جبارین پر مجاہدینِ اسلام مسلط کر دیے جاتے ہیں جو انہیں اس دنیا میں عذابِ الٰہی میں مبتلا کرتے ہیں اور آخرت کا عذاب تو ان کے لیے ہے ہی!

ایسا ہی ایک طاغوت ہمارے زمانے میں امریکہ ہے۔ جس نے زمین کے کونے کونے میں فساد مچایا۔ دریا و سمندر کیا فضا و خلا بھی اس کے فساد سے نہ بچ سکے۔ اس نے ساری دنیا کو اپنی کمانوں میں تقسیم کیا اور پھر ایک کمان خلا کے لیے بھی بنا ڈالی، امریکی فوج کی ایک مسلح فوجی قوت 'خلا میں فتح'[1] حاصل کرنے کے لیے موجود ہے جس میں دس ہزار کے قریب افسر و اہلکار کام کرتے ہیں[2]۔ اس امریکہ نے دنیا بھر میں ظلم و فساد کا بازار گرم کیا، جاپان تا ویتنام ظلم و جبر کے پہاڑ توڑے اور بالخصوص اسلام و اہلِ اسلام کا دشمن بنا۔ امریکہ نے مسلمانوں کے اموال لوٹے، ان کی زمینیں غصب کیں، ان کے معدنیات و وسائل خاص کر پٹرول کی دولت لوٹی، اللہ کی شریعت کی جگہ اپنے بنائے نظام نافذ کیے، پھر مسلمانوں پر ان مسلمانوں میں سے چند نام نہاد مسلمانوں کو جو منافقین دراصل امریکہ ہی کا کلمہ پڑھتے تھے مسلط کیا، مسلمانوں کے مقدسات خاص کر حرمِ مکی کے گرد گھیرا تنگ کیا اور یہی امریکہ ہے جو یہودِ نامسعود کا سب سے بڑا حامی و محافظ و مددگار ہے، یہی بالواسطہ مسجدِ اقصیٰ پر قابض ہے اور بلاواسطہ اسرائیل کا سب سے بڑا رکھوالا ہے۔ اس امریکہ نے دنیا پر ایک ایسا جابرانہ و ظالمانہ نظامِ حکومت کہیں براہِ راست تو کہیں ورلڈ بینک و آئی ایم ایف اور اقوامِ متحدہ اور اس کے ذیلی اداروں کے ذریعے مسلط کیا، جس کا مقصد اپنے سرمائے کی ہوس کی آبیاری، یہود کے لیے انسانوں کی ایک خادم و غلام نسل تیار کرنا ہے تاکہ مسیح الدجال کی 'نصرت' کی جا سکے۔ پس آج یہی امریکہ مسلمانوں اور انسانوں کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

اس دشمن کی حقیقت کو چند اللہ والوں نے سمجھا اور پھر اس طاغوتِ اکبر، فرعونِ زماں کے سامنے موسیٰ دوراں بن کر کھڑے ہو گئے۔ ان اللہ والوں کے سرخیل کو امتِ مسلمہ شیخ اسامہ بن لادن اور آج کے صہیو صلیبی 'بن لیڈن' کے نام سے جانتے ہیں۔ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ نے امتِ

---

[1] Space Truths by General James Dickinson, Commander United States Space Command

[2] Center for Strategic and International Studies

مسلمہ میں سے ایک ایسا گروہ تیار کیا جو امریکہ سے کسی بھی طرح مرعوب و مغلوب نہ تھا، بلکہ ان اللہ والوں اور آج تک ان اللہ والوں کے قدم پر قدم رکھ کر چلنے والوں کی نگاہ میں امریکہ کی وہی حیثیت تھی اور ہے کہ یہ مکڑی کے جالے سے زیادہ حقیر اور مچھر کے پر سے بھی زیادہ ذلیل مخلوق ہے اور اس کے حقیر و ذلیل ہونے کا سبب اس کا اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کو الٰہ و ربّ ماننے سے انکار ہے، 'كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا'!

پس یہ اللہ والے اٹھے اور انہوں نے فرعونِ امریکہ کے آگے نعرۂ 'لا الٰہ الا اللہ' بلند کیا اور کہا کہ ہم کوئی نظام نہیں مانتے ماسوائے شریعتِ 'محمد رسول اللہ' صلی اللہ علیہ وسلم کے! ان کا یہ نعرہ فقط زبانی کلامی نہ تھا، بلکہ ایمان کی عشق و مستی میں ڈوب کر ان مجاہدوں نے جو اقدام کیا اس کو دنیا 'نائن الیون' کے نام سے جانتی ہے۔ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکی مرکزِ دفاع پنٹاگون اور امریکی اقتصادی مراکز ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے ٹوئن ٹاور ہی زمین بوس نہ ہوئے بلکہ تہذیب انسانی کی معراج سمجھے جانے والا، نئی دنیا کہلائے جانے والا، اینڈ آف ہسٹری کے دعوے دار امریکہ کو بھی اہلِ ایمان میں سے چند پہلوانوں نے اٹھا کر زمین سے پٹخ دیا اور اس کی ناک خاک آلود کر دی۔ تین گھنٹے سے زائد تک لاکھوں کی فوج رکھنے، کھربوں ڈالروں کے اسلحہ و ٹیکنالوجی سے مسلح امریکہ کو محض انیس بہادروں نے حیران و ششدر کیے رکھا، خلائی کمانیں رکھنے والے امریکہ کی فضا تین گھنٹے تک مجاہدینِ اسلام کے قبضے میں رہی، اسی اقدام کو گزرے زمانے کی جنگوں میں 'مبارزہ' کہا جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ہاتھی کو قتل کرنے کے لیے اس کی سونڈ پہلے کاٹی جاتی ہے۔ ۱۱ ستمبر کے دن اس ہاتھی کی سونڈ کاٹی گئی اور آج بائیس سال گزر جانے کے بعد یہ ہاتھی اپنا اور اپنے لشکر کا بے پناہ نقصان کر چکا ہے۔ چند اعداد و شمار اور حقائق ملاحظہ ہوں:

- امریکی اخبار 'بوسٹن گلوب' اور امریکی اعلیٰ تعلیمی ادارے 'براؤن یونیورسٹی' کے مطابق سنہ ۲۰۲۱ء تک صرف نائن الیون کے سبب فقط جنگی میدان میں امریکہ کو آٹھ ٹریلین یعنی اسّی کھرب ڈالر کا نقصان ہو چکا ہے جس میں سے صرف افغانستان میں ہونے والا جنگی معاشی نقصان دو ٹریلین یعنی بیس کھرب ڈالر ہے۔
- براؤن یونیورسٹی کے ذیلی ادارے واٹسن انسٹیٹیوٹ کی جون ۲۰۲۱ء میں شائع کردہ ایک رپورٹ کے مطابق نائن الیون کے بعد خالصتاً جنگ یا جنگ کا حصہ رہنے والے ہلاک شدہ امریکی فوجیوں کی تعداد سینتیس ہزار سے زیادہ ہے جن میں سے سات ہزار ستاون (7,057) براہِ راست دورانِ جنگ قتل ہوئے جبکہ تیس ہزار ایک سو ستتر (30,177) فوجیوں نے دورانِ جنگی ڈیوٹی یا جنگ سے گھر لوٹنے کے بعد خودکشی کی۔
- واٹسن انسٹیٹیوٹ ہی کی رپورٹ کے مطابق امریکی کرائے کے فوجیوں (contractors) مثلاً بلیک واٹر وغیرہ کے سات ہزار آٹھ سو بیس (7,820) فوجی براہِ راست جنگ میں افغانستان و عراق میں مارے گئے۔
- سابقہ امریکی فوجیوں کے امور کے شعبے (U.S. Department of Veterans Affairs) کے مطابق عراق و افغانستان جنگ میں شامل رہنے والے امریکی فوجیوں میں سے انتیس فیصد (29%) پی ٹی ایس ڈی (Post-Traumatic Stress Disorder) کا شکار رہے، جبکہ امریکی مجلّے 'نیوز ویک' میں شائع ہونے والی 'پیو ریسرچ سنٹر' کے ایک سروے پر مبنی رپورٹ کے مطابق عراق اور افغانستان جنگ میں شامل رہنے والے فوجیوں (جنھوں نے سروے میں حصہ لیا) میں سے ہر دس میں سے چار کے خیال میں وہ پی ٹی ایس ڈی میں مبتلا رہے یعنی چالیس فیصد (40%)۔
- یمنی نژاد، امریکہ ہی میں پیدا ہونے اور پلنے بڑھنے والے ثم ارضِ یمن کی طرف ہجرت کرنے اور وہیں پر امریکہ کے ہاتھوں شہید ہونے والے شیخ انور العولقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک صوتی لیکچر میں کہتے ہیں کہ 'نائن الیون سے قبل امریکہ میں امن و امان اس قدر تھا کہ آپ

اپنے مقامی کالج کے اخبار سے ہوائی جہاز کا ٹکٹ خرید سکتے تھے اور ہوائی اڈے میں داخلے سے جہاز میں بیٹھنے تک کوئی یہ بھی نہ پوچھتا تھا کہ ٹکٹ پر درج نام اور حقیقت میں سفر کرنے والا ایک ہی شخص ہے یا کوئی اور؟ نائن الیون کے بعد امریکہ کی حالت یہ ہو گئی کہ آج دسیوں قسم کی تلاشیاں، شناختی کارڈوں کی پڑتال، باڈی سکینز (body scans)، کتوں کا سونگھنا وغیرہ ایک معمول ہے'۔ امریکہ کو اپنا وطن رہوم لینڈ محفوظ رکھنے کے لیے افریقہ کے کسی پسماندہ ملک کے ایک چھوٹے سے بین الاقوامی ہوائی اڈے پر بھی وہ آلات نصب کرنے یا کروانے پڑتے ہیں جو امریکہ کی سکیورٹی کے لیے 'تھریٹ' ہوں!

اور یہ سب ابھی آغاز ہے۔ امریکہ ہاتھی ہے، ہاتھی کو مرتے مرتے بھی کچھ وقت لگتا ہے۔ ابھی یہ ہاتھی اپنے بہت سے اور حواریوں کو اپنے پاؤوں تلے روندے گا۔ واٹسن انسٹیٹیوٹ کے مطابق افغانستان و عراق جنگ میں اس ہاتھی کے ساتھ کینیڈا اور برطانیہ کا فوجی خرچہ امریکی فوجی خرچے کا نصف تھا، اس امریکی جنگ میں شامل بین الاقوامی اتحادیوں (برطانیہ، کینیڈا، جرمنی، فرانس، اٹلی، پولینڈ، آسٹریلیا، ساؤتھ کوریا) کے ہلاک یافتگان کی تعداد ایک ہزار انتالیس (1,039)، جبکہ مقامی اتحادی فوجیوں (پاکستان، افغانستان، عراق اور شام) کے ہلاک یافتگان کی تعداد ایک لاکھ ستتر ہزار (177,000) ہے۔ یہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول ماننے والوں کی طاقت، جن کی طاقت کا سرچشمہ خود قدرت و مہربانیٔ ربّ العالمین ہے۔ جب اس جنگ کا آغاز ہوا تو یہ اللہ والے اس وقت صرف افغانستان میں تھے، جبکہ آج یہ افریقہ کے صحرائے اعظم میں بھی موجود ہیں اور ایک بڑا علاقہ کنٹرول کرتے ہیں، مشرقی افریقہ بھی ان کے زیرِ نگین ہے، جزیرۃ العرب میں بھی یہ افواج رکھتے ہیں، شام بھی ان کا مرکز ہے اور ایک لشکر پاکستان تا بنگال بھی اس امریکہ کے خلاف لڑنے کو میدانِ قتال میں موجود ہے۔

اسی لشکر کے آباء و اجداد نے کل کے طواغیت کے حکومتی و تمدنی مراکز مدائن تا قسطنطنیہ پاؤں تلے روندے تھے۔ انہی آباء کے بیٹوں کے لیے لوحِ ازل میں یہ فیصلہ ثبت ہے کہ یہ رومِ جدید و قدیم کو بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی پادشاہی میں داخل کر دیں گے۔ امریکہ 'بہادر' کو 'نوید' ہو کہ اس کا زوال بہت قریب آ گیا ہے اور اللہ کا دین غالب ہو رہا ہے، افغانستان میں کفر کی شکست اس فتح و ظفر کی پہلی سیڑھی ہے:

گزر گیا اب وہ دور ساقی کہ چھپ کے پیتے تھے پینے والے
بنے گا سارا جہان مے خانہ، ہر کوئی بادہ خوار ہو گا

اللهم وفقنا كما تحب و ترضى وخذ من دمائنا حتى ترضى. اللهم زدنا ولا تنقصنا وأكرمنا ولا تهنّا وأعطنا ولا تحرمنا وآثرنا ولا تؤثر علينا وأرضنا وارض عنا. اللهم إنّا نسئلك الثّبات في الأمر ونسئلك عزيمة الرشد ونسئلك شكر نعمتك وحسن عبادتك. اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمين يا ربّ العالمين!

◆◆◆◆◆

# بد گمانی اور اس کا علاج

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر نوّر اللہ مرقدہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ[1]

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ظُنُّوْا بِالْمُؤْمِنِيْنَ خَيْرًا[2]

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر مومن کے ساتھ نیک گمان رکھو۔ اس حدیث کی شرح میں علمائے ربّانیّین فرماتے ہیں کہ اگر کسی چیز کے اندر نناوے دلائل ہوں بد گمانی کے لیکن ایک راستہ ہو حسنِ ظن کا تو عافیت کا راستہ یہی ہے کہ حسن ظن کے اس ایک راستے کو اختیار کرلو۔ کیوں؟ اس کی وجہ شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ میرے مرشدِ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ بدگمان پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مقدمہ دائر فرمائیں گے اور اس سے پوچھیں گے کہ بدگمانی کے تمہارے پاس کیا دلائل تھے، اور نیک گمانی پر بلا دلیل انعام عطا فرمائیں گے۔ حسن ظن پر بغیر دلیل کے ثواب ملتا ہے کیونکہ امر ہے ظُنُّوْا بِالْمُؤْمِنِيْنَ خَيْرًا، لہٰذا مقدمہ میں جان پھنسانا بے وقوفی، حماقت اور نادانی ہے۔ حضرت ہنس کر فرماتے تھے کہ احمق ہے وہ شخص جو مفت میں ثواب لینے کے بجائے اپنی گردن پر مقدمات قائم کرنے کے انتظامات کر رہا ہے اور اپنے لیے مصیبتیں تیار کر رہا ہے۔ نیک گمان کر کے مفت میں ثواب لو اور بدگمانی کر کے دلائل پیش کرنے کے مقدمات میں اپنی جان کو نہ پھنساؤ۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعتراض کے منشاء دو ہوتے ہیں۔ قلتِ محبت یا قلتِ علم یعنی اعتراض عموماً دو قسم کے لوگوں کو ہوتا ہے۔ یا تو اس کے اندر محبت کی کمی ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہر آدمی کے اندر کیڑے نکالنے کی کوشش کرتا ہے یا پھر نہایت درجہ کا جاہل ہوتا ہے کیونکہ قرآن و حدیث اور فقہ کے اصول اس کے سامنے نہیں ہوتے اس لیے جہالت کی وجہ سے اعتراض کرتا ہے۔ اور فرمایا کہ ہماری خانقاہ میں دو ہی قسم کے لوگوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ یا تو انتہائی درجہ کا فقیہ ہو کر میرے ہر عمل کو سمجھ جائے کہ یہاں فقہ کا فلاں قانون لاگو ہو سکتا ہے یا پھر انتہائی درجہ کا عاشق ہو جس کو سوائے بھلائیوں کے کچھ نظر ہی نہ آئے کیونکہ عاشق کو تو محبوب کی ہر ادا پسند آتی ہے، اور اگر نہ اس میں محبت کامل ہے نہ علم کامل ہے تو ایسے لوگ پھر محروم ہی رہتے ہیں۔ پس دینی خدّام پر اعتراض اور ان کے فیوض و برکات سے محرومی کے یہ دو ہی سبب ہیں؛ یا محبت کی کمی یا علم کی کمی۔

دیکھیے تھانہ بھون جیسا قصبہ جہاں اپنے زمانہ کا مجدّد موجود، جب دور دور سے بڑے بڑے علماء اور بزرگ آتے تھے تو قریب کے رہنے والے یعنی قصبہ کے بعض لوگ مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کلکتہ سے، مدراس سے، بمبئی سے، اعظم گڑھ سے، جون پور سے چلے آرہے ہیں، کیسے بے وقوف لوگ ہیں، ہمیں تو کوئی خاص بات ان بڑے میاں میں نظر نہیں آتی۔ لہٰذا دور دور کے لوگ کامیاب ہو گئے اور قریب کے لوگ جنھوں نے قدر نہ کی محروم رہ گئے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے کہا کہ حاجی صاحب آپ تو کوئی بڑے عالم بھی نہیں ہیں، پھر ان علماء کو کیا ہو گیا کہ مولانا گنگوہی جیسا عالم، مولانا قاسم نانوتوی جیسا عالم اور حضرت حکیم الامت جیسا عالم آپ سے مرید ہو گیا ہے، مجھے تو اس بات پر سخت صدمہ اور تعجب ہے کہ یہ علماء کیوں آپ سے بیعت ہو گئے۔ اب حاجی صاحب کا جواب سن لیجیے، فرمایا کہ "جتنا آپ کو تعجب ہے اس سے زیادہ مجھے تعجب ہے کہ یہ علماء اور علماء بھی ایسے کہ علم کے سمندر، نہ جانے مجھ جیسے کے ہاتھ پر کیوں بیعت ہو گئے"۔ یہ حاجی صاحب کا کمال تواضع تھا، لیکن یہ بدگمانی اور اعتراض کرنے والا کوئی بہت ہی محروم شخص تھا۔ برعکس ان حضرات کے اندر کتنا ادب تھا۔ حاجی امداد اللہ صاحب نے ایک رسالہ لکھا اور مولانا قاسم نانوتوی کو دیا اصلاح کے لیے۔ اس میں علمی لحاظ سے کوئی لفظ مسوّدہ میں غلط ہو گیا تو مولانا قاسم صاحب نے اس مقام پر یہ نہیں لکھا کہ حضرت آپ سے یہاں غلطی ہو گئی ہے بلکہ دائرہ بنا کر یہ لکھ دیا کہ حضرت یہ لفظ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

اللہ اللہ! کیا ادب تھا۔ نقص کی نسبت شیخ کی طرف نہیں کی، اپنی سمجھ کی طرف کر دی۔

اے خدا جوئیم توفیق ادب

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ اے خدا ہم آپ سے ادب مانگتے ہیں۔

بے ادب محروم ماند از فضل رب

کیونکہ بے ادب انسان اللہ کے فضل سے محروم رہتا ہے۔ لہٰذا بے ادبوں کی صحبت سے بھی بچنا چاہیے۔ کوئی شخص خواہ کتنا ہی عقل مند ہو لیکن اگر کسی بے ادب کے پاس رہتا ہے تو اس کے اندر بھی بے ادبی کے جراثیم پیدا ہو جائیں گے۔ اس لیے جس قوم نے یا جس طبقہ نے اکابر پر

[1] صحیح البخاری: ٨٩٦/٢، باب قوله تعالى يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ

[2] الدر المنثور: ٦٤٣/١٠، المعجم الكبير للطبراني: ٣٩٧/١٦

اعتراضات کیے ہیں ایسے لوگوں کے لٹریچر سے، ایسے لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہیے ورنہ وہ جراثیم اس کے اندر بھی آجائیں گے، اور یہ سارا راستہ اکابر کے اعتماد پر چلتا ہے۔

اس بات کو محدث عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بہت عمدہ سمجھایا ہے کہ شیطان کی مثال اس کتے کی سی ہے جو بڑے لوگوں کے بنگلوں پر کھڑا رہتا ہے۔ دنیا میں جتنے بڑے لوگ کہلاتے ہیں ان کا کتا بھی بڑا ہوتا ہے، بھیڑیا نسل کا 'فارن کنٹری'[3] سے منگواتے ہیں۔ کارنر کا اگر پلاٹ ہے تو کتا فارنر کا ہوتا ہے۔ جب کسی کو دیکھتا ہے کہ یہ بنگلہ میں آنا چاہ رہا ہے تو بھونکنا شروع کر دیتا ہے اور اتنی زور سے بھونکتا ہے کہ قبض کشا گولی کی ضرورت نہیں پڑتی، اس کا قبض ویسے ہی ٹوٹ جاتا ہے۔ آنے والا پھر گھنٹی بجاتا ہے اور مالک مکان سے کہتا ہے کہ صاحب میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں مگر آپ کے کتے نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے، اس کو خاموش کرائیے، تو کتے کا مالک کوئی خاص لفظ خصوصی کوڈ استعمال کرتا ہے جس سے وہ دُم ہلاتا ہوا بیٹھ جاتا ہے۔ محدّث عظیم ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ابلیس اللہ تعالیٰ کا کتا ہے، گیٹ آوٹ کیا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کے دربار سے باہر ہے، مردود کیا ہوا ہے، جب دنیا کے بڑے لوگ بڑے کتے پالتے ہیں تو اللہ میاں تو سب سے بڑے ہیں ان کا کتا بھی اتنا ہی بڑا، یہ وسوسے ڈالتا ہے اگر اس سے لڑو گے اور چپ کرانا چاہو گے تو وہ بھوکے گا جیسے کتے بھونکتے ہیں اگر کوئی ڈانٹنا شروع کرے اور خاموش کرانا چاہے۔ تو یہ شیطان اللہ تعالیٰ کا کتا ہے کہ کسی کے قابو میں نہیں آسکتا جب تک کہ وہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ نہ پڑھے۔ لہٰذا اللہ سے کہو تو اللہ تعالیٰ پھر شیطان کو حکم دے دیتے ہیں، اس کی برکت سے پھر شیطان اس پر قابو نہیں پاتا۔ اس لیے اللہ پاک نے خود اپنی ذات پاک سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے، شیطان سے لڑنے کا حکم نہیں دیا۔

ایک شخص نے حضرت حکیم الامت کو لکھا کہ میرے قلب میں کفر کے وسوسے آتے ہیں، ایسے ایسے وسوسے آتے ہیں کہ میں ہندو ہو جاؤں یا عیسائی ہو جاؤں یا یہودی ہو جاؤں۔ عجیب عجیب کافرانہ خیال آتے ہیں جن کی وجہ سے مجھے تو اپنے ایمان ہی میں شبہ ہے، تو حضرت نے اس کو لکھا کہ جب آپ کو کفر کے یہ وسوسے آتے ہیں تو آپ کا دل خوش ہوتا ہے یا صدمہ اور دکھ ہوتا ہے؟ اس نے لکھا کہ دل کو سخت صدمہ ہوتا ہے، تو فرمایا کہ پھر آپ پکے مسلمان ہیں۔ ان وسوسوں پر دل کا دکھنا اور کڑھنا اور صدمہ ہونا دلیل ہے آپ کے ایمان کی۔ دنیا میں کسی کافر کو اپنے کفر پر صدمہ اور افسوس نہیں ہے اگر افسوس ہو تو اپنے کفر پر قائم ہی کیوں رہے، کافر کو اپنے کفر پر کبھی کوئی وسوسہ نہیں آتا لہٰذا ان وسوسوں سے آپ کے ایمان کو نقصان نہیں بلکہ آپ کا درجہ بلند ہو رہا ہے۔ ہمارے ذمہ بس اتنا ہے کہ برے وساوس کو برا سمجھیں، وساوس کا آنا برا نہیں لانا برا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے سپر ہائی وے پر ایک شہزادہ جا رہا ہے، اس کی منزل حیدرآباد ہے، ساتھ ہی گدھا گاڑی بھی جا رہی ہے اور ایک کتا بھی بھونکتا ہوا جا رہا ہے تو بتائیے کیا یہ کتے اور گدھے کا ہونا اس شہزادہ کے سفر میں کچھ مضر ہوگا؟ سپر ہائی وے پر اگر بادشاہوں کے ساتھ کتے اور بھنگی اور جمعدار چل سکتے ہیں تو مومن کا قلب بھی شاہراہ ہے اور وہ مثل شہزادہ کے اللہ کی طرف جا رہا ہے، اس میں اگر وسوسے آتے ہیں تو کوئی فکر کی بات نہیں بلکہ ان وسوسوں کو معرفت کا ذریعہ بنا لیجیے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب وسوسوں اور خیالات کا ہجوم ہو تو کہو واہ کیا شان ہے اے اللہ آپ کی کہ ڈیڑھ چھٹانک کے دل میں آپ نے خیالات کا سمندر بھر دیا، کیماڑی کا سمندر بھی بھرا ہوا ہے، کلفٹن بھی ہے اور کشمیر کی پہاڑیاں بھی گھسی ہوئی ہیں۔ سارا عالم ایک ذرا سے دل میں سمایا ہوا ہے، ایک چھوٹی سی چیز میں خیالات کا سمندر چلا آرہا ہے۔ تو فرمایا کہ یہ خیالات کا ہجوم جو شیطان نے ڈالا تھا اللہ سے دور کرنے کو اس شخص نے بزرگوں کی تعلیمات کی برکت سے اس کو ذریعۂ معرفت اور ذریعۂ قرب بنا لیا تو پھر شیطان ہاتھ ملتا ہے اور افسوس کرتا ہوا بھاگتا ہے کہ اس نے تو میرے وساوس کو بھی معرفت کا سبب بنا لیا، یہ تو ایسا عاشق معلوم ہوتا ہے کہ جس نے،

آلام روزگار کو آساں بنا دیا
جو غم ملا اسے غمِ جاناں بنا دیا

اس طرح وسوسوں کو ذریعۂ معرفت بنا لیجیے اور یہ بات حدیث سے ثابت ہے، سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْیَتَکَ وَذِکْرَکَ[4] اے اللہ! میرے دل کے خیالات کو اپنا خوف اور اپنی یاد بنا دے اور ایک دوسری حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَدَّ اَمْرَہٗ اِلَی الْوَسْوَسَۃِ[5] شکر ہے اس اللہ کا جس نے شیطان کے معاملے کو، اس کے مکر و کید کو صرف وسوسہ تک محدود کر دیا، اس سے زیادہ اس کو طاقت نہیں دی ورنہ مان لیجیے یہاں جو لوگ بیٹھے ہوئے دین کی بات سن رہے ہیں اگر شیطان آتا اور سب کو اٹھا اٹھا کر سینما ہاؤس میں لے جا کر بٹھا دیتا تو بڑی مشکل میں جان پھنس جاتی، لوگ کہتے کہ بھائی ہم تو گئے تھے خانقاہ میں اللہ کی بات سننے مگر وہاں شیاطین کا ایک لشکر آیا اور سب کو اٹھا اٹھا کر وی سی آر اور سینما ہاؤس میں بٹھا دیا۔ شیطان کو اگر یہ طاقت ہوتی تو بتائیے ہم کتنی مشکل میں پھنس جاتے! اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شکر ادا کرو، کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَدَّ اَمْرَہٗ اِلَی الْوَسْوَسَۃِ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارک ہیں۔ عربی میں یاد رہے تو سبحان اللہ ورنہ اردو ہی میں کہہ لیجیے کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے شیطان کے کید کو، اس کی طاقت کو صرف خیالات اور وسوسہ ڈالنے تک محدود کر دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر سکھایا اور شکر سے اللہ کا قرب ملتا ہے۔ پس وسوسہ کو ذریعۂ قرب و معرفت بنا دیا کہ شکر ہے کہ شیطان

[3] foreign country

[4] الفردوس بمأثور الخطاب للدیلمی: ۱/۴۷۲

[5] سنن ابی داؤد: باب فی رد الوسوسة، ذکرہ بروایۃ ابن قدامة

صرف خیالات اور وسوسہ ڈال سکتا ہے، تم کو عمل پر مجبور نہیں کر سکتا۔ گندا تقاضا دل میں پیدا ہوا آپ اس پر عمل نہ کیجیے، بالکل آپ کا تقویٰ قائم ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی کا روزہ ہے، جون کا مہینہ ہے، شدید پیاس لگ رہی ہے، بار بار دل چاہتا ہے کہ پانی پی لوں مگر پیتا نہیں۔ بتائیے روزہ اس کا ہے یا نہیں؟ کیا پانی پینے کے وسوسوں سے اس کا روزہ ٹوٹ گیا؟ پانی پینے کے لاکھ تقاضے ہوتے رہیں جب تک پیے گا نہیں روزہ اس کا قائم ہے۔ بلکہ اس کو ڈبل اجر مل رہا ہے، تقاضے کی وجہ سے، پیاس کی وجہ سے۔ اسی طرح گناہ کے لاکھ وسوسے آئیں جب تک گناہ نہیں کرے گا یہ شخص بالکل متقی ہے، وسوسہ سے تقویٰ میں ہر گز نقصان نہیں آئے گا۔

سبحان اللہ! یہ ہمارے باپ داداؤں کے علوم ہیں، اُولٰٓئِکَ آبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِھِمْ۔ لہٰذا گناہوں کے تقاضوں پر آپ بس عمل نہ کریں، لاکھ تقاضے ہوں، تو آپ کا تقویٰ بالکل ٹھیک ہے۔ دیکھیے اس وقت بھی سب کے پیٹ میں کچھ نہ کچھ پاخانہ ہو گا، ابھی ایکسرے کرا لیجیے تو نظر بھی آجائے گا لیکن جب تک گندگی باہر نہ نکلے آپ کا وضو ہے۔ اس طرح دل میں گندے خیالات آئیں، اس میں مشغولی نہ ہو، اس پر عمل نہ ہو بس آپ کا تقویٰ قائم ہے۔ دین کتنا آسان ہے۔

جو آسان کر لو تو ہے عشق آساں
جو دشوار کر لو تو دشواریاں ہیں

دین تو بہت آسان ہے، ہم خود اس کو دشوار کرتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جس شخص نے بھی شیطان کے وسوسوں کا جواب دیا پاگل ہو گیا۔ ایک وسوسہ کا جواب دیا، اس نے دوسرا پیش کر دیا، اب رات بھر بیٹھے ہوئے وسوسوں کا جواب دے رہے ہیں۔ بتائیے کیا ہو گا! دماغ خراب ہو گا یا نہیں؟ آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کو جواب ہی مت دیجیے، بس یہی کہیے کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے اس کا اختیار وسوسہ ڈالنے تک ہی رکھا، اور بزرگوں کے پاس آئیے جائیے، ان کی صحبتوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ ابلیس کے تمام مکر و کید کو ختم کر دیتا ہے کیونکہ اہل اللہ اسم ہادی کے مظہر ہیں، اسم ہادی کی تجلی ان پر ہوتی ہے، ان کے پاس بیٹھنے والوں پر بھی وہ تجلی پڑ جاتی ہے جس سے ان کو ہدایت ہو جاتی ہے۔ اور ابلیس اللہ تعالیٰ کے اسم مضل کا مظہر ہے، گمراہ کرنے کی طاقت کا ظہور اس پر ہوتا ہے، لہٰذا گمراہ لوگوں سے بھاگیے اور اللہ کے خاص بندوں کی صحبت میں رہیے جو بزرگانِ دین کے صحبت یافتہ ہیں، اسم مضل کے مقابلے میں اسم ہادی کے سائے میں آجائیے۔ جس شخص کو دیکھو کہ اس نے بزرگوں کی صحبت نہیں اٹھائی چاہے مطالعہ اس کا بہت وسیع ہو ہر گز اس کی صحبت میں نہ بیٹھیے۔ میں نہایت اخلاص کے ساتھ کہتا ہوں، کسی تعصب سے نہیں، جو اپنے بزرگوں سے سنا ہے وہی سنا دیتا ہوں، عمل پر تو ہم آپ کو مجبور نہیں کر سکتے لیکن جو اپنے بزرگوں سے سنا ہے وہ سنا تو سکتے ہیں، اور ان کا اخلاص وللّٰہیت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ تو ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ جن لوگوں نے بزرگانِ دین کی صحبتیں نہیں اٹھائیں، صحبت یافتہ نہیں ہیں، تربیت یافتہ نہیں ہیں، جو مربّہ نہیں بنے، ان کو اگر اپنا مربّی بناؤ گے تو بس فتنہ میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اس لیے ہر ایک کی کتابیں بھی نہ پڑھیے۔

حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے بزرگوں سے پوچھو کہ ہم کون سی کتابیں پڑھیں اور کون سی نہ پڑھیں۔ آپ خود دیکھ لیجیے حضرت حکیم الامت کی تعلیمات میں یہ بات موجود ہے۔ ان بزرگوں کی کتابیں دیکھیے جنہوں نے بزرگوں کی صحبتیں اٹھائیں ہیں اور تمام علماء جن کی تائید کرتے ہیں، مثال کے طور پر جیسے مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر لکھی ہے معارف القرآن۔ اس لیے ہمارے بزرگوں نے یہ خاص نصیحت کی ہے کہ جب تک یہ معلوم نہ کر لو کہ یہ شخص کسی شخص کا صحبت یافتہ ہے ہر گز اس کی صحبت میں مت بیٹھو، نہ اس کی تصانیف پڑھو، چاہے وہ بظاہر بیعت بھی کرتا ہو، اس سے پوچھو کہ اس نے بھی کسی سے بیعت کی ہے یا نہیں؟ کسی کو اپنا بابا اور مربّی بنایا کہ نہیں؟ اگر وہ کہہ دے کہ میرا کوئی بابا نہیں، میں خود مادرزاد بابا پیدا ہوا ہوں تو پھر سمجھ لیجیے کہ یہ کیسا شخص ہے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں لَا تَاْخُذُوْہُ بَابًا مَنْ لَّا بَابَا لَہٗ، اس کو ہر گز بابا مت بناؤ جس کا کوئی اگلا بابا نہ ہو کیونکہ خاندان سے اس کا رشتہ بالکل کٹا ہوا ہے، جس لوٹے سے پانی پینا چاہتے ہو پہلے جھانک کر دیکھو کہ اس کے اندر کیا ہے؟ کیونکہ لوٹے میں جو کچھ ہو گا وہی ٹونٹی سے آئے گا۔ اگر صاف پانی ہے تو صاف آئے گا اور اگر پانی میں گندگی ملی ہوئی ہے تو ٹونٹی سے بھی وہی گندا پانی آئے گا۔ مسلم شریف میں حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا قول منقول ہے، فرماتے ہیں اِنَّ ھٰذَا الْعِلْمَ دِیْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِیْنَکُمْ[6] یہ علم دین ہے، پس خوب دیکھ لو، تحقیق کر لو کہ تم کس شخص سے دین حاصل کر رہے ہو۔ ہمارے بزرگوں نے ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا ہے کہ جس سے دین سیکھ رہے ہیں اس نے کس سے سیکھا ہے۔ اَلْاِسْنَادُ مِنَ الدِّیْنِ[7] اسناد کی دین میں خاص اہمیت ہے۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے مثنوی حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی اور انہوں نے حضرت حاجی صاحب سے پڑھی، اور الحمد للہ! میں نے شاہ عبد الغنی صاحب سے پڑھی۔ دیکھیے سند دیکھنی پڑتی ہے یا نہیں؟ اس سے اعتماد پیدا ہوتا ہے کہ ان کے استاد فلاں، ان کے استاد فلاں ہیں۔ اور اگر کسی سے نہیں سیکھا، محض ذاتی مطالعہ سے حاصل کیا ہے تو پھر وہ ایسے ہی ترجمہ کرے گا جیسے کسی نے کتاب میں دیکھا کہ نماز ہلکے پڑھو لہٰذا وہ پوری نماز میں ہل رہا تھا حالانکہ لکھا تھا کہ نماز ہلکی پڑھو۔ پہلے زمانے میں 'ی' کو لمبا کھینچ کر 'ے' لکھ دیتے تھے تو اس نے ہلکی کو پڑھا ہلکے، اب جناب نماز میں ہل رہے ہیں، کسی کو استاد بنایا نہیں تھا کہ پوچھ لیتا۔ کتاب دیکھ کر دین سیکھنے والوں اور دین سکھانے والوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ خود بھی ہلیں گے آپ کو بھی ہلا دیں گے۔

[6] صحیح مسلم: ۱۱/۱، باب بیان الاسناد من الدین

[7] صحیح مسلم: ۱۲/۱، قول عبداللہ ابن مبارک، باب بیان الاسناد من الدین

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے عجیب بات فرمائی کہ ایک شخص کسی سے کچھ کہتا ہے، وہ کان پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہے کیا کہا؟ اس کے معنیٰ ہیں کہ دوبارہ کہیے میں نے نہیں سنا اور وہی شخص اگر اسی جملے کو کہتا ہے سینہ تان کر آنکھیں نکال کر کیا کہا؟ اب دیکھیے دونوں جملوں کے معنیٰ بدل گئے یا نہیں؟ اگرچہ الفاظ وہی ہیں لیکن جس نے سینہ تان کر کہا، کیا کہا؟ اس کے معنیٰ ہوئے کہ کیا بکواس کرتے ہو، میں تمہاری پٹائی کر دوں گا لیکن یہ بات کون بتائے گا؟ وہی لوگ جو وہاں موجود تھے اور جنہوں نے کہنے والے کو دیکھا ہے۔ جن شاگردوں نے استاد کی زندگی کو دیکھا ہے وہی استاد کے کلام کا مفہوم متعین کر سکتے ہیں۔ حدیث ہرگز وہ شخص نہیں سمجھ سکتا جو صحابہ کرامؓ سے مستغنی ہو گا، جو شاگردِ اوّل ہیں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے، جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لب و لہجہ، آپ کا اندازِ بیان، آپ کی آنکھوں کی سرخیاں، آپ کا چہرہ مبارک دیکھا ہے۔ بتلایئے ان کے بغیر مفہوم متعین ہو سکتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ سوائے عذاب و پریشانی و حیرانی کے اس شخص کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا جو بزرگوں سے مستغنی ہوتا ہے، ساری زندگی ناک رگڑ کر تسبیحات پڑھ لو لیکن جب تک کسی شیخ سے تعلق نہیں ہو گا، اس کے مشورہ کے مطابق عمل نہیں ہو گا، کامیابی نہیں ملے گی۔ مگر بھائی شرط یہ ہے کہ شیخ شیخ ہو، متبع سنت و شریعت ہو، گنجیڑی بھنگیڑی، سٹہ باز نہ ہو، آج کل لوگ ایسوں کو بھی شیخ بنا لیتے ہیں جو سمندر کے کنارے لنگوٹی باندھے راکھ ملے ہوئے سٹہ کا نمبر بتا رہے ہیں، روزہ نماز کچھ نہیں کیونکہ نماز تو کعبہ شریف میں پڑھ لیتے ہیں، پھر یہاں کیوں پڑھیں؟ ان سے کہو کہ جب نماز کعبہ میں پڑھتے ہو تو کعبہ ہی میں زم زم پی لو، وہیں کھجور کھا لو، ایسا مبارک کھانا چھوڑ کر یہاں کیوں کھاتے ہو؟ ہم اب کھانا نہیں دیں گے۔ تین دن کے بعد پھر کراچی ہی میں نماز پڑھے گا۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

## بقیہ: افسانہ

”ٹھیک ہے چلے جانا!“۔

”آپ کے درد کا اب کیا حال ہے؟“، اچانک وہ بولا۔

”اب بالکل ٹھیک ہے!...“، ہارون مسکرایا۔

”آپ کی ڈسپرین میں جو ہوں!“، عثمان بڑی ادا سے مسکرایا۔

☆☆☆☆☆

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

## بقیہ: سیلف ڈیفنس

### ایک مقابلہ

دہلی کے علاقے شادی پور میں رات کے تقریباً ۱۱ بجے تین موٹر سائیکل سوار (حذیفہ، عدنان اور عباس) گھر لوٹ رہے تھے۔ مندر والی گلی تنگ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں نے موٹر سائیکل کو ہارن بجا کر راستہ مانگا، وہاں موجود ایک ہندو (نتیش) مندر کے پاس مسلمانوں کو دیکھ کر آگ بگولہ ہو گیا اور گندی گالیاں بکنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے تو تو میں میں نے جھگڑے کی شکل اختیار کر لی...... پھر کیا تھا...... تین اس طرف اور تین اُس طرف...... نتیش ایک پیشہ ور بدمعاش تھا جس کے خلاف پہلے سے مجرمانہ کیس درج تھے اور وہ بجرنگ دل کا بھی کارکن تھا۔ دہلی کے پولیس کمشنر کا بیان ہے کہ لڑائی کی شروعات نتیش اور اس کے ساتھیوں نے کی تھی، لیکن مسلمانوں نے اس پر قابو پا لیا...... مسلمانوں نے ان تینوں غنڈوں کی طبیعت صاف کر دی اور یہ بتا دیا کہ جب ہم میدان میں آتے ہیں تو اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہوتی ہے نہ کہ بت پرستوں کے ساتھ۔

نتیش کو تو وہیں جہنم واصل کر دیا گیا اور باقی عبرت کا نشان بن کر ہسپتال پہنچ گئے۔ الحمد للہ تینوں مسلمان بچ کر نکلنے میں کامیاب رہے۔ ہندوستان کے مسلمان اگر ہمت و جرأت کا مظاہرہ کریں تو بڑی سے بڑی طاقت کو ہلا کر رکھ سکتے ہیں۔ ہندوستان کی زمین و آسمان اس بات کے شاہد ہیں کہ جب جب مسلمانوں نے ہمت و حوصلے سے کام لیا ہے تو دشمن دم دبا کر میدان سے بھاگا ہے۔ ظالم و جابر، بزدل ہندو آپ پر ظلم کرنا تو دور، وہ آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت بھی نہیں کر سکے گا۔ بس ہم نے ہمت نہیں ہارنی ہے اور صرف اللہ پر توکل کر کے میدان میں رہنا ہے اور عزت کے ساتھ ڈنکے کی چوٹ پر رہنا ہے۔

☆☆☆☆☆

## بقیہ: معرکۂ چترال

قافلۂ جہاد اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے، یہ قافلہ کسی قومی عصبیت کی وجہ سے وجود میں نہیں آیا، بلکہ یہ اعلیٰ مقاصد کی خاطر نکلا ہے اور وہ اعلیٰ مقاصد دشمنانِ دین کا اس سرزمین پر راستہ روکنا، قبائل سے فوج کا انخلا اور مسلمانانِ پاکستان کو نفاذِ دین کے لیے کھڑا کرنا ہے۔ یہ مقاصد حاصل ہوں گے تو پھر قیامِ پاکستان کا مقصد حاصل ہو جائیگا اور وہ نظامِ حکومت بالآخر وجود میں آجائے گا جس کے تحت عوام امن و امان کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں، چین کی زندگی گزاریں اور جہاں مظلوم کو اس کا حق ملے!

☆☆☆☆☆

# علاماتِ کبریٰ: آخری سات نشانیاں

## چوتھی پانچویں اور چھٹی نشانی: الخُسُف (زمین کا دھنسنا)

یہ کوئی شدید زلزلہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس کی وجہ سے زمین کا کچھ حصہ دھنس جائے۔ مسلم کی اس حدیث میں، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس علامات کبریٰ بیان فرمائیں، فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

وَثَلَاثَةَ خُسُوفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ

”اور تین جگہوں کے دھنسنے، ایک دھنسنا مشرق میں اور ایک دھنسنا مغرب میں، ایک دھنسنا جزیرۂ عرب میں ہونے“ کا ذکر فرمایا۔

زمین کانپے گی اور اس کا کچھ حصہ دھنس جائے گا۔ یہ عام زلزلے نہیں ہوں گے بلکہ بہت بڑے زلزلے ہوں گے اتنے خوفناک کہ ان کے نتیجے میں پورا مغربی امریکہ تک زمین کے نقشے سے حذف ہو سکتا ہے۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ برِ اعظموں کو تقسیم کرنے والی لکیر یا continental divide ایری زونا کے بعض حصوں یا کیلی فورنیا کے مشرقی حصے سے گزرتی ہے، لہٰذا اس پورے علاقے کو بہت خطرناک گردانا جاتا ہے اور اسی لیے ایک اشتہار میں لوگوں کو ایری زونا میں جائیداد خریدنے کی تحریض دلائی جا رہی تھی کہ ایک دن یہ علاقہ ساحل سمندر کے قریب ترین علاقوں میں شامل ہو گا، لہٰذا بہتر ہے آپ اسے آج خرید لیں کہ ایک دن یہ بحر الکاہل کی ساحلی زمین ہو گی۔ زمین بہت بڑے پیمانے پر دھنس جائے گی جس میں گویا زمین نگل لی جائے گی اور یہ واقعات یونہی بیٹھے بٹھائے واقع نہیں ہو جاتے، جیسا کہ اکثر لوگوں کا خیال ہے، یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مقدر فرما رکھے ہیں اور یہ بے وجہ نہیں ہیں۔ یہ لوگوں کے اعمال کی سزا ہے، یہ اللہ کی طرف سے لوگوں کا امتحان اور آزمائش ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ Northridge کا زلزلہ جو کہ بہت شدید تھا، وادیٔ Northridge میں برپا ہوا کیونکہ فحش فلمیں بنانے والے سٹوڈیو وہیں ہیں۔ سبحان اللہ وہی مقام زلزلے کا مرکز تھا۔ اسی طرح سان فرانسسکو کا زلزلہ؛ ہم جانتے ہیں وہاں کی اخلاقی گراوٹ اور فساد کے بارے میں...... لہٰذا یہ واقعات یونہی رونما نہیں ہو جاتے، ان کے واقع ہونے کی ٹھوس وجوہات ہوتی ہیں۔ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں ایک زلزلہ آیا، پھر دوبارہ آیا اور پھر تیسری مرتبہ بھی آیا۔ چھوٹا سا زلزلہ تھا۔ حضرت عمر بن خطابؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور اہل مدینہ سے خطاب فرماتے ہوئے کہا، ’یا تو تم لوگ گناہوں سے باز آ جاؤ ورنہ میں مدینہ چھوڑ دوں گا‘، حضرت عمرؓ یہ سمجھ گئے کہ یہ لوگوں کے گناہوں کا وبال ہے۔ اگر ہم ہوتے تو کہتے کہ پہلا تو زلزلہ تھا اور دوسری اور تیسری مرتبہ اس زلزلے کے مابعد جھٹکے (aftershocks) تھے۔

ایک مرتبہ احد پہاڑ ہلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اثْبُتْ أُحُدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ

”احد! ٹھہر جا کہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں“۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی، ابو بکرؓ صدیق اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما شہید۔

تو یہ خسوف ہیں، تین خسوف اور یہ قیامت کی تین نشانیاں ہوئیں۔

## ساتویں نشانی: الدخان (دھواں)

قرآن پاک کی ایک پوری سورت اس نام سے موسوم ہے۔

﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ﴾ (سورۃ الدخان: ۱۰)

”اچھا تو انتظار کرو اس دن کا جب نمودار ہو گا آسمان صریح دھویں کے ساتھ۔ جو چھا جائے گا انسانوں پر، (اور کہیں گے وہ کہ) یہ ہے بڑا دردناک عذاب۔“

یہ دھواں کفار کے لیے عذاب ہو گا۔ اس کے سوا ہم اس دھویں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے کہ یہ زمین پر کفار کے لیے عذاب بن کر آئے گا۔

## آٹھویں نشانی: مغرب سے سورج کا طلوع

يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا (الانعام: ۱۵۸)

”جس دن آئے گی کوئی نشانی تیرے رب کی تو نہ نفع دے گا کسی شخص کو ایمان لانا اس کا، جو ایمان نہ لایا ہو اس سے پہلے یا جس نے (نہ) کمائی ہو اپنے ایمان میں کوئی بھلائی۔“

اس آیت کی تفسیر سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا رَآهَا النَّاسُ آمَنَ مَنْ عَلَيْهَا فَذَاكَ حِينَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ

"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو لے۔ جب لوگ اسے دیکھیں گے تو ایمان لائیں گے لیکن یہ وقت ہوگا جب کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا۔"

یعنی جو کوئی اس وقت سورج کو مغرب سے طلوع ہوتا دیکھ کر ایمان لایا تو اس کا ایمان قبول نہیں کیا جائے گا۔ نیز اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا یعنی یہ کہ جو کوئی پہلے سے ایمان لا چکا تھا مگر اس نے کوئی نیکی نہیں کی تھی، اب اگر وہ اعمال خیر کی جانب متوجہ ہو بھی جائے تو وہ اعمال اسے کچھ فائدہ نہیں دیں گے۔

یعنی اگر کوئی شخص سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے بھی اعمال صالحہ کرتا تھا تو اس طلوع کے بعد بھی وہ جو خیر کے کام کرے گا ان کا اجر اسے ملے گا، لیکن جو کوئی اس طلوع کے بعد اعمال خیر کی ابتدا کرے گا تو اس کے لیے ان کا کوئی اجر نہیں لکھا جائے گا۔ انسان کو سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے پہلے اپنے اعمال نامے کی درستگی کی فکر کرنی چاہیے۔

القرطبیؒ اس کی تفسیر یوں بیان فرماتے ہیں کہ جب سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا تو لوگ جان جائیں گے کہ بس اب سب ختم ہو گیا، لہٰذا یہ ایسا ہی ہے جیسے موت۔ جب ایک انسان موت کے فرشتے کو دیکھ لیتا ہے تو کیا اس کے بعد وہ توبہ کر سکتا ہے؟ اس وقت بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی معاملہ ہے۔ جب سورج مغرب سے طلوع ہو گا تو لوگ جان جائیں گے کہ یہ دنیا کا اختتام ہے اور یہ وہ وقت ہے کہ جب توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائے گا اور کسی کی توبہ اس کے بعد قبول نہیں کی جائے گی۔

## نویں نشانی: الدابۃ (حیوان)

﴿وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَاۗبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ﴾ (سورۃ النمل: ۸۲)

"اور جب ان پر ہماری بات واقع ہو جائے گی تو ہم نکالیں گے ان کے لیے زمین سے ایک جانور جو ان سے کلام کرے گا کہ لوگ ہماری نشانیوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔"

تُكَلِّمُهُمْ کا معنی کلام کرنا بھی ہو سکتا ہے اور نشان زد کرنا بھی۔ کیونکہ عربی میں تُكَلِّمُهُمْ کلام کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اور كَلَمَ یعنی کسی کو زخمی کرنے کے معنی میں بھی۔ جب آپ کسی چیز پر کوئی نشان چھوڑ دیتے ہیں تو اسے كَلَمَ کہتے ہیں۔ اور یہ دونوں معنی ہی صحیح ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں: کلاهما، 'دونوں معنی درست ہیں'، جس کا مطلب ہے کہ یہ جانور نکلے گا اور یہ لوگوں سے بات کرے گا کہ تم مومن ہو اور تم کافر ہو اور ان پر مہر لگائے گا۔ وہ اہل ایمان کے چہروں پر بھی مہر لگائے گا اور کفار کے چہروں پر بھی۔

اوپر مذکور آیت میں جو یہ بات ہے وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ، اس کا کیا معنی ہے؟ القرطبی فرماتے ہیں:

"یعنی یہ ان پر اللہ کے عذاب کا وقت ہے، فساد اور برائی میں ان کی انتہا پسندی کی وجہ سے، ان کے تکبر کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کی آیات سے پہلو تہی برتی اور انہوں نے ان میں غور و فکر نہ کیا۔"

ابن مسعودؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"یہ تب ہے جب علماء فوت ہو جائیں گے اور علم ناپید ہو جائے گا اور قرآن اٹھا لیا جائے گا"۔ [ہم پہلے اس موضوع پر بات کر چکے ہیں کہ جب قرآن لوگوں کے دلوں سے نکال لیا جائے گا]۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ إِذَا خَرَجْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالدَّجَّالُ وَدَابَّةُ الْأَرْضِ۔ (مسلم)

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین چیزیں ہیں جب ان کا ظہور ہو جائے گا تو اس وقت کسی شخص کو، جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا یا اپنے ایمان کے دوران کوئی نیکی نہ کی تھی، اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا: سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دجال اور دابۃ الارض (زمین سے ایک عجیب الخلقت جانور کا نکلنا)"۔

دجال کے بارے میں جب ہم نے پڑھا تو یہ بات ہم نے کی تھی کہ اس کا فتنہ اس قدر شدید ہو گا کہ اگر کسی نے اس فتنے سے پہلے سے اس کی تیاری نہیں کر رکھی ہو گی تو وہ اس فتنے کے ظہور کے بعد کبھی اس کے سامنے کھڑا نہیں رہ سکے گا۔ اور دابۃ کے ظہور کے بعد تو ویسے ہی لوگوں کے چہروں پر مہر لگا دی جائے گی ان کے اہل ایمان یا کافر ہونے کی۔ ترمذی اور مسند احمد کی درج ذیل حدیث میں مزید تفصیل ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَخْرُجُ الدَّابَّةُ مَعَهَا خَاتَمُ سُلَيْمَانَ وَعَصَا مُوسَى فَتَجْلُو وَجْهَ الْمُؤْمِنِ وَتَخْتِمُ أَنْفَ الْكَافِرِ بِالْخَاتَمِ حَتَّى إِنَّ أَهْلَ الْخُوَانِ لَيَجْتَمِعُونَ فَيَقُولُ هَاهَا يَا مُؤْمِنُ وَيُقَالُ هَاهَا يَا كَافِرُ وَيَقُولُ هَذَا يَا مُؤْمِنُ وَيَقُولُ هَذَا يَا كَافِرُ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دابۃ الارض نکلے گا تو اس کے پاس حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی مہر اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا عصا ہو گا جس سے وہ مومن کے چہرے پر لکیر کھینچے گا اور اس کا چہرہ چمکنے لگے گا، اور کافر کی ناک پر حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی مہر لگا دے گا، یہاں تک کہ لوگ ایک دستر خوان پر جمع ہوں

گے تو ایک دوسرے کو کافر اور مومن کہہ کر پکاریں گے (یعنی دونوں میں تفریق ہو جائے گی)۔"

شیخ احمد شاکر کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے جب کہ البانی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ کیونکہ اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی کو امام البانیؒ کمزور قرار دیتے ہیں جب کہ احمد شاکر اسے مضبوط قرار دیتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس راوی سے امام ترمذی اور امام احمد نے روایات نقل کی ہیں، واللہ اعلم۔

## دسویں نشانی: آگ

یہ قیامت کی آخری نشانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَآخِرُ ذَلِکَ نَارٌ تَخرُجُ مِنْ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ إِلَى مَحْشَرِهِمْ (مسلم)

"اور آخر میں یمن سے آگ نکلنے کا ذکر فرمایا جو لوگوں کو ان کے جمع ہونے کی جگہ (محشر) کی طرف لے جائے گی۔"

یہ ایسی آگ ہوگی جو دنیا کے تمام لوگوں کو ہنکا کر ارض مقدس کی طرف لے جائے گی۔ یہ آگ لوگوں کا مستقل پیچھا کرتی رہے گی اور تمام دنیا کے لوگ بیک وقت اس سے بچ کر بھاگیں گے اور جو کوئی پیچھے رہ جائے گا، یہ آگ اسے جلا ڈالے گی۔ یہ دن کے وقت ان کا پیچھا کرے گی اور رات کو جب وہ سو جائیں گے تب بھی ان کے ساتھ ساتھ رہے گی اور انہیں نہیں چھوڑے گی۔ یہ یمن سے برآمد ہوگی۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص اس علاقے کا نام 'قعر عدن' بھی بیان فرمایا جہاں سے یہ برآمد ہوگی۔ قعر وادی کو کہتے ہیں، یعنی وادی عدن سے۔ عدن ایک آتش فشاں کے دہانے پر واقع ہے۔ اور یہاں بہت سے آتش فشاں پہاڑوں کے دہانے ہیں۔ یہ یمن کا ایک ساحلی شہر ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آگ اس آتش فشاں کے دہانے سے نکلے گی اور یہ لوگوں کو محشر کی جانب ہانکے گی۔ اور محشر شام میں ہوگا۔

فَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الشَّامِ فَقَالَ إِلَى هَاهُنَا تُحْشَرُونَ

"تم سب یہاں (شام کی طرف اشارہ کیا) جمع کیے جاؤ گے۔"

سَتَكُونُ هِجْرَةٌ بَعْدَ هِجْرَةٍ فَخِيَارُ أَهْلِ الْأَرْضِ أَلْزَمُهُمْ مُهَاجَرَ إِبْرَاهِيمَ وَيَبْقَى فِي الْأَرْضِ شِرَارُ أَهْلِهَا تَلْفِظُهُمْ أَرْضُوهُمْ تَقْذَرُهُمْ نَفْسُ اللَّهِ وَتَحْشُرُهُمُ النَّارُ مَعَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيرِ (ابو داؤد)

"عن قریب ہجرت کے بعد ایک ہجرت اور ہوگی پس اس وقت دنیا کے بہترین لوگ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی جائے ہجرت (ملک شام) کو اختیار کریں گے۔ اور دنیا کے بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو در بدر کی ٹھوکریں کھاتے پھریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ناپسند فرمائے گا اور آگ انہیں خنزیروں اور بندروں کے ساتھ جمع کرے گی"۔

ابراہیم علیہ السلام کی سرزمین ہجرت کون سی تھی؟ القدس۔ پہلی ہجرت سے مراد مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت ہے اور پھر ایک اور ہجرت ہوگی جو دنیا کے بہترین لوگ ابراہیم علیہ السلام کے مقام ہجرت، القدس کی طرف کریں گے۔ پھر اس دور کے بدترین لوگ جب باقی رہ جائیں گے تب یہ آگ نمودار ہوگی اور ان سب کو اکٹھا کرے گی اور ہانک کر شام کی طرف لے کر جائے گی۔ اور یہ بات ہم پہلے کئی مرتبہ کر چکے ہیں کہ شام کا علاقہ دراصل شام، فلسطین، اردن اور لبنان کا ہے اور ان سب میں مقدس ترین القدس ہے، اکناف بیت المقدس اور بہت سی احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سرزمین کی تعریف بیان فرمائی ہے اور یہی وہ زمین ہے جہاں تا قیامت جہاد ہوتا رہے گا۔ یہاں ہمیشہ جہاد ہوتا رہا ہے۔ پہلے وہ رومی سلطنت کے خلاف تھا، پھر صلیبیوں کے خلاف جہاد ہوا، پھر تاتاریوں کے خلاف ہوا، ابھی یہاں یہودیوں کے خلاف جہاد ہو رہا ہے اور اس کے بعد ایک بار پھر رومیوں (عیسائیوں) کے خلاف جہاد یہاں ہوگا اور پھر دجال کے خلاف جہاد بھی یہیں ہوگا۔ یہیں پہ 'رباط' ہے جہاں مسلمان دجال کے خلاف پڑاؤ ڈالیں گے۔ مسند امام احمد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے:

بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ إِذْ رَأَيْتُ عَمُودَ الْكِتَابِ احْتُمِلَ مِنْ تَحْتِ رَأْسِي فَظَنَنْتُ أَنَّهُ مَذْهُوبٌ بِهِ فَأَتْبَعْتُهُ بَصَرِي فَعُمِدَ بِهِ إِلَى الشَّامِ أَلَا وَإِنَّ الْإِيمَانَ حِينَ تَقَعُ الْفِتَنُ بِالشَّامِ

"ایک مرتبہ میں سو رہا تھا کہ خواب میں میں نے کتاب کے ستونوں کو دیکھا کہ انہیں میرے سر کے نیچے سے اٹھایا گیا، میں سمجھ گیا کہ اسے لے جایا جا رہا ہے چنانچہ میری نگاہیں اس کا پیچھا کرتی رہیں پھر اسے شام پہنچا دیا گیا۔ یاد رکھو! جس زمانے میں فتنے رونما ہوں گے اس وقت ایمان شام میں ہوگا۔"

کتاب یعنی قرآن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں ستون کی صورت دکھایا گیا۔ طبرانی کی ایک حدیث کا ترجمہ ہے:

"جب میں اسراء کے سفر پر گیا، تو میں نے ایک سفید ستون دیکھا، جیسا کہ جنگ کا عَلَم ہوتا ہے، جو مجھ سے دور لے جایا جا رہا ہے۔ میں نے فرشتوں سے پوچھا کہ تم اسے کہاں لے جا رہے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اسے شام لے جا رہے ہیں اور اسے وہاں لگائیں گے۔"

لوگوں کا اس طرح شام کی طرف اکٹھا کیا جانا، کیا یہ یوم حشر کے لیے جمع کرنا ہے یا یہ کوئی اور حشر ہے؟ بعض علماء مثلاً امام غزالی اور کچھ دیگر علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ اکٹھا کیا جانا یوم حشر کے لیے ہے، جبکہ علماء کی اکثریت کا خیال یہ ہے کہ یہ دو علیحدہ حشر ہیں۔ ایک دنیا میں اکٹھا کیا جانا ہے اور ایک پھر آخرت میں اکٹھا کیا جانا ہے۔ پس وہ کہتے ہیں کہ یہ دنیا میں اکٹھا کیا جانا ہے، دنیا کے خاتمے کے وقت لوگ القدس میں اکٹھے کیے جائیں گے اور پھر جب دنیا ختم ہو جائے گی تو آخرت کے حشر کے لیے لوگوں کو کسی اور جگہ اکٹھا کیا جائے گا اور اس کے لیے دلیل میں وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ (ابراهيم: ۴۸)

”اس دن جب بدل دی جائے گی یہ زمین دوسری زمین سے۔“

یوم حشر کو زمین، سورج اور ہر چیز ہی مختلف ہو گی۔ واللہ اعلم۔ اس بات میں اختلاف رائے ہے۔

علامات کبریٰ کا بیان یہاں ختم ہوا۔

وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى صحبه وسلم

☆☆☆☆☆

## بقیہ: یہ ملک لیا تھا جو کبھی خون بہا کر!

”یہ نہایت افسوس ناک ہے کہ اس نوعیت کی سستی تفریح ایک اسلامی ملک میں فراہم کی جائے جہاں لاکھوں دین پسند لوگوں کے جذبات و احساسات مجروح ہوں۔ اسٹیج ڈراما صرف غیر مہذب، غیر شائستہ، اخلاق سے عاری لوگوں کو خوش کرتا ہے۔ پختہ سیرت و کردار کا باعزت انسان یوں بیہودگی، بے حیائی، فحاشی کی نمائش اور ترویج پسند نہیں کر سکتا۔“

یہ فیصلہ حق گوئی میں روشن خیالوں کے زخموں پر آج بھی نمک چھڑکتا ہے۔

ایک امید کی کرن نظر آتی ہے، سروے بتاتے ہیں کہ پاکستان میں تیل گیس کے وافر وسائل موجود ہیں۔ حصول اور پیداوار کے مراحل سے گزرنے کے لیے یہ توجہ، محنت، امانت و دیانت طلب ہیں۔ یہ وہ اوصاف ہیں جو ہمارا نظامِ تعلیم و تربیت پیدا نہیں کرتا! ہمارے پاس قبل از آزادی دور کے ہنر مند و دردمند موجود تھے، جنہوں نے ایٹم بم کا معجزہ کر دکھایا تھا۔ اس پر پھر انہیں قوم سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے پر مجبور کیا گیا۔ اگلی نسل کو سبق مل گیا۔ خبردار! آئندہ ایسی جرأت نہ کرنا۔ کھیلو، کودو، ناچو گاؤ، عشق عاشقی کرلو، ملک گورے کی بھیک پر پلے گا۔ سو اب رونا کیسا؟ ہم آئینہ دکھائیں گے تو شکایت بھی ہو گی اور چبھن بھی۔ افغانستان نے خود کفالت کے لیے محیر العقول کارنامہ کر دکھایا ہے۔ آمو دریا سے نہر نکالی ہے جو صحرا میں ایشیا کی طویل ترین نہر ہو گی۔ ساری دنیا سے جنگوں میں نبرد آزما ہوتے ملک نے محدود ترین وسائل میں کسی سے ایک پائی قرض، امداد، تکنیکی مدد، ماہرین، مشیر لیے بغیر (امانت و دیانت کے بل پر) یہ کام کر دکھایا ہے۔ (۲۸۵ کلومیٹر طویل، ۱۵۲ میٹر چوڑائی، ۸.۵ میٹر گہرائی) پچھلی تمام حکومتوں نے افغانستان کی اس دیرینہ ضرورت کو نظر انداز کیے رکھا۔ (ہمارے کالا باغ ڈیم کی مانند) اب پوری دنیا جس حکومت کو تسلیم کرنے سے گریزاں، ان پڑھ گردانتی، تحقیر و تمسخر کی نوک پر لیے رہتی ہے، اس حیرت انگیز کارنامے کو دیکھ کر انگلیاں چبا رہی ہے۔

شاندار زبردست تفاصیل کا یہ محل نہیں مگر یہ معجزے سے کم نہیں کہ کس تکنیکی مہارت (افغان انجینئر، افغان کنٹریکٹر، ماہرین تعمیرات و ارضیات) سے پورا پراجیکٹ بھرپور کامیابی اور ولولے سے آگے بڑھ رہا ہے۔ کام کرنے والے حکومتی کارکردگی، پشت پناہی، بروقت اور معقول ادائیگی کی بھرپور تعریف کرتے ہیں۔ مدرسہ رسالت سے تعلیم یافتگان (بغیر اعلیٰ مغربی یونیورسٹیوں کی ڈگریوں کے) ملک اور عوام کی ترقی و خوشحالی میں دن رات جتے ہوئے ہیں۔ معیشت (سود سے پاک)، ورلڈ بینک کے مطابق مستحکم ہے۔ ڈالر کمزور افغانی مضبوط ہے۔ مہنگائی کی شرح قابو میں ہے۔ اشیائے ضروریہ کے کارخانے خاموشی سے لگ رہے ہیں۔ بڑھک بازی نہیں ہے۔ ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز کا منظر ہے۔ ہمارے ہاں نہ محمود نمازی ہے نہ ایاز۔ دونوں کرپشن کی صف میں کھڑے ہیں۔ اس سے بے برکتی تو ہو گی۔ سبق سیکھنے کو بہت کچھ ہے!

ورائے عقل ہیں اہل جنوں کی تدبیریں!

☆☆☆☆☆

## بقیہ: مع الأستاذ فاروق

عمر کو پہنچیں، اور اپنا خزانہ نکال لیں۔ یہ سب کچھ آپ کے رب کی رحمت کی بنا پر ہوا ہے۔“

پس فرمایا کہ ’وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحاً‘ کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا اور بعض علمائے کرام نے لکھا ہے کہ یہاں باپ سے مراد باپ نہیں ہے بلکہ مراد ہے کہ ان کے آباؤ اجداد میں سے کوئی نیک صالح تھا۔ گویا اجرِ صالحیت آخرت میں تو ہے ہی ہے، دنیا میں بعد کی نسلیں بھی اس سے مستفید و مستفیض ہوتی ہیں۔ یوں اے اللہ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے عباس بھائی سمیت اپنے کئی دیگر شہید و اسیر ساتھیوں کو تیرا مطیع و فرماں بردار پایا (نحسبه كذلك وأنت حسيبه)، پس تجھی سے امید ہے کہ تو ان کی اولادوں کی کفالت دنیا و آخرت میں کرے گا!

انہی مختصر سطور کے ساتھ فی الحال محفلِ استاذ روکتا ہوں، سفرِ وزیرستان کا باقی احوال اگلی نشست میں مکمل کروں گا، ان شاء اللہ!

وما توفيقي إلّا بالله. وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين.
وصلى الله على نبينا وقرة أعيننا محمد وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

# سورۃ الانفال

## خواطر، نصائح اور تفسیر

شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وذریتہ اجمعین اما بعد

فقد قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ فی کتابہ المجید بعد أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمان الرحیم

﴿اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ○ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَىِٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

(سورۃ الانفال: ۹، ۱۰)

صدق اللہ مولانا العظیم، رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ، يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ

گزشتہ آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اہلِ ایمان کی اور بالخصوص جہاد کے میدان میں اترنے والوں کی مطلوبہ صفات کا ذکر کیا۔ اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بدر کے معرکے کے آغاز کا نقشہ کھینچا جب مسلمان دو گروہوں میں بٹ گئے؛ اس موقع پہ کے جب وہ اصلاً نکلے قافلے کے پیچھے تھے اور آگے لشکر سے مقابلہ کرنا پڑ گیا تو ایک وہ لوگ تھے جو بالاصل ہی ثابت قدم رہے اور دوسرے وہ لوگ تھے جو کچھ متردد ہوئے کیونکہ ذہن میں قافلے کا مقابلہ کرنا تھا کہ اپنے سے تین گنا بڑے لشکر کا مقابلہ کرنا۔ تو اسی پس منظر میں بات آگے بڑھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ کہ جب تم اپنے رب کو پکار رہے تھے، اس سے مدد طلب کر رہے تھے۔ یعنی یاد کرو اس وقت کو جب تم اپنے رب سے مدد طلب کر رہے تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا کہ تین سو تیرہ کے قریب کا لشکر تھا اور مقابلے میں ایک ہزار کے قریب کا لشکر تھا۔ یہاں صرف ستر سواریاں تھیں اور وہاں سب کے سب سواریوں سے لیس تھے۔ یہاں گنتی بھر تلواریں اور اسلحہ تھا اور ان سب کے پاس اسلحہ کہیں زیادہ تھا۔ مادی اعتبار سے کوئی مقابلہ نہیں بنتا تھا؛ تب صحابہؓ نے اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور اللہ سے دعا کی اور مدد طلب کی اور رسول اکرم ﷺ بھی، احادیث میں آتا ہے کہ پوری رات اور خود اس معرکے کے آغاز کے وقت بھی مستقل دعا میں، اللہ کے سامنے گریہ وزاری میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے کہا کہ یوں تو آپ اپنے آپ کو تھکا ڈالیں گے، کچھ دیر تو آرام فرمالیں۔ آپ ﷺ کی چادر بار بار آپ کے شانوں سے گرتی، دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند اور روتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا میں مصروف رہے اور زبان پہ یہ بات تھی کہ اے اللہ یہ چھوٹا سا گروہ ہے، اگر آج یہ ہلاک ہو گیا تو تیری عبادت کرنے والا دنیا میں کوئی نہیں بچے گا۔

تو اسلام کا ایک ایسا تاریخی معرکہ ہے یہ کہ جس میں مسلمانوں کے پاس جو کچھ تھا وہ لے کر میدان میں آ گئے۔ یہ تیرہ سال کا حاصل تھا، یہ مکہ کی اس بھٹی سے، ان آزمائشوں سے گزرنے والے، جو مٹھی بھر اخیار تھے وہ بہترین لوگ تھے جن کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے محمد ﷺ کی صحبت کے لئے چنا، اور جن پہ اپنے دین کی عمارت کو کھڑا کیا، جنہیں مکہ کی سخت آزمائشوں سے گزارا، تو ایسے معرکے کے موقع پہ جب سب کچھ لے کے یہ میدان میں آئے اور وہ بھی بغیر اپنی منصوبہ بندی کے، ذہن میں تھا ہی نہیں کہ لشکر سے ٹکر ہونی ہے، ذہن میں یہ تھا کہ ایک غیر مسلح قافلے کے پیچھے جا رہے ہیں، تو ایسی آزمائش کے موقع پہ اللہ نے نقشہ کھینچا کہ صحابہ کا حال کیا تھا، اور خود اللہ کے نبی ﷺ کا حال کیا تھا، کہ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ کہ تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے اللہ سے دعائیں کر رہے تھے، اللہ کے سامنے گڑگڑا رہے تھے۔

تو یاد کرو اس وقت کو، فَاسْتَجَابَ لَكُمْ تو اللہ نے تمہاری دعاؤں کو قبول کیا، اللہ سبحانہ تعالیٰ نے تمہاری دعائیں سن لیں، اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ کہ میں ایک ہزار پے در پے آنے والے فرشتوں کے ذریعے تمہاری مدد کروں گا، یا تمہاری نصرت کیے دیتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اتار کے مسلمانوں کو تقویت پہنچائی ان کے دلوں کی سکینت کا سامان کیا۔ اور یہاں سے اگلی جو تین چار آیات ہیں، ان میں کرامات کا یا جو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے خصوصی مدد فرمائی صحابہ کی، اس کا اللہ سبحانہ تعالیٰ ذکر فرماتے ہیں۔

کرامات میں سے پہلی کرامت، اور جو اللہ نے نصرت فرمائی اس میں سے پہلی نصرت کا ذریعہ ایک ہزار فرشتوں کا اترنا تھا جو پے در پے اترے صحابہ کی مدد کرنے کے لیے، مسلمانوں کے اس لشکر کی مدد کرنے کے لیے؛ اور جیسا کہ علما نے ذکر کیا ہے کہ فرشتوں کا اترنا، محض رسول اکرم ﷺ کے زمانے ہی سے خاص نہیں ہے، ہر زمانے کے اندر اگر اہلِ حق، اہلِ صدق ہوں اور حق منہج کے اوپر لڑ رہے ہوں اور اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوں، اللہ سبحانہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً اپنی قوت وقدرتِ قاہرہ دکھانے کے لیے ان کے دلوں کو سکون دینے کے لیے فرشتوں کو نازل فرماتے رہتے ہیں۔ فرشتے موجود تو ہوتے ہی ہیں جیسا کہ مختلف احادیث میں آتا ہے؛ آیت الکرسی پڑھنے سے اللہ تعالیٰ فرشتہ مقرر کر دیتے ہیں، مجاہد کے گھر سے نکلنے پر پیچھے اللہ تعالیٰ فرشتے مقرر کر دیتے ہیں......، لیکن بعض مخصوص حالات میں اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر بھی کر دیتے ہیں، لوگوں کو نظر بھی آ جاتا ہے انسانوں کے علاوہ کسی اور مخلوق کا وجود کہ جو نصرت کر

رہی ہوتی ہے۔ تو وہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے اور آج بھی وہ سب موجود ہے اگر صدق موجود ہو اور اللہ کی طرف کما حقہ رجوع کرنا موجود ہو۔

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جو اللہ نے فرشتے اتارے یہ صرف ایک بشارت کے لیے تھے، وَلِتَطْمَىِٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ اور اس لیے تھے کہ تمہارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو جائے، تمہارے دلوں کو سکون حاصل ہو جائے۔ جیسا کہ ہم نے کہا کہ یہ غیر معمولی معرکہ تھا۔ پورا پس منظر ذہن میں ہو تو پھر انسان سمجھ سکتا ہے کہ کتنا اہم موڑ تھا اسلام کی تاریخ کا اور اس میں کتنی شدت سے ضرورت تھی مسلمانوں کو اللہ کی نصرت کی اور اس موقع پہ دلوں کی کیا کیفیت ہو گی جب پتہ ہو کہ آج اگر شکست ہوئی تو شاید اسلام واقعتاً جڑ سے اکھڑ جائے کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ اور بعد میں آنے والے خلفا سمیت اس وقت کے جو جرنیل تھے، جنہوں نے بعد میں روم اور بڑی بڑی ریاستوں کو فتح کیا، وہ ساری cream (ست) میدان میں اتری ہوئی تھی۔ تو اس موقع پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ نصرت جو اتاری یا فرشتے جو اتارے یہ اس لیے تھے تاکہ بشارت ہو تمہیں، تم خوش ہو جاؤ اور تمہارے دلوں کو سکون حاصل ہو جائے۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور فتح یا نصرت تو فقط اللہ ہی کی طرف سے ہے؛ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ بلاشبہ اللہ تعالیٰ قوت والے ہیں اور حکمت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ بات واضح فرماتے ہیں کہ فتح و نصرت، مدد کرنے کی طاقت، یہ اللہ کے سوا کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ حتیٰ کہ فرشتوں کے بھی ہاتھ میں نہیں ہے۔ یعنی فرشتے بھی اپنی طرف سے کوئی فیصلہ کن کردار نہیں ادا کر سکتے۔ فرشتے اپنی طرف سے مسلمانوں کی نصرت کے لیے نہیں اتر سکتے۔ فرشتے بھی فتح و شکست کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی یہ صفات ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ المُعِز اور المُذِل ہیں۔ عزت بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور ذلت بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ الخافض الرافع ہیں۔ پست کرنا بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور بلند کرنا بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ القابض الباسط ہیں۔ تنگی لانا بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور کشادگی دینا، وسعت دینا بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں زمین و آسمان کے سارے خزانے ہیں اور فرشتے بھی اللہ کے جنود میں سے ایک جند ہے جو اللہ کے حکم کے بغیر نہیں اترتے اور اللہ ہی کے حکم سے وہ آئے مدد کرنے کے لیے ورنہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی حاجت نہیں تھی۔ اصل میں تو اللہ کا ایک اذن، ایک حکم کافی ہے پورے کے پورے میدانِ جنگ کا پانسہ پلٹ دینے کے لیے۔ تو یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک مسلمان کے سینے میں راسخ کروایا کہ اس نے کس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا ہے فتح و نصرت کے معاملے میں، اس نے کس سے مدد مانگنی ہے، کس کے سامنے سر جھکانا ہے اور کس کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ پھیلانے ہیں...... وہ صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی ذات ہے۔

تو پیارے بھائیو!

یہ آیت ختم ہوتی ہے اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ پہ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ قوت والے ہیں۔ "عزیز" وہ ذات ہے جو ہر حال میں بلند اور غالب رہتی ہے، وہ ذات ہے کہ جو تمام قوتوں کا سرچشمہ ہے۔ اصل قوت کا، قدرت کا مالک ہے۔ تو اللہ کی قوت کے سامنے کوئی اور قوت نہیں ٹک سکتی۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو ذلیل کرنے کا فیصلہ کریں تو پھر وہ عزیز نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہر عزت والے سے اوپر اور ہر قوت والے سے اوپر ہیں۔ تو یہ جو صفات قرآن میں جگہ جگہ آتی ہیں، بہت سی آیات اسی طرح اللہ کی صفات پر ختم ہوتی ہیں، چاہے کسی بھی طرح کے احکامات کا ذکر ہو رہا ہو، تو یہ سرسری گزر جانے والی صفات نہیں ہیں بلکہ ان پہ رک کے غور کرنا چاہیے۔ یہی آیات اور یہی صفات ہمیں اپنے رب کا تعارف دیتی ہیں۔ رب کی محبت ہمارے دل میں پیدا کرتی ہیں۔ رب کی قوت اور رب کی قدرت کا اندازہ ہمیں ان ہی صفات کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ لیکن بالعموم آیات کا اختتام ان صفات پر ہو رہا ہوتا ہے اور بار بار ہو رہا ہوتا ہے تو اگر انسان تدبر نہ کرے تو وہ ان آیات پر سرسری گزر جاتا ہے کہ یہ صفات تو بار بار گویا دہرائی جا رہی ہیں۔ لیکن ہر جگہ ان کا دہرایا جانا کسی حکمت کے لیے ہے اور اس لیے ہے کہ ہمارے قلوب اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ تو یہ ایمان ہی ہمیں میدانِ جنگ میں لاتا ہے اور یہی ایمان میدان جنگ میں ٹکاتا ہے کہ ہم اللہ کی قوت کے سہارے لڑ رہے ہیں جو العزیز ہے۔ تو یہ ایمان نہ ہو تو ہمارے پاس کیا چیز ہے جس سے ہم دشمن کا مقابلہ کریں؟ یعنی عقلی اعتبار سے دیکھیں تو کوئی مقابلہ بنتا ہی نہیں ہے۔ گر کسی دنیاوی عقل کے اعتبار سے بات کریں تو کسی عقل مند آدمی کا کام نہیں ہے پھر اس میدان میں آنا۔ یہ تو وہی شخص آئے گا جس کے پاس یہ حقیقی ایمانی عقلِ سلیم موجود ہے جو اس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قوت کا ادراک اور یقین دیتی ہے۔ تو ہم اگر آج کسی بھی اعتبار سے دیکھیں، مثلاً ہمارے پاس سوچنے والے کتنے افراد ہیں؟ اور ان کے پاس سوچنے اور منصوبہ بندی کرنے کے لیے کتنے تھنک ٹینکس موجود ہیں جو دن رات، آج سے نہیں بلکہ سالوں سے، منصوبہ بندی کر رہے ہیں اور آنے والے سالوں، دہائیوں بعض اوقات صدیوں کی منصوبہ بندیاں کر رہے ہیں۔ تو اگر ہم اس اعتبار سے دیکھیں کہ ہمارے پاس کیسا اسلحہ ہے اور ان کے پاس کون سا اسلحہ ہے تو سرے سے کوئی مقابلہ ہی نہیں بنتا ہمارے اور ان کے درمیان؛ ہم اس اعتبار سے دیکھیں کہ بعض تو وہ میدان ہیں کہ جن میں ہم ہیں ہی نہیں۔ چلو زمین میں ہم ان کے ساتھ کسی درجے میں مقابلہ کر ہی لیتے ہیں لیکن فضا میں تو ان کے پاس جہاز، ڈرون، سیٹلائیٹ، ہیلی کاپٹر...... اور بہت کچھ موجود ہے۔ ہمارے پاس فضا میں اڑنے کے لیے، چند فٹ اوپر جانے کے لیے بھی کوئی چیز موجود نہیں۔ پانی کے اندر ان کے بحری بیڑوں نے پوری دنیا کا گھیراؤ کیا ہوا ہے، ہمارے پاس کچھ ہے ہی نہیں، جس کے ذریعے سے ہم اس چیز کے مقابلے پہ آ سکتے ہوں۔ تو یہ اسباب کا مقابلہ نہیں ہے۔ یہ مقابلہ کوئی اگر ان پیمانوں سے جانچنا شروع کرے گا تو وہ کبھی بھی اس میدان میں نہیں نکلے گا۔ جو مجاہد اللہ کے رستے میں نکل کر آتا ہے وہ سب سے پہلے اس توکل کے ساتھ میدان میں اترتا ہے کہ جو اسباب ہیں ان شاء اللہ ان کو تو پوری طرح اختیار کریں گے، جو وسائل اللہ نے اس امت کو دیے ہیں، جو

مجاہدین کو میسر ہیں ان کو تو لگائیں گے لیکن ہم اللہ کی طاقت سے لڑ رہے ہیں، اللہ کی قوت کے ساتھ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رستے پہ چلنے والے بندوں کی نصرت فرمائیں گے اور جب تک اللہ تعالیٰ کی خشیت ہو گی، اللہ تعالیٰ کفار کو شکست دیں گے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی قوت کو، ان کے زور کو توڑیں گے۔ تو اس ایمان پر ہم کھڑے ہیں اور یہی ایمان ہر مشکل آزمائش کے موقع پہ ہمارے قدم جماتا ہے۔ دنیاوی اعتبار سے بات کریں، ماضی میں لوٹ کے دیکھیں، امریکہ اور روس کی مثال لے لیں...... دونوں قوت میں تقریباً برابری کی سطح پہ تھے لیکن دونوں اپنی جنگ کو کسی گرم جنگ میں نہیں تبدیل کرتے تھے۔ کولڈ وار (سرد جنگ) رہتی تھی ان کے درمیان۔ اس لیے کہ وہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ وہ دونوں حسابات لگا رہے ہیں کہ جنگ کرنے کا فائدہ نقصان کتنا ہے؟ عسکری پیمانوں سے، مادی پیمانوں سے کیا رزلٹ اس کا نکلے گا؟ اسی اعتبار سے ہم موجودہ حالات کو اگر دیکھ لیں تو یورپ کے بہت سے ممالک ہیں جن کے آپس میں تنازعات ہوتے ہیں لیکن وہ کبھی بھی کسی عملی جنگ سے پہلے ہزار مرتبہ سوچتے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ قوت کی کمی ہے، بلکہ اس لیے کے وہ رب کو نہیں دیکھتے یا رب کو نہیں جانتے۔ اس لیے وہ سارے پیمانے مادی ہی پیمانے ہیں ان کے ہاں چیزوں کو جانچنے کے لیے۔ بھارت اور چین ایک دوسرے کے سرحد پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ سالوں سے ان کے درمیان چھوٹی موٹی جھڑپیں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ ٹینشن بھی بنتی رہتی ہے، لیکن وہ اس سے آگے بڑھنے کی بات نہیں کرتے۔ وہ بھی جانتے ہیں کہ یہ جنگ کتنی خطرناک ہو گی اور اس کے کیا نتائج ہوں گے مادی اعتبار سے۔

مسلمان کا معاملہ ہی کچھ اور ہے؛ وہ صومالیہ میں بھی لڑ رہا ہے، وہ الجزائر میں بھی لڑ رہا ہے، وہ شام میں بھی لڑ رہا ہے، وہ فلسطین میں بھی لڑ رہا ہے، وہ شیشان کی پہاڑیوں میں بھی لڑ رہا ہے، وہ فلپائن میں بھی لڑ رہا ہے، وہ یہاں افغانستان میں بھی اور خراسان میں بھی لڑ رہا ہے، پاکستان میں بھی لڑ رہا ہے، کشمیر میں بھی لڑ رہا ہے...... چاہے اس کے پاس وسائل کتنے ہی محدود کیوں نا ہوں۔ فلسطین میں چھوٹی سی جگہ ہے جس کا چاروں طرف سے گھیراؤ کیا گیا ہے۔ پانی کے رستے سے بھی اسے کچھ پہنچ نہیں سکتا۔ زمین میں جو زیرِ زمین سرنگیں مجاہدین نے بنائی تھیں ان کو بھی بند کرنے کے لیے انہوں نے گہرائی میں کئی فٹ اونچی دیواریں کھڑی کی ہیں کنکریٹ کی تاکہ کوئی انہیں پار نہ کر سکے اور کوئی مدد ان کو نہ پہنچ سکے۔ لیکن اللہ پہ توکل کرتے ہوئے انہوں نے جنگ جاری رکھی ہوئی ہے۔ تو یہ ایک اساسی فرق ہے جو ہمیں ان سے فرق رکھتا ہے کہ ہم اللہ کی قوت سے لڑتے ہیں، اپنی قوت سے نہیں لڑتے۔ یہ وہ ایمان ہے جو ہمیں میدان میں کھڑا رکھتا ہے اور یہ جتنا قوی اور جتنا مستحضر ہو گا، جتنا ذہن میں حاضر ہو گا اتنا ہم ثابت قدم رہیں گے، اتنا مشکل سے مشکل حالات میں دشمن کے سامنے ڈٹنا آسان ہو گا۔ تو آج ہمارے بہت سے وہ بھائی جو میدانِ جہاد کا رخ نہیں کرتے، شیطان اسی قسم کی باتوں سے ان کو روکتا ہے کہ کیسے مقابلہ کرو گے، کیسے وہاں جاؤ گے، کیسے وہاں سامنا کرو گے دشمن کا، ان کے پاس اتنی طاقت ہے اور تمہارے پاس کیا ہے؟ حالانکہ ماضی قریب میں اللہ نے دکھایا۔ اللہ نے روس کی کمر تڑوائی انہی مٹھی بھر مجاہدین سے (اور اب امریکہ کی بھی؛ فللّٰہ الحمد)۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شیشان میں؛ جبکہ روس دو سو سال سے بلکہ ڈھائی سو سال سے ان کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا ہے، لیکن الحمدللہ کبھی قوی اور کبھی کمزور مگر جہادی تحریک آج تک جاری ہے۔ اسی طرح ہم یہاں کی صورت حال دیکھتے ہیں کہ عراق میں بہت اکڑ کے ساتھ امریکہ داخل ہوتا ہے۔ اللہ اسے شکست کھا کر نکلنے پہ مجبور کرتا ہے۔ افغانستان میں ان شاءاللہ ان کا آخری آخری وقت ہے اور وہ خود واپنے نکلنے کا ٹائم طے کر چکے ہیں۔ تو یہ کھلی نشانیاں ہیں عقل رکھنے والوں کے لیے کہ دنیا کو چلانے والی اصل طاقت اور کائنات کی تمام امور کی تدبیر کا چلانے والا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے اور اسی کے ہاتھ میں ہیں، اسی کے اشاروں پہ ساری چیزیں چلتی ہیں اور جیسے اللہ قرآن میں فرماتے ہیں کہ کوئی پتہ نہیں گرتا اللہ کے اذن کے بغیر اور کوئی چیز آسمان کی طرف جاتی نہیں اور کوئی چیز آسمان سے آتی نہیں اللہ کے اذن کے بغیر۔ تو یہ وہ طاقت ہے کہ جس کو انسان اپنی اکڑ میں، اپنے تکبر میں، اپنے علمی غرور و پندار میں، یہ سمجھ کے کہ ہم بہت ترقی کر گئے، بہت مہذب ہو گئے، ہم نے بہت کچھ سیکھ لیا، بہت کچھ پڑھ لیا اور یہ سارا جو نتیجہ ہے یہ انقلابِ فرانس کے بعد پھوٹنے والی جاہلی فکر کا ہے، اس نے انسان کے اندر ایک خاص قسم کا غرور اور تکبر پیدا کیا جس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پچھلے تیس سال کی ان جہادی تحریکات کے ذریعے توڑا اور عقل رکھنے والوں کو یہ پیغام دیا کہ انسان اللہ کی بس ایک مخلوق ہے اور دراصل خالق ہی خالق ہے اور وہی اس دنیا کو چلانے والا ہے اور وہی قوی اور وہی عزیز ہے۔

اور عزیز کے ساتھ ساتھ جو آخری صفت آیت بتاتی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے۔ وہ اپنی قوت کو حکمت کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ تو جب بھی یہ دو چیزیں علیحدہ ہوں، قوت اور حکمت ایک جگہ اکٹھی نہ ہوں تو نتیجہ برا ہی نکلتا ہے۔ قوت ہو اور حکمت نہ ہو تو وہ قوت ظلم کے لیے استعمال ہوتی ہے اور حکمت ہو لیکن قوت نہ ہو تو اس حکمت کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ وہ حکمت کوئی نتیجہ نہیں نکال سکتی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر عیب سے پاک ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عزیز بھی ہیں اور حکیم بھی ہیں۔ قوت والے بھی ہیں اور اس قوت کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق استعمال فرماتے ہیں۔ کبھی نصرت اترنے میں تاخیر ہوتی ہے تو انسان کی ناقص عقل نہیں سمجھ پاتی کہ کیوں تاخیر ہو رہی ہے جبکہ ہم حق پہ ہیں لیکن اللہ کی کچھ اور حکمتیں اس میں پوشیدہ ہوتی ہیں جو ہمارا خالق ہم سے بہتر جانتا ہے۔ اور قرآن کو جب ہم پڑھنا شروع کرتے ہیں تو پیارے بھائیو! پڑھنے کا آغاز ہی اس یقین کے ساتھ ہوتا ہے کہ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون، اللہ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے، اللہ علم رکھتے ہیں اور تم علم نہیں رکھتے۔ اگر یہ عاجزی سینے میں نہ ہو تو بندہ کیوں کسی کتاب کو اٹھائے رہنمائی لینے کے لیے؟ پھر وہ خود مغرب کے ایک انسان طرح، جو اللہ سے باغی ہو، اسی کی طرح وہ بھی اپنی عقل اور اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزار سکتا ہے؛ لیکن وہ اللہ کی کتاب اٹھاتا ہی اس لیے ہے کہ اس کا یقین ہے کہ وہ علم نہیں رکھتا اور علم کا سرچشمہ جو ہے وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ہے۔ اللہ جانتے ہیں اور ہم نہیں جانتے۔ اللہ ہی جانتے ہیں کہ اللہ کی حکمتیں کیا ہیں اور اللہ ہی جانتے ہیں کہ کہاں پہ اپنی قوت کا استعمال

کس انداز سے کرنا مناسب ہے اور کہاں مناسب نہیں، یہ اللہ تعالیٰ خود طے فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان آیات کے مفہوم کو سمجھنے اور ان کے مطابق اپنے اعمال کو درست کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

سبحانک اللھم و بحمدک نشھد ان لا الہ الا انت نستغفرک و نتوب الیک وصلی اللہ علی النبی

## بقیہ: پاکستان کی موجودہ معاشی صورتِ حال اور اس کے اسباب

- کان کنی کے معاہدوں کے ذریعے سے دنیا کے دیگر ممالک کے ساتھ سرمایہ کاری کا آغاز کر دیا گیا ہے۔

شریعت محمدیہ ﷺ پر عمل، جامع حکمت عملی، عزمِ مصمم، سستا و فوری انصاف، جبکہ عوام کو ساتھ ملا کر چلنے کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ:

- آج افغان کرنسی ڈالر کے مقابلے میں مستحکم، جبکہ دیگر ممالک کے مقابلے میں بڑھی ہے۔ مثلاً پاکستان اور انڈیا۔ افغان کرنسی پاکستانی کرنسی کے مقابلے میں چار گنا بڑھی ہے۔
- افغانستان میں مجموعی طور پر گزشتہ سال کے مقابلے میں بارہ فیصد مہنگائی میں کمی آئی ہے جس کے نتیجے میں افغانوں نے ۲۰ سال بعد سکھ کا سانس لیا ہے۔
- افغانستان جیسا ملک آج الحمدللہ ۲ ارب سے زیادہ کی برآمدات کر رہا ہے جو طالبان قیادت کے فہم و فراست پر دلیل ہے۔

ان تمام معاملات سے یہ بات عیاں ہے کہ اگر شرعی بنیادوں پر، اخلاص، دیانتداری، فہم و فراست اور جامع حکمت عملی سے کوئی کوشش کی جائے، بھلے افراد و وسائل کتنے قلیل ہی کیوں نہ ہوں اور پوری دنیا آپ کے مدمقابل کھڑی ہو، اللہ کی مدد و نصرت اور کامیابی ضرور اس ملک کا مقدر ٹھہرتی ہے۔ آج امارت اسلامیہ افغانستان پاکستان کے لیے (جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا) ایک سوالیہ نشان ہے، جسے بنے ہوئے ۷۶ سال بیت چکے، مگر آج تک شرعی نظام نافذ نہ ہو سکا۔ امارت اسلامیہ افغانستان پاکستان کے لیے نشانِ راہ اور فلاح و کامیابی کا راستہ دکھاتا ہے۔

اس میں ہمارے لیے یہ سبق پوشیدہ ہے کہ ہم بھی کسی کی ملامت کی پرواہ کیے بغیر محض اللہ پر توکل کرتے ہوئے علمائے کرام اور صالح دین دار لوگوں کی قیادت میں شریعت محمدی ﷺ کو اس ملک میں نافذ کرنے کی سعی کریں۔

اگر شریعت پر عمل نہ ہو، ذہن کفار کے غلام ہوں، علمائے کرام اور دیندار صالح قیادت کی بجائے بدمعاش اور نااہل افراد کے ہاتھ ملک کی ضمام کار آئے تو پھر آپ کتنے ہی (پی ایچ ڈی) اور تجربہ کار مشیروں کو فوج در فوج بٹھالیں مگر اس ملک کا مقدر تباہی و بربادی کے سوا اور کچھ نہیں۔ محب وطن اہل پاکستان کو چاہیے کہ وہ علمائے کرام اور دیندار صالح قیادت کا ساتھ دیں تاکہ اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے، اس وطن عزیز میں اسلامی نظام نافذ کیا جا سکے۔

☆☆☆☆☆

## بقیہ: ام طلحہ الالمانی

جان لیجیے یا شیخ کہ اللہ رب العزت نے اس جہاد کے ذریعے پوری دنیا میں امت کی امیدوں کا محور و مرکز آپ کو بنایا ہے۔ میرے محترم امیر صاحب! میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ میں یتیمہ ہوں۔ اس وجہ سے نہیں کہ میرے والدین فوت ہو چکے ہیں بلکہ اس وجہ سے کہ وہ کافر ہیں۔ پس میرے لیے یہ بہت بڑی عزت کی بات ہے کہ میں آپ کو اپنا والد سمجھتی ہوں۔ پس میرے لیے اللہ کے بعد اور میرے شوہر کے بعد اس اجنبی دیار میں کوئی نہیں آپ کے سوا۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆☆☆☆☆

## انقلاب کا طریقہ

حضرت شاہ صاحب (مولانا شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی) عدم تشدد اور اہنسا کے قائل نہیں تھے۔ وہ فوجی قوت سے انقلاب کے حامی تھے۔ مگر وہ فوجی قوت جس کی تربیت جہاد کے اصول پر ہوئی ہو، جس کی حقیقت دشمن کشی اور غارت گری نہیں بلکہ اس کی حقیقت ہے محنت، جفاکشی، صبر و استقلال، ایثار اور قربانی یعنی اپنی ذات اور ذاتی مفادات کو ختم کر کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لینا۔ پھر اس مقصد کے لیے اپنی ہر چیز حتیٰ کہ اپنی زندگی کو بھی داؤ پر لگا دینا۔

ایسا جہاد پیشہ ور سپاہیوں کی فوجوں سے نہیں ہوتا بلکہ ان رضاکاروں کے ذریعے ہو سکتا ہے جن کی تربیت خاص طور پر کی گئی ہو۔ جو نصب العین کو سمجھیں۔ نظریات کو اپنے جذبات بنالیں اور اصول کے سانچے میں ان جذبات کو ڈھال لیں۔ پھر ان کو کامیاب بنا لینے کے لیے اپنے آپ کو تج دینا ان کی زندگی کا آخری اور محبوب ترین مقصود ہو جائے۔

(تحریکِ ریشمی رُومال از مولانا سیّد محمد میاں علیہ الرحمۃ، ص ۸۱)

# مُجاهد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟

تالیف: أبو البراء الإبّي

وجہ نمبر: اکیس (21)

یہ تحریر تنظیم قاعدۃ الجہاد فی جزیرۃ العرب سے وابستہ یمن کے ایک مجاہد لکھاری ابو البراء الإبي کی تالیف 'تبصرة الساجد في أسباب انتكاسة المجاهد' کا ترجمہ ہے۔ انہوں نے ایسے افراد کو دیکھا جو کل تو مجاہدین کی صفوں میں کھڑے تھے، لیکن آج ان صفوں میں نظر نہیں آتے۔ جب انہیں تلاش کیا تو دیکھا کہ وہ دنیا کے دیگر دھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ اور اس سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟ یہ تحریر ان سوالوں کا جواب ہے۔ (ادارہ)

## اکیسویں وجہ: خواہشاتِ نفس کی پیروی

بعض عارفین نے فرمایا:

''طالبین کا سفر اپنے نفس پر کامیابی حاصل کرنے پر ختم ہوا۔ جس نے اپنے نفس کو زیر کر لیا، وہ کامیاب اور کامران ٹھہرا۔ اور جس کو اس کے نفس نے مغلوب کر دیا، وہ ناکام اور نامراد ہوا۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَاَمَّا مَنْ طَغٰیۙ وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاۙ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰیؕ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰیۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰیؕ (سورۃ النازعات: ۳۷-۴۱)

''تو جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا، اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا، اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔''

نفس سرکشی پر اور دنیاوی زندگی کو مقدم رکھنے پر ابھارتا ہے۔ جبکہ رب اپنے بندے کو ڈرنے کا اور اپنے نفس کو خواہشات سے منع کرنے کا کہتا ہے۔ جبکہ دل ان دونوں بلاووں کے درمیان ہوتا ہے۔ کبھی ایک کی طرف جھکتا ہے اور کبھی دوسرے کی طرف۔ اور یہی امتحان اور آزمائش کا مقام ہے۔

تو جس شخص کا معاملہ ایسا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے خالق اور فاطر کی طرف راغب ہو کہ وہ اس کے نفس کو اس کے شر سے محفوظ کرے اور نفس کو تقویٰ اور پاکیزگی عطا کرے۔ کیونکہ اللہ ہی بہترین پاکیزگی عطا کرنے والا ہے، کیونکہ اللہ ہی نفس کا رب اور مولیٰ ہے۔ اور نفس کو ایک لمحے کے لیے بھی نفس کے سپرد نہ کرے۔ کیونکہ اگر وہ اپنے نفس کو اسی کے سپرد کرے گا تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ انسان تب ہی ہلاک ہوتا ہے جب وہ اپنے آپ کو اپنے نفس کے سپرد کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خواہشات کی پیروی کرنے کی مذمت کی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ (سورۃ ص: ۲۶)

''اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے تو لوگوں میں انصاف کے فیصلے کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں خدا کے رستے سے بھٹکا دے گی۔''

اور اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو فرمایا:

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (سورۃ الجاثیہ: ۱۸)

''پھر ہم نے تم کو دین کے کھلے رستے پر (قائم) کر دیا تو اسی (رستے) پر چلے چلو اور نادانوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا۔''

اور فرمایا:

وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ (سورۃ البقرہ: ۱۴۵)

''اور اگر تم باوجود اس کے کہ تمہارے پاس دانش (یعنی وحیٔ خدا) آ چکی ہے، ان کی خواہشوں کے پیچھے چلو گے تو ظالموں میں (داخل) ہو جاؤ گے۔''

اور فرمایا:

قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ (سورۃ الانعام: ۵۶)

”کہہ دو کہ میں تمہاری خواہشوں کی پیروی نہیں کروں گا، ایسا کروں تو گمراہ ہو جاؤں اور ہدایت یافتہ لوگوں میں نہ رہوں۔“

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو بھی خواہشاتِ نفس کی پیروی سے خبر دار کیا:

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا (سورۃ النساء: ۱۳۵)

”تو تم خواہشِ نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا۔“

اور حق سبحانہٗ نے ہمیں بتایا کہ جو ہدایت اور علم کو چھوڑ کر اپنی خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتا ہے اس سے زیادہ گمراہ کوئی نہیں:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ (سورۃ القصص: ۵۰)

”اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہو گا جو خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے۔“

وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ (سورۃ الانعام: ۱۱۹)

”اور بہت سے لوگ بغیر علم کے اپنے نفس کی خواہشوں سے لوگوں کو بہکا رہے ہیں۔“

اور ہمارے نبی اکرم ﷺ نے بھی ہمیں بتایا کہ خواہشاتِ نفس کی پیروی مہلک اشیاء میں سے ہے۔ چنانچہ فرمایا:

ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ خَشْيَةُ اللهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْعَدْلُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا وَالْقَصْدُ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى. وَثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ: هَوًى مُتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُطَاعٌ وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ. [حلية الاولياء وشعب الايمان]

”تین چیزیں نجات دینے والی ہیں: اللہ تعالیٰ کی خشیت، چھپے میں بھی اور اعلانیہ بھی۔ اور عدل، چاہے غصہ میں ہو یا رضا میں۔ اور میانہ روی، چاہے غربت ہو یا امیری۔ اور تین چیزیں ہلاکت خیز ہیں: خواہشِ نفس، جس کی پیروی کی جائے۔ بخیلی، جس کی بات مانی جائے۔ اور ہر شخص کا اپنے آپ پر ناز کرنا۔“

خواہشِ نفس کی پیروی کی خطرے کے سبب اور نفس کے خلاف مجاہدے کی شدت کے سبب رسول اللہ ﷺ نے انسان کا اپنی خواہشِ نفس کے خلاف مجاہدے کو افضل ترین جہاد قرار دیا:

أَفْضَلُ الجِهَادِ أَنْ يُجاهِدَ الرَّجُلُ نَفْسَهُ وَهَواهُ. [الجامع الصغير وزياداته۔ صحيح از البانی]

”بہترین جہاد یہ ہے کہ شخص اپنے نفس اور خواہشاتِ نفس کے خلاف جہاد کرے۔“

خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے والے کو صرف خواہشات ہی نظر آتی ہیں۔ اگر وہ بولے گا تو خواہشات کی بنا پر اور اگر چپ رہے گا تو بھی خواہشات کی بنا پر۔ اگر کوئی کام کرے گا تو خواہشات کی بنا پر اور اگر نہ کرے گا تو بھی خواہشات کی بنا پر۔ اور چونکہ وہ خواہشات کے ماحول میں رہتا ہے جس کے سبب وہ گمراہ، اندھا اور بہرا ہوا۔ اور جس ماحول نے اسے قید کر رکھا ہے۔ اس لیے خواہشات ایسے شخص کو قید میں ڈال دیتی ہیں۔ جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”گرفتار وہ ہے جس نے اپنے دل کو اللہ تعالیٰ سے دور کر کے گرفتار رکھا ہے۔ اور قیدی وہ ہے جس کی خواہشات نے اسے قید کر رکھا ہے۔“

نیز شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج السنۃ میں فرمایا:

”خواہشات کی پیروی کرنے والے کو خواہشات اندھا اور بہرا کر دیتی ہیں۔ پس اسے اس معاملے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حق کا خیال نہیں رہتا، اور نہ ہی وہ کوشش کرتا ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے رضا پر راضی نہیں رہتا۔ اور نہ ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضی پر ناراض ہوتا ہے۔ وہ تب راضی ہوتا ہے جب اس کے خواہشات کے مطابق کوئی کام ہو جائے، اور تب ناراض ہوتا ہے جب اس کے خواہشات کے مخالف کوئی کام ہو جائے۔ اس کا مقصد یہ نہیں ہوتا ہے کہ دین تمام کا تمام اللہ کا ہو جائے، اور نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی بلند ہو۔ بلکہ اس کا مقصد اپنی ذات کی خاطر یا اپنے گروہ کی خاطر بدلہ لینا یا ریا کرنا۔ تاکہ اس کی تعظیم کی جائے اور تعریف کی جائے۔ یا کوئی دنیاوی غرض ہوتا ہے۔ اس کا غصہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہ تھا، اور وہ سبیل اللہ کا مجاہد نہ رہا۔ بلکہ خواہشاتِ نفس والے اپنے مخالفین پر غصے ہوتے ہیں۔ حالانکہ اگر مخالفت کرنے والے نے اجتہاد کیا ہو اور اس میں وہ معذور ہو تو اللہ اس سے ناراض نہیں ہوتا۔ دوسری طرف خواہشاتِ نفس والے تائید کرنے والوں سے راضی ہوتے ہیں۔ چاہے وہ جاہل ہو یا بدنیت ہو، نہ اس کے پاس علم ہو اور نہ اس کی نیت اچھی ہو۔ پس اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ لوگ ایسے شخص کی تعریف کرتے ہیں جس کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے تعریف نہیں

کی۔ اور ایسے شخص کی مذمت کرتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مذمت نہیں کی۔ اس طرح ان کی دوستی اور دشمنی ان کے خواہشاتِ نفس کی بنا پر ہوتی ہے۔ نہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دین پر۔"

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جسے یہ پرواہ نہ ہو کہ اسے نشے کی حالت میں دیکھا جائے۔ اور نہ اسے غرض ہو کہ وہ لوگوں کے درمیان برا مشہور ہو جائے۔ اور لوگوں کا اسے برا بھلا کہنے سے اسے تکلیف نہ ہو۔ تو ایسا شخص جانوروں میں سے ہے۔"

[اشعار کا نثری ترجمہ]

"گھٹیاپن اور خواہشاتِ نفس ایک ہی چیز ہیں، بس ان کا نام بدل ڈالا ہے۔ جو شخص خواہشات کی پیروی کرتا ہے تو گھٹیا ہو جاتا ہے۔

جب تم خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتے ہو تو خواہشات تمہاری پوجا کرتی ہیں اور تمہاری پسند کے پیچھے لگ جاتی ہیں۔"

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جس پر خواہشاتِ نفس غالب ہو جائیں اسے توفیق کے اسباب حاصل نہیں ہوتے۔"

حضرت صفوان بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"لوگوں پر ایسا زمانہ ضرور آئے گا کہ اس میں ہر شخص کا غرض اس کا پیٹ ہو گا۔ اور خواہشاتِ نفس اس کا دین ہو گا۔"

جاحظ کہتا ہے:

"اگر خواہشاتِ نفس انسان پر غالب آجائیں اور وہ اس کا تابع ہو جائے تو وہ انسان سے زیادہ جانوروں کی طرح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا ہدف، اس کا مطلوب، اس کی ہمت ہمیشہ خواہشاتِ نفس اور لذتوں کو پورا کرنے میں لگ جاتی ہے۔ اور یہ جانوروں کی صفت ہے۔ ایسے شخص میں حیا کم ہو جاتی ہے، اور بے وقوفی بڑھ جاتی ہے۔ وہ اہلِ فضیلت سے وحشت محسوس کرتا ہے، اہلِ علم اسے برے معلوم ہوتے ہیں، فسق و فجور والوں سے قریب ہوتا ہے، فحاشی اسے پسند آتی ہے، بے ہودہ لوگوں کے ساتھ رہنے میں خوشی محسوس کرتا ہے، مذاق اور لہو و لعب کی کثرت اس پر غالب ہوتی ہے۔ اور عین ممکن ہے کہ وہ اس حالت سے خود فسق و فجور میں مبتلا ہو جائے۔ اور فحاشی کا ارتکاب کرے، حرام کاموں میں واقع ہو جائے۔ بسا اوقات لذتوں سے محبت اسے مجبور کر دیتی ہے کہ وہ پیسوں کو بدترین طریقوں سے حاصل کرے۔ اور ممکن ہے کہ وہ اسے غصے، چوری، خیانت اور دوسروں کا حق چھیننے پر آمادہ کرے۔ چونکہ لذتیں پیسوں اور عزتوں کو پامال کیے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ لذت کے رسیا کو جب پیسے صحیح طریقے سے نہیں ملتے تو اس کی شہوت اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ غلط طریقوں سے حاصل کرے۔ جس کی خواہشات اس کو اس حد تک پہنچا دیں تو اس کی حالت لوگوں میں بدترین ہو جاتی ہے۔ وہ ان شریروں میں سے بن جاتا ہے جن کی خباثت سے ڈرا جائے۔ صاحبِ سلطت پر لازم ہو جاتا ہے کہ ایسوں کی تادیب کریں اور انہیں سیدھا کریں۔ انہیں دور کریں یا انہیں ملک بدر کر دیں۔ تاکہ وہ لوگوں کے ساتھ نہ ملیں جلیں۔ کیونکہ ایسے اشخاص کا لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا نقصان دہ ہے۔ خاص کر کم عمر والوں کے لیے۔ کیونکہ کم عمر جلدی دوسروں سے متاثر ہوتا ہے۔ اور اس کا نفس قدرتاً خواہشات کی طرف مائل ہوتا ہے۔ تو جب وہ دوسروں کو ایسا ارتکاب کرتے دیکھے اور اسے خواہشات میں ڈوب جانا اچھا معلوم ہو تو وہ بھی ان کی پیروکاری کی طرف مائل ہو جائے گا۔"

## خواہشاتِ نفس کا علاج:

"اس کا علاج ہر نقصان دہ چیز کو چھوڑنے پر مضبوط عزم ہے۔ اور جس کے نقصان سے نہیں بچا جا سکتا اس سے تدریجاً بچا جائے۔ جس کے لیے صبر اور مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ ایسے شخص کے لیے سات چیزیں آسانی پیدا کرتی ہیں:

۱۔ یہ سوچنا کہ انسان خواہشات کی تکمیل کے لیے نہیں پیدا ہوا۔ بلکہ اس لیے کہ اچھے انجام اور مستقبل کے لیے کام کرے۔ اگر خواہشات کو حاصل کرنا فضیلت ہوتی تو انسان خواہشات سے بے رغبتی نہ کرتا، جبکہ اسے اسباب حاصل بھی ہوں، اور جانوروں سے فرق نہ ہوتا۔ آدمی کا عقل میں وافر ہونا اور خواہشات میں وافر نہ ہونا دلیل ہے کہ عقل افضل ہے اور خواہشات ادنیٰ ہیں۔

۲۔ خواہشات کے انجام پر سوچنا۔ کہ اس نے کتنی فضیلتیں ضائع کی اور کتنے گھٹیا کاموں کا ارتکاب کیا۔ اور کتنی ایسی غلطیاں تھیں جن کے سبب گناہ کے علاوہ اس کی عزت بھی

(باقی صفحہ نمبر 41 پر)

PR_116_AQS
تاریخ: 27 صفر المظفر 1445ھ بمطابق 13 ستمبر 2023ء

# ”جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کرے تو اللہ اس کی حاجت روائی کرے گا!“

## مراکش اور لیبیا میں آنے والے زلزلوں اور سیلابوں کی بابت

---

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد

اللہ جل جلالہ کا ارشادِ پاک ہے:

مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ○ (سورۃ التغابن: ۱۱)

”کوئی مصیبت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں آتی، اور جو کوئی اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

بے شک اس کائنات میں کوئی کام اللہ جل جلالہ کی مشیت کے بغیر نہیں ہوتا۔ آلام و مصائب اور مشکلات میں اپنی مخلوق کو مبتلا کرنا اللہ جل جلالہ کی حکمتِ بالغہ ہے۔ پس اللہ جل جلالہ مختلف قسم کی مصیبتیں بھیج کر انسانوں کو عموماً اور اہلِ ایمان کو خصوصاً آزماتا ہے کہ کون ہے کہ جو اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر ایمان لے آئے اور کون ہے جو ایمان لانے کے بعد آنے والی مصیبتوں، کلفتوں اور مشکلوں کے ملنے پر صبر کرتا ہے اور اپنے ایمان و عقیدے پر ڈٹا رہتا ہے، ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ کی رضا و خوشنودی کا اعلان ہے۔ کلامِ پاک میں ایک اور جگہ اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ○ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ○ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ○ (سورۃ البقرۃ: ۱۵۵-۱۵۷)

”اور دیکھو ہم تمہیں آزمائیں گے ضرور، (کبھی) خوف سے اور (کبھی) بھوک سے (کبھی) مال و جان اور پھلوں میں کمی کر کے اور جو لوگ (ایسے حالات میں) صبر سے کام لیں ان کو خوشخبری سنا دو۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ 'ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور ہم کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے خصوصی عنایتیں ہیں، اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت پر ہیں۔“

اب تک کی اطلاعات کے مطابق مراکش اور لیبیا میں آنے والے حالیہ زلزلوں اور سیلابوں کے سبب مجموعاً تقریباً نو ہزار (۹،۰۰۰) لوگ وفات پا چکے ہیں [تقریباً تین ہزار (۳،۰۰۰) اموات کی اطلاع مراکش میں ہے اور چھ ہزار (۶،۰۰۰) اموات کی اطلاع لیبیا میں ہے]، کئی ہزار زخمی ہیں اور لاکھوں لوگ ان حادثات کے سبب بے گھر ہیں یا دیگر مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔ صرف مراکش میں متاثر ہونے والے بچوں ہی کی تعداد ایک لاکھ (۱۰۰،۰۰۰) سے زائد ہے، فحسبنا اللہ ونعم الوکیل وإنّا للہ وإنّا إلیہ راجعون!

ان حادثات کے تناظر میں ہم امتِ مسلمہ کے اہلِ خیر، رضاکاروں، فلاحی و امدادی تنظیموں اور دعوت و تبلیغ سے وابستہ حضرات سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ بڑھ چڑھ کر اپنے مسلمان بھائیوں، بہنوں، بچوں اور بوڑھوں کی نصرت کریں۔ اپنے اموال، اپنے سامان اور اپنی صلاحیتوں (مثلاً طب، ہنگامی امدادی کارروائیوں، انجینئرنگ وغیرہ) سے مصیبت زدہ اہلِ ایمان کی مدد کریں اور اس مشکل وقت میں ان کے لیے سہارا بنیں۔ ہم تمام مسلمانوں سے گزارش کرتے ہیں کہ اقوامِ متحدہ، مغربی ممالک اور ان کے تابع یا ان سے منسلک اداروں کے ذریعے امداد بھیجنے کے بجائے مسلمانوں کے زیرِ ادارت اور قائم کردہ اداروں کے ذریعے اپنی امداد و اموال بھجوائیں۔ یہ وقت داعیانِ دین کے لیے بھی بہت اہم ہے کہ وہ للہ فی اللہ اپنے مصیبت زدہ مسلمان بھائی بہنوں کی

نصرت واعانت کریں اور ساتھ ساتھ انہیں صبر اور اللہ کی جانب سے آنے والی ان مشکلات پر راضی رہنے کی تحریض دلائیں۔ مشکل کی اس گھڑی میں مسلمان رضاکاروں اور داعی حضرات کے لیے نہایت ضروری ہے کہ وہ مالی امداد، غذائی اجناس، تن ڈھانپنے کا ایسا سامان جو موسم کی شدت سے بچا سکے، عارضی ثم مستقل چھت کا انتظام وغیرہ مستحق افراد کے لیے بہم کریں اور اسی کے ساتھ مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کی حفاظت کی اہم ذمہ داری بھی نبھائیں کہ اس طرح کے حالات میں مغربی مشنری ادارے اپنی امداد اور مشنری تبلیغ سے سادہ لوح مسلمانوں کا عقیدہ خراب کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں اور آج مشنری تبلیغ کا نیا انداز لوگوں کو ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف دعوت دینے سے زیادہ لوگوں کو لادین بنانا ہے۔

اہل ایمان ہی کے خلاف دنیا بھر میں جاری جنگ کے خطِ اول پر لڑنے والے مجاہدینِ اسلام فریضۂ جہاد کی ادائیگی اور دشمن کی جانب سے پابندیوں کے سبب امدادی کارروائیوں میں حصہ لینے سے قاصر ہیں، ورنہ مجاہدینِ امت کی ایک تعداد ان حوادث کے بعد ضرور اپنے مسلمان بھائیوں بہنوں کی نصرت ومدد کے لیے پہنچتی۔ بے شک مجاہدین اسی امت کے بیٹے، محافظ اور خادم ہیں۔

ہم امدادی سرگرمیوں میں شریک افراد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ مبارک سے خوش خبری دیتے ہیں:

> وعن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه ومن كان في حاجة أخيه كان الله في حاجته ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه كربة من كربات يوم القيامة ومن ستر مسلما ستره الله يوم القيامة . (متفق عليه)
>
> حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے دشمن کے حوالے کرتا ہے، جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا ہے، جو شخص کسی مسلمان کی کسی پریشانی کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پریشانی کو دور کر دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

ہم اللہ جل جلالہ سے دعا گو ہیں کہ وہ ان حوادث میں فوت ہونے والے ہمارے مسلمان بھائیوں بہنوں کی مغفرت فرمائے، ان پر رحم کرے، جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائے۔ اللہ پاک زخمیوں کو شفایاب فرمائے اور بے گھر افراد کی نصرت واعانت فرمائے اور صبر کی توفیق کے ساتھ انہیں اجرِ عظیم سے محروم نہ فرمائے۔ ہم تسلی اور تعزیت کے لیے مراکش ولیبیا میں مشکلات کا سامنا کرنے والوں کو رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانِ مبارک یاد کرواتے ہیں:

> الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ الْمَطْعُونُ، وَالْمَبْطُونُ وَالْغَرِقُ، وَصَاحِبُ الْهَدْمِ، وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (صحيح مسلم)
>
> ”شہید پانچ (قسم کے اشخاص) ہیں: (۱) طاعون کی بیماری میں مرنے والا۔ (۲) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا۔ (۳) ڈوب کر مرنے والا۔ (۴) کسی چیز کے نیچے دب کر مرنے والا۔ (۵) اور جو شخص اللہ عزوجل کی راہ میں (لڑتے ہوئے) شہید ہوا۔“

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالى على نبينا الأمين!

---

ادارہ السحاب، برِصغیر
As-Sahab Media (The Subcontinent)

# ہمارے محبوب کا حلیۂ مبارک [صلی اللہ علیہ وسلم]

ماخذ: شمائل ترمذی و دیگر کتبِ حدیث و تفسیر

ہماری اولادیں، والدین، مال و اسباب اور یہ روح وبدن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہزار ہزار بار قربان۔ یہ آپؐ کی محبت ہے جو صدیوں سے آپؐ کا حلیہ مبارک مختلف شکلوں میں اہل علم و اہل عشق میں بیان کرواتی رہی ہے اور اصل شئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک شریعت اور آپؐ کی مبارک سنتوں کا اتباع ہے۔ رنگ کالا ہو، ہونٹ موٹے موٹے، نسل کا حبشی ہو اور ذات کا غلام، لیکن اتباع میں کامل ہو تو ماہِ نبوت کا ہالہ 'سیّدنا بلالؓ' ہو جاتا ہے۔ حضورِ پر نور کا حلیہ بھی حفظ کرتے ہیں اور آپؐ کی شریعت کی اتباع کا عزم بھی! (مدیر)

شاعرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرتِ حسانِ ابنِ ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وأحسن منك لم ترقط عيني
وأجمل منك لم تلد النساء

خلقت مبرئاً من كل عيبٍ
كأنك قد خلقت كما تشاء

”تیرے جیسا حسین، میری آنکھ نے نہیں دیکھا۔ تیرے جیسے جمال والا کسی ماں نے نہیں جنا۔ آپ ہر عیب سے پاک پیدا ہوئے۔ آپ ایسے پیدا ہوئے جیسے آپ نے خود اپنے آپ کو چاہا۔“

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن و جمال میں سے بہت تھوڑا سا ظاہر فرمایا، اگر سارا ظاہر فرماتے تو آنکھیں اس کو برداشت نہ کر سکتیں۔ یوسُف علیہ السلام کا سارا حُسن ظاہر کیا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن کی چند جھلکیاں دکھلائی گئیں، باقی سب مستور رہیں۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اس جمال کی تاب لا سکتی۔“

امِ معبد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”میں نے ایک نوجوان دیکھا، بڑا صاف ستھرا۔ حسین سفید چمکتا چہرہ گویا نوخیز کلی ہو (کلیوں میں جو رونق ہوتی ہے، وہ پھول میں نہیں ہوتی)۔ نہ ایسے موٹے تھے کہ نظروں میں جچیں نہیں اور نہ ایسے کمزور اور دُبلے تھے کہ بے رُعب ہو جائیں۔ وسیمٌ قسیمٌ تھے...... (وسیم یعنی وہ حسین جس کو جتنا دیکھیں، اس کا حُسن اتنا بڑھتا چلا جائے، جسے دیکھتے ہوئے آنکھ نہ بھرے اور قسیم یعنی جس حسین کا ہر عضو الگ الگ حُسن کی ترجمانی کرتا ہو، جس کا ہر عضو حسن میں کامل اور اکمل ہو)۔ اُس کی پلکیں بڑی دراز۔ اُس کی آنکھیں بڑی حسین، موٹی، سیاہ۔ اس کی داڑھی بڑی خوبصورت اور گھنی۔ اس کی گردن صراحی دار اور لمبی۔ آواز میں کشش اور رعب۔“

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”حضور ﷺ نہ زیادہ لمبے تھے، نہ کوتاہ قد، ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں پُر گوشت تھے (یہ صفات مردوں کے لیے محمود ہیں اس لیے کہ قوت اور شجاعت کی علامت ہیں۔ عورتوں کے لیے مذموم ہیں) حضور ﷺ کا سر مبارک بھی بڑا تھا اور اعضاء کے جوڑ کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں۔ سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی۔ جب حضور ﷺ چلتے تھے تو گویا کہ کسی اونچی جگہ سے نیچے کو اتر رہے ہیں۔ میں نے حضور ﷺ جیسا نہ پہلے دیکھا اور نہ بعد میں دیکھا۔“

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ:

”میں نے کسی کو سرخ جوڑے میں حضور اقدس ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا، آپ ﷺ کے بال مونڈھوں تک رہے ہیں، اور آپ ﷺ نہ زیادہ لمبے تھے نہ پست قد۔“

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”حضور اقدس ﷺ نہ بہت لمبے قد کے تھے نہ پستہ قد بلکہ آپ ﷺ کا قد مبارک درمیانہ تھا نیز رنگ کے اعتبار سے نہ بالکل سفید تھے چونے کی طرح، نہ بالکل گندمی کہ سانولا بن جائے (بلکہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن، پُرنور اور کچھ ملاحت لیے ہوئے تھے) حضور اقدس ﷺ کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ بالکل پیچ دار (بلکہ ہلکی سی پیچیدگی اور گھونگریالا پن تھا) چالیس برس کی عمر ہو جانے پر حق تعالیٰ جل شانہ نے آپ ﷺ کو نبی بنایا اور پھر دس برس مکہ مکرمہ میں رہے (اس میں کلام ہے جیسا کہ فوائد میں آتا ہے)۔ “

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد تھے، نہ زیادہ طویل نہ پست، نہایت خوب صورت معتدل بدن والے، حضور ﷺ کے بال نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے (بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھونگریالا پن تھا) نیز آپ ﷺ گندمی رنگ کے تھے۔ جب حضور ﷺ راستہ چلتے تو آگے کو جھکے ہوئے چلتے۔"

نواسۂ رسولؐ حضرت حسن ابنِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک دریافت کیا اور وہ حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کو بہت ہی کثرت سے اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے۔ مجھے خواہش ہوئی کہ وہ ان اوصافِ جمیلہ میں سے کچھ میرے سامنے بھی ذکر کریں تاکہ میں ان کے بیان کو اپنے لیے حجت اور سند بناؤں۔ (اور ان اوصافِ جمیلہ کو ذہن نشین کرنے اور ممکن ہو سکے تو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر حضور ﷺ کے وصال کے وقت سات سال کی تھی۔ اس لیے حضور ﷺ کے اوصافِ جمیلہ میں اپنی کم سنی کی وجہ سے تامل اور کمال تحفظ کا موقع نہیں ملا تھا) ماموں جان نے حضور ﷺ کے حلیہ شریف کے متعلق یہ فرمایا کہ:

'آپ ﷺ خود اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے شاندار تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی رتبہ والے تھے، آپ ﷺ کا چہرہ مبارک ماہِ بدر (چودھویں کے چاند) کی طرح چمکتا تھا۔ آپ ﷺ کا قد مبارک بالکل متوسط قد والے آدمی سے کسی قدر طویل تھا لیکن لمبے قد والے سے پست تھا، سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، بال مبارک کسی قدر بل کھائے ہوئے تھے۔ اگر سر مبارک میں اتفاقاً خود مانگ نکل آتی تو مانگ رہنے دیتے، ورنہ آپ ﷺ خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے۔'

(یہ مشہور ترجمہ ہے اس بنا پر یہ اشکال پیش آتا ہے کہ حضور ﷺ کا قصداً مانگ نکالنا روایات سے ثابت ہے۔ اس اشکال کے جواب میں علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس کو ابتدائے زمانہ پر محمول کیا جائے کہ اول حضور ﷺ کو اہتمام نہیں تھا، لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک یہ جواب اس لیے مشکل ہے کہ حضور ﷺ کی عادتِ شریفہ مشرکین کے مخالف اور اہل کتاب کی موافقت کی وجہ سے مانگ نہ نکالنے کی تھی، اس کے بعد پھر مانگ نکالنی شروع فرمادی، اس لیے اچھا ترجمہ جس کو بعض علماء نے ترجیح دی ہے وہ یہ کہ اگر بسہولت مانگ نکل آتی تو نکال لیتے اور اگر کسی وجہ سے بسہولت نہ نکلتی اور کنگھی وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو اس وقت نہ نکالتے، کسی دوسرے وقت جب کنگھی وغیرہ موجود ہوتی نکال لیتے)۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"حضور اکرم ﷺ فراخ دہن تھے، آپ ﷺ کی آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے، ایڑی مبارک پر بہت کم گوشت تھا"۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

"میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضور اقدس ﷺ کو دیکھ رہا تھا۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپ ﷺ کو، بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ حضور ﷺ چاند سے کہیں زیادہ جمیل وحسین اور منور ہیں۔"

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ:

کسی شخص نے حضرت براء سے پوچھا کہ کیا حضور اقدس ﷺ کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح شفاف تھا۔ انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ بدر کی طرح روشن گولائی لیے ہوئے تھا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"حضور اقدس ﷺ اس قدر صاف شفاف، حسین وخوب صورت تھے کہ گویا کہ چاندی سے آپ ﷺ کا بدن مبارک ڈھالا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے بال مبارک قدرے خم دار گھونگریالے تھے۔"

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ

"مجھ پر سب انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام پیش کیے گئے یعنی مجھے دکھائے گئے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو میں نے دیکھا تو ذرا پتلے دبلے بدن کے آدمی تھے گویا کہ قبیلہ شنوئیہ کے لوگوں میں سے ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو ان سب لوگوں میں سے جو میری نظر میں ہیں عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) ان سے زیادہ ملتے جلتے معلوم ہوئے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں سے میں خود ہی ان کے ساتھ مشابہ ہوں، ایسے ہی اسرائیل (یعقوب) علیہ السلام کو دیکھا تو ان کے ساتھ زیادہ مشابہ ان لوگوں میں سے جو میری نظر میں ہیں وہ دحیہ کلبی ہیں۔"

سعید جریری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

”حضور اقدس ﷺ کو دیکھنے والوں میں اب روئے زمین پر میرے سوا کوئی نہیں رہا۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھ سے حضور ﷺ کا کچھ حلیہ بیان کیجیے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ سفید رنگ تھے ملاحت کے ساتھ یعنی سرخی مائل اور معتدل جسم والے تھے۔“

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”حضور اقدس ﷺ کے اگلے دانت مبارک کچھ کشادہ تھے، گنجان نہ تھے جب حضور اقدس ﷺ تکلم فرماتے تو ایک نور سا ظاہر ہوتا جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا۔“

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”حضور ﷺ میانہ قد تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان اوروں سے قدرے زیادہ فاصلہ تھا (جس سے سینہ مبارک چوڑا ہونا بھی معلوم ہوگیا) گنجان بالوں والے، جو کان کی لو تک ہوتے تھے، آپ ﷺ پر ایک سرخ دھاری کا جوڑا یعنی لنگی اور چادر تھی۔ میں نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی۔“

ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں (یعنی پوتے ہیں) وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کا بیان فرماتے تو کہا کرتے تھے کہ:

”حضور ﷺ نہ زیادہ لمبے تھے، نہ زیادہ پستہ قد بلکہ میانہ قد لوگوں میں تھے۔ حضور ﷺ کے بال مبارک نہ بالکل پیچ دار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لیے ہوئے تھے۔ نہ آپ ﷺ موٹے بدن کے تھے نہ گول چہرہ کے البتہ تھوڑی سی گولائی آپ ﷺ کے چہرہ مبارک میں تھی (یعنی چہرہ انور نہ بالکل گول تھا نہ بالکل لانبا بلکہ دونوں کے درمیان تھا) حضور ﷺ کا رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ حضور ﷺ کی مبارک آنکھیں نہایت سیاہ تھیں اور پلکیں دراز، بدن کے جوڑوں کی ہڈیاں موٹی تھیں (مثلاً کہنیاں اور گھٹنے اور ایسے ہی دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ بھی موٹی اور پُر گوشت تھی، آپ ﷺ کے بدن مبارک پر (معمولی طور سے زائد) بال نہیں تھے (یعنی بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے بدن پر بال زیادہ ہوتے ہیں حضور ﷺ کے بدن مبارک پر خاص خاص حصوں کے علاوہ جیسے بازو پنڈلیاں وغیرہ ان کے علاوہ اور کہیں بال نہ تھے) آپ ﷺ کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی آپ ﷺ کے ہاتھ اور قدم مبارک پُر گوشت تھے۔

جب آپ ﷺ تشریف لے چلتے تو قدموں کو قوت سے اُٹھاتے گویا کہ پستی کی طرف چل رہے ہیں، جب آپ کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن مبارک کے ساتھ توجہ فرماتے تھے (یعنی یہ کہ صرف گردن پھیر کر کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ اس لیے کہ اس طرح دوسروں کے ساتھ لاپرواہی ظاہر ہوتی ہے اور بعض اوقات متکبرانہ حالت ہو جاتی ہے، بلکہ سینہ مبارک سمیت اس طرف رخ فرماتے۔ بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بھی فرمایا ہے کہ جب آپ ﷺ توجہ فرماتے تو تمام چہرہ مبارک سے فرماتے، کن اکھیوں سے نہیں ملاحظہ فرماتے تھے۔) آپ ﷺ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ سخی دل والے تھے۔ اور سب سے زیادہ سچی زبان والے تھے۔ سب سے زیادہ نرم طبیعت والے تھے۔ اور سب سے زیادہ شریف گھرانے والے تھے۔ (غرض آپ ﷺ دل و زبان، طبیعت، خاندان، ذاتی اور نسبتی اوصاف ہر چیز میں سب سے زیادہ افضل تھے) آپ ﷺ کو جو شخص یکایک دیکھتا مرعوب ہو جاتا تھا (یعنی آپ ﷺ کا وقار اس قدر زیادہ تھا کہ اول میں دیکھنے والا رعب کی وجہ سے ہیبت میں آجاتا تھا) اول تو جمال اور خوبصورتی کی وجہ سے بھی رعب ہوتا ہے، اس کے علاوہ جب کمالات کا اضافہ ہو تو پھر رعب کا کیا پوچھنا۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ کو جو مخصوص چیزیں عطا ہوئیں، ان میں رعب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا۔ اور جو شخص پہچان کر میل جول کرتا تھا وہ (آپ ﷺ کے اخلاق کریمہ و اوصاف جمیلہ کا گھائل ہو کر) آپ ﷺ کو محبوب بنا لیتا تھا۔ آپ ﷺ کا حلیہ بیان کرنے والا صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے حضور ﷺ جیسا باجمال و باکمال نہ حضور ﷺ سے پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا۔“

اللھم صلِ وسلّم علیٰ نبیّنا محمد و علیٰ آلِ محمد

☆☆☆☆☆

# آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ[1]

آپ ﷺ کے حقوق میں جو امت کے ذمہ ہیں جن میں ام الحقوق[2] محبت و متابعت فی الاصول والفروع[3] ہے۔ جاننا چاہیے کہ کسی سے محبت ہونا اور اس محبت کا مقتضا متابعت ہونا تین سبب سے ہوتا ہے۔ ایک کمال محبوب کا، جیسے عالم سے محبت ہوتی ہے، شجاع سے محبت ہوتی ہے اور دوسرا جمال، جیسے کسی حسین سے محبت ہوتی ہے۔ تیسرا نوال یعنی عطا و احسان، جیسے اپنے منعم و مربی سے محبت ہوتی ہے۔ جناب رسول ﷺ کی ذاتِ مقدسہ میں تینوں وصف علی سبیل الکمال مجتمع ہیں۔ وصف اول سے یہ تمام رسالہ مشحون[4] ہے۔ دوسرا وصف فصل اکیسویں میں مخزون[5] ہے اور چوتسویں فصل لانے سے مقصود خاص تیسرے وصف کا مضمون ہے۔ جب تینوں وصف جو علت و محبت ہیں آپ ﷺ میں جمع ہیں تو خود اس کا طبعی مقتضا ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ امت کو اعلیٰ درجہ کی محبت ہونی چاہیے اگر نص شرعی[6] بھی نہ ہوتی۔ اور جبکہ نصوصِ شریعہ بھی اس کے ایجاب میں موجود ہیں تو داعی عقل و طبع کے ساتھ داعی شرعی بھی مل کر آپ ﷺ کے وجوبِ محبت کو پختہ کرتا ہے اور در حقیقت اعظم غایت[7] اس رسالہ کی اسی امر کی طرف اہلِ ایمان کو متوجہ کرنا ہے اور یقینی امر ہے کہ ان اسبابِ دواعی کے ہوتے ہوئے محبت کے اتباع کا انفکاک[8] عادۃً محال ہے۔ جس درجہ کی محبت ہوگی اسی درجہ کا اتباع ہوگا اور ظاہر ہے کہ محبت علیٰ سبیل الکمال[9] واجب ہے۔ پس متابعت بھی علیٰ سبیل الکمال واجب ہوگی اور اس میں گو کسی کو بھی کلام نہیں ہو سکتا محض تجدید استحضار کے لیے مختصر طور تنبیہ کر دی گئی اور اسی کی تقویت کے لیے چند روایات بھی ذکر کی جاتی ہیں۔

**پہلی روایت:** حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم کذا فی المشکوٰۃ۔ یعنی اگر میری مرضیات میں تزاحم[10] ہو تو جس کو ترجیح دی جاوے اسی کے محبوب ہونے کی یہ علامت ہوگی۔

**دوسری روایت:** امام بخاریؒ نے ایمان و نذور میں عبداللہ بن ہشام سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ میرے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں بجز میرے نفس کے جو میرے پہلو میں ہے (یعنی وہ تو بہت ہی محبوب ہے)۔ جناب رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک خود اس کے نفس سے بھی زیادہ اس کو میں محبوب نہ ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی کہ آپ میرے نزدیک میرے اس نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں جو میرے پہلو میں ہے۔ جناب رسول ﷺ نے فرمایا کہ بس اب بات ٹھیک ہوئی۔ کذا فی المواہب۔ حضرت عمرؓ نے اول محبت بلا اسباب کو محبت بالاسباب سے اقویٰ سمجھ کر نفس کو مستثنیٰ کیا پھر آپ کے ارشاد سے کہ نفس سے بھی زیادہ محبوب رکھنا ضروری ہے، یہ سمجھ گئے کہ اقویٰ ہونے کا مدار کوئی ایسا امر ہے کہ اس کے اعتبار سے کوئی چیز نفس سے بھی زیادہ محبوب ہو سکتی ہے۔ مثلاً یہ کہ آپ کی خوشی کو نفس کی خوشی پر طبعاً مقدم و راجح پایا سو اس حقیقت کے انکشاف کے بعد آپ کی احبیت من النفس[11] کا مشاہدہ کیا اور خبر دی۔ اور مواہب کے مقصد سابع میں دوسرے صحابہؓ کی بھی حکایتیں محبت کی عجیب و غریب ذکر کی ہیں۔

**تیسری روایت:** حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی، مگر جس نے میرا کہنا قبول نہ کیا۔ عرض کیا گیا کہ قبول کس نے نہیں کیا۔ فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے قبول نہیں کیا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے کذا فی المشکوٰۃ۔ صحابہؓ کے اس سوال سے معلوم ہوا کہ یہ اباء[12] مخصوص بہ کفر[13] نہیں ہے ورنہ اس میں کون سا خفا تھا۔ پس آپ ﷺ کا اتباع نہ کرنے کو اباء سے تعبیر فرمایا گیا۔ اس سے متابعت کا وجوب ثابت ہوا۔

**چوتھی روایت:** حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے کذا فی المشکوٰۃ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علامت

---

[1] جمع و انتخاب: مولانا جمیل احمد تھانوی از نشر الطیب: حضرت تھانویؒ

[2] حقوق کی اصل

[3] اصول اور فروع کا اتباع

[4] بھرا ہوا

[5] خزانہ میں رکھی ہوئی

[6] شرعی حکم

[7] بڑا مقصود

[8] جدا ہونا

[9] کامل درجہ کی

[10] اولاد ماں باپ کی محبت ایک بات کا تقاضا کرتی ہے اور حضور ﷺ کی محبت دوسری بات میں ہے تو ایسے وقت میں آپ ﷺ کی مرضیات پر عمل کرنا آپ ﷺ کی محبت کی دلیل ہے۔

[11] نفس سے زیادہ محبوب ہونا

[12] انکار

[13] کفر کے ساتھ خاص نہیں

آپ ﷺ کی محبت کی آپ ﷺ کی سنت کی محبت ہے اور آپ ﷺ کی محبت کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ مفتاحِ جنت ہے اور جنت کے ساتھ حضور ﷺ کی معیت کا بھی موجب ہے۔

**پانچویں روایت:** حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو جناب رسول ﷺ نے شراب پینے کے جرم میں سزا دی پھر وہ ایک دن حاضر کیا گیا پھر آپ ﷺ نے حکم سزا کا دیا۔ ایک شخص نے مجمع میں سے کہا کہ اے اللہ! اس پر لعنت کر، کس قدر کثرت سے اس کو (اس مقدمہ میں) لایا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر لعنت مت کرو، واللہ میرے علم میں یہ اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔ اس حدیث سے چند امور ثابت ہوئے۔ ایک بشارت مذنبین[1] کو کہ ان سے اللہ ورسول کی محبت کی نفی نہیں کی گئی۔ دوسری تنبیہ مذنبین کو کہ نری محبت سزا سے بچنے میں کام نہ آئی تو کوئی اس ناز میں نہ رہے کہ بس خالی محبت بدون اطاعت کے سزائے جہنم سے بچالے گی۔ البتہ بعد بعید من الرحمۃ[2] سے بچا سکتی ہے کہ نہی عن اللعنۃ سے معلوم ہوا۔ پس جو سزا آخرت کی اس ملعونیت پر مرتب ہے یعنی خلود[3] اس سے یہ محبت بچالے گی، بعد سزا کے مغفرت ہو جائے گی۔ تیسری فضیلت محبت کی جیسا کہ ظاہر ہے۔ چوتھا، تفاوت مراتب محبت کا کہ باوجود ایک عصیان[4] کے اثبات محبت کا حکم فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ متابعت کامل نہ ہونے سے گو کمال محبت کا حکم نہ ہو گا مگر نفس متابعت سے کہ ادنی درجہ اس کا کفر سے نکلتا ہے کوئی درجہ محبت کا ثابت کیا جاوے گا۔ پانچویں، مومن خواہ کتنا ہی گناہ گار ہو مگر اس پر لعنت نہ کرنا چاہیے۔ اس سے عظمت ثابت ہوتی ہے اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کی کہ اس کا ایک شمہ[5] بھی گو مقرون بالمعاصی[6] ہو مانع عن اللعنۃ[7] ہے۔ تو اس کا کامل اور خالص درجہ کیسا کچھ موثر ہو گا۔

جرعہ خاک آمیز چوں مجنون کند
صاف گر باشد ندانم چوں کند[8]

يا سائرا نحو الحمى بالله قف في بانه
واقرأ طوا مير الجوى منى على سكانه

اے جانے والے بجانب گیاہ زار کے اللہ کے لیے اس کے باغ درخت بان میں ذرا ٹھہرنا اور میری طرف دفاترِ غم اس کے رہنے والوں میں پڑھ کر سنانا

اي تسئلو عن حالتي في السقم منذ فقدتهم
فالقلب في خفقانه والرأس في دورانه

اگر وہ میری حالت بیماری کے بارے میں دریافت کریں جب سے میں ان سے غائب ہوا ہوں پس قلب اپنے خفقان میں ہے اور سر اپنے دوران میں ہے

ان فتشوا عن دمع عيني بعدهم قل حاكيا
كالغيث في تهتانه والبحر في ميجانه

اگر وہ میرے اشکِ چشم کے متعلق اپنے بعد کے زمانہ میں تحقیق کریں تو بطور حکایت کے کہنا کہ مثلِ ابر کے ہے اس کے برسنے میں اور مثلِ بحر کے ہے اس جوش میں

لكنه مع ماجري مشغوف حب المصطفى
فخياله في قلبه وحديثه بلسانه

لیکن وہ محب باوجود اس تمام تر ماجرے کے فریفتہ ہے عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا پس آپ کا خیال اس کے قلب میں ہے آپ کا تذکرہ اس کی زبان پر ہے

ولطالا يدعو لحاحا في الدعاء مبالغاً
ليطوف في بستانه ويشم في ريحانه

اور بہت زمانۂ طویل سے دعا کر رہا ہے اور دعا میں الحاح ومبالغہ کر رہا ہے تاکہ وہ آپ کے باغ میں طواف کرے اور آپ کے ریحان سے خوشبو سونگھے

يا من تفوق أمره فوق الخلائق في العلا
حتى لقد أثنى عليك الله في قرآنه

اے وہ ذات پاک جن کا رتبہ تمام خلائق پر بلندی میں فائق ہو گیا یہاں تک کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں ثنا فرمائی

صلى عليك الله أخر دهره متفضلا
مترحما وحيالك الموعود من أحسانه

اللہ تعالیٰ آپ پر درود نازل فرماوے زمانہ کے اخیر تک تفضل کرتا ہوا اور ترحم فرماتا ہوا اور آپ کو اپنے احسانات موعودہ عطا فرماوے

## بعض حکم درود شریف

بعد بیانِ فضیلت کے بمقتضائے وارد قلبی اس کی بعض حکمتیں لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

[1] گناہ گاروں
[2] رحمت سے بہت دوری
[3] ہمیشہ رہنے
[4] گناہ
[5] قطرہ
[6] گناہوں سے ملا ہوا
[7] لعنت سے روکنے والا
[8] ایک خاک آمیز گھونٹ نے جب مجنوں بنا دیا ہے اگر خالص محبت کی شراب میسر آجاتی تو نہ معلوم کیا کرتی

**حکمت اول:** جناب رسول ﷺ کے احسانات امت پر بے شمار ہیں، کہ صرف تبلیغ ماموریہ ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ان کی اصلاح کے لیے تدبیریں سوچیں، ان کے لیے رات رات بھر کھڑے ہو کر دعائیں کیں، ان کی احتمال مضرت سے دلگیر ہوئے اور تبلیغ گو ماموریہ[1] تھی لیکن تاہم اس میں واسطۂ نعمت تو ہوئے بہر حال آپ محسن بھی ہیں اور واسطۂ احسان بھی۔ پس اس حالت میں مقتضا فطرتِ سلیمہ کا یہ ہوتا ہے کہ ایسی ذات کے واسطے دعائیں نکلتی ہیں خصوصاً جبکہ مکافاتِ بالمثل نہ ہو سکے اور ہمارا عاجز ہونا اس مکافات سے ظاہر ہے کیونکہ ان نعماء[2] کا اضافہ غیر نبی سے نبی پر محالات سے ہے اور دعائے رحمت سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں اور اس میں بھی رحمتِ خاصہ کاملہ کی دعا جو کہ مفہوم ہے درود کا۔ اس لیے شریعت نے اسے فطرتِ سلیمہ کے مطابق درود شریف کا امر کہیں وجوباً کہیں استحباباً فرمایا۔ و نحوہ فی المواہب۔

**حکمت دوم:** چونکہ آپ ﷺ حق تعالیٰ کے محبوب ہیں اور محبوب کے لیے کسی خیر کی درخواست کرنا گو محبوب کو بوجہ اس کے کہ جس سے درخواست کی جاوے وہ خود بوجہ محبت کے وہ خیر اس محبوب کو پہنچاوے گا۔ اس خیر کے ملنے میں اس درخواست کی حاجت ہی نہ ہو لیکن ایسی درخواست کرنا خود سبب ہوتا ہے اس درخواست کرنے والے کے تقرب کا، پس درود شریف میں چونکہ درخواستِ رحمت ہے محبوبِ حق کے لیے، اس لیے یہ ذریعہ ہو جاوے گا خود اس شخص کو حق تعالیٰ کی رضا و قرب میسر ہونے کا۔ و نحوہ فی المواہب۔

**حکمت سوم:** نیز اس درخواست میں اظہار ہے آپ ﷺ کے شرفِ خاص عبدیت کاملہ کا کہ رحمتِ الٰہی کی آپ ﷺ کو بھی ضرورت ہے۔ وہذا من سوانح الوقت۔

**حکمت چہارم:** چونکہ آپ ﷺ بھی بشریت[3] میں، مادیت[4] میں، عنصریت[5] میں امت کے ساتھ شریک ہیں اور بعض امور زائدہ مثل کثرتِ مال وغیرہ میں اوروں کے ساتھ ساتھ مساوی بھی نہیں اور یہ اشتراک اور عدم مساوات بسا اوقات منجر[6] ہو جاتا ہے استنکاف[7] کی طرف اعتقاد و عظمت و اتباعِ ملت سے، جیسا امم ضالہ[8] کو پیش آیا کہ بعض نے یوں کہا ’فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ‘[9] اور بعض نے کہا ’فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ‘[10] کسی نے کہا ’وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ‘[11]۔ اس لیے درود شریف میں اس کا پورا علاج ہے کیونکہ اس میں دعا ہے رحمتِ خاصہ کی تو استحضار ہوا اس کا کہ آپ ﷺ رحمتِ خاصہ کے مستحق ہونے میں سب سے ممتاز ہیں۔ تو اس اشتراک کے ساتھ اس امتیاز کو بھی تو دیکھو جس کے سامنے دوسروں کا امتیازِ مالی وغیرہ گرد ہے اور نیز اس میں حکمت اول کے لحاظ سے استحضار ہے اس کا کہ ہم لوگ آپ کے ممنون ہیں اور عظمت و سنت کا استحضار رافع[12] ہوتا ہے استنکاف[13] کا بالخصوص جب نام مبارک کے قبل لفظ سیدنا و مولانا وغیرہ بھی بڑھایا جاوے اور نامِ مبارک کے بعد ایسے صفات بڑھائے جاویں جن میں صریح ہو آپ ﷺ کے جدوجہد کی اشاعتِ دین کے لیے جو اعظم احسانات ہے ہم پر اور اس رفع استنکاف سے افتقار[14] و انکسار[15] حادث[16] ہو گا جو کہ اعظم مقامات مقصودہ سے ہے۔ خصوص اس محل میں جس کے معظم ہونے کا نصوص میں اہتمام کیا گیا ہو جیسے مقبولانِ الٰہی بالخصوص حضراتِ انبیاء علیہم السلام پھر خصوص سردارِ انبیاء کہ آپؐ کی طرف افتقار کا استحضار عین مرضیٔ حق اور آپ سے اباء[17] استغنا بغایت نامرضی ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سورۃ الجمعہ: ۲)

”وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں اسی کی قوم میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو عقائدِ باطلہ اور اخلاقِ ذمیمہ سے پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانش مندی کی باتیں سکھلاتے ہیں اور یہ لوگ آپ کی بعثت سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔“

---

[1] حکم کیے ہوئے

[2] نعمتوں

[3] آدمیت

[4] مادہ ہونے

[5] عنصر ہونے

[6] کھینچ لینا

[7] برا سمجھنے کی طرف

[8] گمراہ امتوں

[9] ”چنانچہ وہ باہم کہنے لگے کہ کیا ہم ایسے دو اشخاص پر جو ہماری طرح کے آدمی ہیں ایمان لے آئیں اور ان کے مطیع بن جائیں حالانکہ ان کی قوم کے لوگ تو خود ہمارے زیرِ حکم ہیں۔“ (سورۃ المؤمنون: ۴۷)

[10] ”اور کہنے لگے ایسے شخص کا اتباع کریں گے جو ہماری جنس کا آدمی ہے اور اکیلا ہے تو اس صورت ہم بڑی غلطی اور بلکہ جنون میں پڑ جائیں گے۔“ (سورۃ القمر: ۲۴)

[11] ”یہ قرآن اگر کلام الٰہی ہے تو ان دو بستیوں (مکہ اور طائف) کے رہنے والوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا۔“ (سورۃ الزخرف: ۳۱)

[12] اٹھانے

[13] برا سمجھنے

[14] محتاجگی

[15] عاجزی

[16] پیدا ہوئی

[17] انکار

**حکمت پنجم:** بعض طبائع[1] میں غلبہ مذاق توحید کے وسائط[2] کے ساتھ کہ ان وسائط میں انبیاء بھی ہیں دل زیادہ آویختہ[3] نہیں ہوتا، گو بعد حصول قدر[4] واجب اعتقاد و انقیاد رسول اللہ ﷺ کی اس زیادۃ کا انتفاء[5] مضر نہیں جیسا کہ مواہب کے مقصد سابع میں امام قشیری سے ابو سعیف خراز کی حکایت نقل کی ہے کہ انہوں نے خواب میں جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ کو معذور رکھیے کہ خدائے تعالیٰ کی محبت مجھ کو آپ کی محبت میں مشغول نہیں ہونے دیتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے مبارک! جو شخص حق تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ مجھی سے محبت کرتا ہے۔ (کیونکہ یہ تو وہ جانتا ہی ہے کہ میرے توسط سے تو یہ بات نصیب ہوئی اور اس جاننے کے بعد ممکن نہیں کہ واسطہ سے محبت نہ ہو گو التفات نہ ہو۔ سو امر ضروری محبت ہے نہ کہ التفاتِ دائم۔) اور بعض نے کہا کہ یہ واقعہ ایک انصاری عورت کا سرکار نبوی ﷺ کے ساتھ جاگنے میں پیش آیا تھا۔ لیکن کمال حال یہ ہے کہ جس واسطہ کی طرف اسی واحدِ حقیقی[6] نے التفات کرنے کو اپنی رضا کا ذریعہ فرمایا ہے اس کی طرف التفات کرنے کو ذوق بھی شاغل عن التوحید[7] نہ سمجھے بلکہ مکمل توحید جانے جیسا کوئی اپنے معشوق کے پاس جانا چاہے اور وہ معشوق اپنا ایک مقربِ خاص اس کے پاس بھیج دے کہ اس کو اپنے ہمراہ لے آوے تو مقتضائے عقل یہ ہے کہ جس قدر اپنے محبوب کی مقصودیۃ حقیقیہ اس کے دل میں بسی ہوئی ہوگی اسی قدر ہر قدم پر اس موصل الی المقصود[8] کے قدم و زبان پر اس کی توجہ ہوگی کیونکہ اس میں کمی ہونے سے خود وصول الی المقصود[9] ہی مشکوک ہو جاوے گا۔ جس کو یہ ناگوار اور محبوب بالذات کی مقصودیۃ حقیقیہ کے خلاف سمجھے گا سی طرح جب اس عاشق کو معلوم ہو گا کہ میں جس قدر اس کا اکرام اس محب کی نظر میں ہو گا اس درجہ کا التفات موصل کی حرکت و سکون پر ہو گا۔ اسی طرح حضور ﷺ کی طرف جس قدر التفات[10] ہو وہ عین علامت ہو گی واحد تعالیٰ کے مطلوب و ملتفت الیہ ہونے کی۔ پس دونوں التفاتوں میں تزاحم[11] نہ ہوا بلکہ تلازم[12] ہوا۔ پس اس ذوقی نقص کے رفع کرنے کے لیے درود شریف مشروع ہوا گویا صلوا علیہ وسلموا تسلیما میں حکم ہوا کہ اس واسطہ کی طرف توجہ بالاحترام کرنے سے ہم خوش ہوتے ہیں۔

پس اگر کوئی ہمارا اور ہماری رضا کا طالب ہے تو اس واسطہ کی طرف توجہ بالاحترام کرے اور اس کو اشتغال بالغیر[13] نہ سمجھے کیونکہ اشتغال بالغیر بالمعنیٰ الاعم[14] منافی توحید نہیں بلکہ اشتغال بالغیر بایں معنیٰ کہ وہ غیر حاجب ہو مقصود سے منافی توحید ہے اور جو غیر کہ خود موصل ہو اس کی طرف توجہ کرنا تو لوازم توحید سے ہے کہ بدون اس کے توحید ہی تک وصول نہیں ہوتا۔

وھاتان الحکمتان من سوانح سالف الوقت۔

☆☆☆☆☆

## غیر مسلم کی قیادت میں مسلمان کی جدوجہد

”مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ جنگِ عظیم اول کے زمانے میں کابل میں موجود ہندوستانی مشن کے ممبر مولانا برکت اللہ صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں: ”انڈین سوسائٹی برلن نے پوری دانشمندی سے اس ہندو تحریک کو ہندوستان کا رنگ دینے کے لیے مولانا برکت اللہ صاحب کو بھی برائے نام اس میں شریک کیا۔ مولانا برکت اللہ صاحب مرحوم کی شمولیت کو جس قدر ہم بے معنی دکھلا رہے ہیں، اس کا مولانا کی شخصیت سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ مسلمانوں کی اس غفلت کی سزا ہے جو اپنے آپ کو اقلیت میں فرض کرکے اکثریت کے رحم پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ جب ایک شخص کے ذہن میں ٹھونس دیا جائے کہ تم اس بت کدے کی اجازت نہ ہونے کی صورت میں کوئی کام نہیں کرسکتے، تو اس شخص کے بیکار ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ میں اپنا مطلب واضح کرنے کے لیے ایک دو مثالیں لکھتا ہوں۔ مولانا محمد علی اور مولانا ابو الکلام آزاد جب اپنا اختیار مہاتما گاندھی کے سپرد کرتے ہیں تو کیا وہ اپنی قربانیوں سے مستفید ہوسکتے ہیں؟ یا ڈاکٹر [مختار احمد] انصاری کو اگر سوامی شردہانند کے ساتھ وابستہ کر دیا جائے تو اس کی محنت کوئی نتیجہ دے سکتی ہے؟ اسی طرح اگر مولانا برکت اللہ مرحوم راجہ [مہندر پرتاب] صاحب سے اختلاف کرکے اپنا کام جاری نہیں رکھ سکتے تو ان کی ہاں میں ہاں میں ملانے سے سوا چارہ ہی کیا ہے“۔

(سیاسی ڈائری بحوالہ نقشِ حیات، ص ۵۷۷)

کیا مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات بھارتی مسلمانوں کے حالات کی تصویر کشی نہیں ہے؟!“

[1] طبیعتوں
[2] واسطوں
[3] لگتا
[4] واجب کی مقدار حاصل ہوجانے کے
[5] اٹھ جانا
[6] اللہ تعالیٰ
[7] توحید سے روکنے والا
[8] مقصود تک پہنچانے والا
[9] مقصود تک پہنچنا
[10] توجہ
[11] ٹکراؤ
[12] ایک دوسرے کے لازم
[13] غیر سے مشغول ہونا
[14] عام معنیٰ کے اعتبار سے

# ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضور ﷺ کا ذکرِ مبارک زبان سے یا قلم سے، نظم ہو یا نثر، ایک عبادت اور کارِ ثواب ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں طرح طرح سے آپ ﷺ کا ذکر فرمایا ہے۔ انبیائے کرام کے ذکر کو دلوں کو ثابت و مطمئن بنانے والا قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کے ذکر کی رفعتِ شان کا اعلان فرمایا: "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ"[1]۔ حضور ﷺ کی بعثت کو تمام مسلمانوں پر ایک احسانِ عظیم بتایا: " لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا "[2]۔ اور خود حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بہت بہت بار اور بار بار ہر طرح سے ذکرِ مبارک فرمایا، حق تعالیٰ نے حضور ﷺ سے وعدہ کیا کہ جو ایک بار آپ پر درود شریف پڑھے گا اس پر دس رحمتیں نازل ہوں گی۔

افسوس جس محسن اعظم ﷺ کے طفیل بت پرستی اور کفر و شرک کی غلاظتوں سے نجات ملی، عذابِ ابدی سے بچ کر ہمیشہ ہمیشہ کی جنت اور جنت کی وہ نعمتیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی دل پر خیال تک ہو کر گزریں مقرر ہوئیں، ہم احسان فراموش و ناقدر شناس اپنے ایسے محسن کے ذکر و اذکار سے بھی غافل ہیں یا کچھ کرتے ہیں تو اس طرح کہ 'نیکی برباد گناہ لازم' یا صحیح طریقے سے بھی کرتے ہیں تو ناقص اور کوتاہ۔

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

ادارہ فروغِ اسلام کی تحریک پر جی چاہا کہ اس لذیذ ترین عبادت کا صحیح طریقِ کار اور اس میں کی جانے والی کوتاہیاں عرض کر دی جائیں تاکہ مسلمان ایسے محسنِ اعظم کے احسان فراموش نہ بن سکیں اور عبادت کو ناقص و کوتاہ یا غیر عبادت یا گناہ سے مخلوط کر کے کارِ خیر کی جگہ کارِ شر نہ کرنے لگیں۔

ذکرِ رسول ﷺ ایک دریائے ناپیدا کنار ہے۔ اس کے ٹھاٹھیں مارنے والے سمندر کو طرح طرح کی تقییدات کے کوزوں میں قید کر لینا اچھی بات نہیں۔ ایک قسم کی ناقدری اور بعض دفعہ گستاخی بن جاتا ہے۔ ذرا اس کی وسعت کی جھلک ملاحظہ کیجیے۔

## مراتبِ ذکرِ رسول ﷺ

ذاتِ مبارک کا ذکر اور اس کے بہت سے مرتبے ہیں۔ (الف) ابتدائے عالم سے تا بہ ولادت شریفہ (ب) ولادت مبارکہ (ج) بچپن (د) جوانی (ہ) جوانی کے بعد سے وفات تک (و) وفات (ز) بعد وفات (ح) قیامت اور درجاتِ عالیہ[3] (ط) شفاعت (ی) جسم مبارک کے یہ سب ادوار حیات نبوت اور روح معلّیٰ[4] کے تمام انوار و کمالات (یا) حسن اعضاء سر سے لے کر پیر تک (یب) قوت جسمی (یج) قوت گویائی (ید) قوت نظر (یہ) قوت سماعت (یو) قوت احساسات (یز) قوت ذہن (یح) قوت حفظ (یط) قوت عقل (ک) قوت دل (کا) قوت توکل (کب) قوت حب الٰہی (کج) قوت حضور[5] و استحضار (کد) قوت معیت الٰہی (کہ) افضلیت از انبیاء و ملائکہ بلکہ خدا کے بعد ہر موجود سے (کو) خاتمیت باعتبار نبوت و رسالت و جملہ کمالات ظاہری و باطنی اختیاری و غیر اختیاری (کز) خاتمیت باعتبار دین و کتاب و معجزات (کح) خاتمیت باعتبار علم (کط) خاتمیت باعتبار اخلاق و اعمال (ل) خاتمیت باعتبار تبوع[6] کل مخلوق۔

## حقیقتِ ذکر

لیکن اگر غور کیا جائے کل تیس کے تیس شعبہ ہائے حیات کا ذکرِ مبارک حقیقت میں ذکرِ رسول ﷺ نہیں ہے۔ صرف مجازی معنی سے کہ ذات رسالت ماب ﷺ کے متعلق ہیں، ذکرِ رسول ہیں ورنہ در حقیقت چونکہ یہ سب اختیاری امور نہیں ہیں محض حق تعالیٰ کے عطائے خاص ہیں ان کا ذکر شریف حضرت حق جل و علا شانہٗ کے عطا و نعمت کا ذکر ہے، اور نعمت ہائے عظیمہ کا ذکر خالق کا شکر ہے۔ اس لیے ان کا ذکر اصل ذکرِ رسول ﷺ نہیں بلکہ شکرِ حضرتِ حق[7] ہے۔

## اقسامِ ذکرِ رسول ﷺ

امورِ اختیاریہ جن کا صادر ہونا حضور ﷺ کے اختیار سے ہوا ہے جو حقیقی ذکرِ رسول ﷺ ہیں۔ مثلاً حضور ﷺ کے تمام نظریات، تمام عبادات، تمام معاملات، تمام معاشرات، تمام اخلاق، تمام انتظامات و سیاسیات، تمام تربیت و اصلاحات، حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نفوس کا تزکیہ، تعلیم و تشریحاتِ قرآن، تبلیغِ احکام اور ان کے ذرائع و انتظامات، جہادات اور ان کے اصول و عسکری، انتظاماتِ تدبیرِ ملک و سلطنت وغیرہ وغیرہ، نشست و برخاست[8]، آمد و رفت،

[1] "اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا۔" (سورۃ الشرح:۴)
[2] حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ بھیجا ان میں ایک پیغمبر۔" (سورۃ آل عمران:۱۶۴)
[3] بلند درجات
[4] پاکیزہ روح
[5] ہر وقت اس بات کا خیال رہنے کی طاقت کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔
[6] ساری مخلوق کے متبوع
[7] اللہ تعالیٰ
[8] اٹھنا بیٹھنا

ہر ہر بات میں طریقۂ مبارک، وضع قطع، رفتار و گفتار، وفود سے معاملات و گفتگو، پیاماتِ سلاطین[1]، کھانے پینے اور تمام ضروریاتِ انسانی کے طور طریق، ہر قسم کے استعمالات کے اصول اور طریقے وغیرہ وغیرہ۔ غرض حضور ﷺ کی ہر ہر حرکت و سکون جو امت کی فلاح و بہبود کے لیے، حسب ارشادِ الٰہی 'بہترین نمونہ' ہے۔ خواہ یہ افعال و اعمال بطریق عبادت ہوں جیسے نمبر ۱۲ تک یا بطریق عادت ہوں جیسے بعد میں۔

انہی امورِ اختیاریہ کا اعلیٰ فرد ہے تعلیم و تلقین احکامِ دین جو حضور ﷺ کا مقصود اعلیٰ ہے۔ ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ
(سورۃ المائدہ: ۶۷)

"اے رسول! ان تمام احکام کو پہنچا دیجیے جو آپ پر نازل کیے گئے ہیں آپ کے رب کی طرف سے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو حق رسالت ادا نہیں کیا۔"

دراصل ذکرِ رسول ﷺ امورِ اختیاریہ کا ذکر ہے اور اختیارات میں سے جو بعثتِ مبارکہ کا اصل مقصود ہے وہ دوسرے امور سے اعلیٰ ہے اس لیے تعلیمات و تلقیناتِ نبویہ کا ذکر ذکرِ رسول ﷺ کا اصلی اور اعلیٰ ترین فرد ہے۔ پھر اس کے بھی دو شعبے ہیں؛ باطنی اور ظاہری، یعنی قلبِ انسانی کو تمام ناپسندیدگیوں سے پاک کر کے اس میں تمام خوبیاں بہترائیاں عمدہ اخلاق کے مادے اور غیر اللہ کی طرف سے ہٹا کر خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دینا بلکہ عشقِ الٰہی کی ایک لگن پیدا کر دینا۔ اس کو کہتے ہیں تزکیۂ نفس اور یہ حضور ﷺ کی تعلیمات کا باطنی شعبہ ہے۔ دوسرا شعبہ ظاہری تعلیمات ہیں وہ زندگی اور مابعد سے تعلق رکھنے والے ہر دورِ حیات کی تکمیلات کے ضامن احکام و قوانین ہیں، دونوں میں باہم شدت کا ربط ہے، ایک دوسرے کے بغیر ناممکن ہیں بلکہ ایک درجہ میں باطنی کیفیات ظاہری احکام کی جڑ، ان کی آبیاری کا مدار اور بقاء و دوام اور عمدگی و استحکام کے لیے اصل اصول ہیں۔ اسی لیے حق تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ان کاموں میں باطنی تعلیمات کا ذکر پہلے اور ظاہری کا بعد میں فرمایا۔ کئی جگہ ارشاد ہے جہاں حضور ﷺ کا وصف بیان ہے۔

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (سورۃ آل عمران: ۱۶۴)

"آپ مومنین کا تزکیہ کرتے اور ان کو کتاب اللہ اور حکمت کا درس دیتے ہیں۔"

لہٰذا حقیقی و اصلی اور اعلیٰ ترین ذکرِ رسول ﷺ ان اصول و قوانین کا اعلان و استحسان[2] ہے جو حضور اقدس ﷺ نے تعلیماتِ باطنیہ[3] و ظاہریہ کے ارشاد فرمائے ہیں اور ان کے بعد درجہ ان امورِ اختیاریہ کا ہے جو حضور ﷺ نے بطور عبادت کیے ہیں اور ان کے بعد ان اختیاری افعال کا ہے جو بطور عبادت کے نہیں بطریق عادات شریفہ صادر ہوئے ہیں اور ان کے بعد ان امور کا ہے جو حضور ﷺ کے اختیار سے سرزد نہیں ہوتے تھے محض انعام و الطافِ الٰہی ہیں جو تعلق ذات کی وجہ سے ذکرِ رسول ﷺ اور حقیقت میں شکرِ نعمت ہائے ربانی ہے۔

## آلاتِ ذکرِ رسول ﷺ

ان تینوں قسم کے اذکار اور ان کے درجات کے بعد اب آلاتِ[4] ذکر پر غور کیجیے۔ ذکرِ رسول ﷺ کا یہ مطلب کہ صرف زبان سے کہہ دینا ہی ذکر ہے، یہ زبانی جمع خرچ اس عبادت کے حساب میں بھی کافی نہیں ہو سکتا، یہ ایک بہت حقیر اور کم درجہ کا ذکر ہوگا۔

آلاتِ ذکر یہ ہیں: زبان، کان، دل، دماغ، روح، اور تمام اعضائے ظاہری۔ پھر ان میں درجہ بدرجہ تفاوت ہے۔ اگر سب آلات سے ذکر ہوگا تو کامل ترین اور بہتر ذکر ہے، اگر بعض سے ہوگا تو اتنا ناقص، پھر اعلیٰ سے ہوگا تو ناقص کے افراد میں سے اعلیٰ اور نقصان میں کم، اور ادنیٰ سے ہوگا تو ادنیٰ اور نقصان میں زائد ہے۔ زبان سے ان اذکار کا ادا کرنا اور کانوں سے سن لینا تو سب جانتے ہیں جن میں ان تمام گزشتہ امور یعنی پورے دین کو پڑھنا، سیکھنا، پڑھانا، سکھانا، تحریرات تقریرات پڑھنا سننا داخل ہیں۔ دل کے ذکر میں دل میں ان کی حقانیت کو قائم کرنا اصل اصول ہے کہ بغیر اس کے زبان اور کان کا ذکر بالکل بے کار ہے۔ صرف صورت ہی صورت ذکر کی ہے، اصل کچھ نہیں۔ زبان پر ذکر اور دل میں نفرت یا حقارت یا سبکی و خفت ہو تو یہ ذکر ایک منافقانہ حرکت سے زیادہ وقعت نہیں رکھ سکتا۔ جیسے آپ بعض ہندوؤں اور انگریزوں کی زبان و قلم سے ذکرِ رسول ﷺ کا کوئی شعبہ ظاہر ہوتے دیکھتے ہیں تو وہ ذکر نہیں، کسی دنیوی مصلحت کا مظاہرہ ہے، منافقت اور مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے کہ اس حرکت سے مسلمان مانوس ہو کر شکار ہو سکیں۔

## حضور ﷺ کے ذکر مبارک کا فرض درجہ

پھر دل کا ذکر ایک دائمی ذکر ہے اور زبان اور کان کا عارضی چند لمحات کا ہے۔ دل میں حقانیت و عظمت مسلسل اور دائمی چیز ہے بلکہ یہ درجہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور صرف حضور ﷺ کے ہی ذکر و اذکار کے لیے نہیں، تمام انبیاء و رسل کے اذکار کی حقانیت کا دلی ذکر فرض ہے۔ فقہائے اسلام نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ کسی نبی کی کسی ایک سنت کا بھی کوئی مذاق اڑائے

[1] بادشاہوں کو پیغامات

[2] احسان ماننا

[3] دل سے برائیوں کو نکالنا

[4] ذرائع

یا ناپسندیدگی ظاہر کرے تو وہ کافر ہے۔ یہ وہ ذکرِ رسول ہے جو گزشتہ تمام اقسام میں ہر ہر مسلمان پر فرض ہے اور ایک دائمی عبادت ہے۔

## دل کا ذکر

پھر دل کے ذکر کا اور ایک درجہ ہے جس سے ایمان میں نور اور اسلام میں کمال پیدا ہوتا ہے، وہ یہ کہ ذاتِ اطہر اور تمام اوصاف و کمالات اور گزشتہ معروضہ[1] کے کُل اقسام کے اذکار سے محبت ہونا۔

حضور انور ﷺ کا ارشاد ہے:

لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده.

"تم میں سے کوئی مومن کامل نہیں بن سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

ذکر دماغ میں ذہن حافظہ اور عقل سے ان تمام اذکار میں کام لینا ہی ان کا ذکر ہے۔ اس کی تفصیلات ہر شخص جانتا اور سمجھتا یا سمجھ سکتا ہے کہ قرآن مجید، احادیث شریفہ کا حفظ، تعلیم و تعلم، تصنیف تالیف، تقریر و گفتگو یہ دین کے تمام کے تمام شعبے سب قسم کے انہی اذکارِ رسول ﷺ میں اور اعلیٰ درجہ کے ذکر میں شامل ہیں۔ ذرا نظر صاف، بے لوث اور گہری ہو تو حقیقت بالکل روشن ہے۔

## روح کا ذکر

روح کا ذکر ان تمام امور سے مزین ہونا ہے جو حضور ﷺ کے ارشادات و افعال و احوال سے سامنے آئے ہیں۔ جن کا تعلق ظاہری اعمال کے بجائے باطن سے ہے۔ اور ظاہری اعمال کے لیے بیخ و بن[2] کا کام دیتے ہیں۔ یہ تمام ذکرِ مبارک روح کو روشن، مجلی[3]، نورانی، اور بڑھ بڑھ کر اس کو بعد[4] کی کثافتوں سے پاک کر دیتے ہیں۔ پھر اس کو ملاءِ اعلیٰ کے اتصال[5] سے عجیب عجیب انکشافات معمول و عادت سے زائد باتیں حاصل ہوتی اور ظاہر بھی ہو جاتی ہیں۔ یہی تزکیۂ نفس سے تعبیر ہوا ہے، یہ درجہ نہایت مہتم بالشان[6] درجہ ہے۔

## اتباعِ رسول ﷺ ہی حقیقی ذکر ہے جس سے محبوبیت حاصل ہوتی ہے

ذکرِ رسول ﷺ کا اہم اور عام درجہ یہ ہے کہ تمام اعضائے ظاہری سے بھی ہو۔ خود حق تعالیٰ نے اس کو ضروری قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ (سورۃ آل عمران: ۳۱)

"آپ کہہ دیجیے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو محبوب بنالیں گے۔"

یہاں حکم بھی ہے اور اس پر انعامات بے غایات[7] بھی ہیں کہ محبت و عشق ہی مقبول نہیں ہوگا بلکہ خود حق تعالیٰ تم سے محبت فرمانے لگیں گے۔ مرید سے مراد کا درجہ پاؤ گے، محب سے محبوب بن جاؤ گے۔ پھر اس اتباع میں متفرق درجات ہیں: فرائض و واجبات، سنن، مستحبات اور ترکِ حرام و مکروہِ تحریمی و تنزیہی و لایعنی[8] سب اس میں داخل ہیں۔ جس قدر یہ عملی ذکرِ رسول ﷺ ہوگا اسی قدر محبتِ الٰہی کا غلبہ اور محبوبیت حاصل ہوگی۔

ذکرِ رسول ﷺ کے تینوں درجے اور آلاتِ ذکر کے پورے چھ ذریعوں سے ذکرِ رسول ﷺ کرنا ہی کامل اور حقیقی ذکر، دین و دنیا میں بے انتہا نافع بلکہ سارے عالم میں بے مثال ہستی بنانے والا ہمیشہ کا تجربہ کیا ہوا نسخہ ہے۔ حضورِ انور ﷺ کے بعد سے آج تک جو بھی مسلمان اعلیٰ قسم کا مسلمان بزرگ، صالح، متقی، ولی کامل آپ نے دیکھا یا سنا ہے وہ اسی طرح پورے پورے ذکرِ رسول ﷺ اور اس کے ہر ہر طریقہ سے کرنے سے ہی اس کمال پر نظر آیا ہے خواہ وہ پیرانِ پیر[9] رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا کوئی اور بزرگ، یہی ایک کیمیاوی نسخہ ہے۔ یعنی مسلمان کو کامل ترین مسلمان بنانے کا ذریعہ ہے، یہی دین و دنیا کی فلاح و بہبود کی کنجی ہے، اسی سے مسلمان پکا مسلمان بنتا ہے اور اسی سے پاکستان پاکستان اور اس کا ہر باشندہ واقعی پاک بن سکتا ہے۔ یہی وہ راز ہے جس کی بدولت امت محمدیہ کو خیر البریہ (تمام مخلوقات سے بہتر) اور خیر الامم (تمام امتوں سے بہتر) کا تمغۂ قبولیت عطا ہوا ہے۔

## ناقص ذکر کرنے کے نقصانات

ذکرِ رسول ﷺ کے اس تفصیلی بیان سے آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ مسلمان کمالِ اسلام اسی وقت حاصل کر سکتا ہے کہ جب ذکرِ رسول ﷺ کے تمام شعبوں کو تمام ذرائع سے عمل میں لے آئے۔ اگر کوئی شخص نامکمل نسخہ استعمال کرتا ہے تو نہ وہ نسخہ کا قدردان ہے نہ اس کو اس نسخہ سے کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے، نہ وہ اس کا استعمال کرنے والا شمار ہو سکتا ہے۔ بلکہ حقیقی

---

[1] ذکر کی گئی
[2] جڑ اور اصل
[3] چمکیلا
[4] دوری
[5] ملنے
[6] تعظیم کے لائق
[7] بے انتہا
[8] بے کار
[9] شاہ عبدالقادر جیلانیؒ

غور و خوض سے کام لے کر دیکھیں تو وہ نسخہ کو بدنام کرنے کا مجرم ہے، اس کی بے تاثیری کا ڈھول پیٹ کر دنیا کو اس سے محروم کرانے کا مجرم اور خود ناقدری بلکہ توہین کا مرتکب معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے بڑا زبردست ظلم اور بڑا غلط پروپیگنڈا ہو گا اگر کوئی شخص ذکرِ رسول ﷺ کو صرف کسی ایک شعبہ میں محصور کر کے رکھ دے گا۔

ہم اگر پورے ذکرِ رسول ﷺ کی کوشش نہیں کر رہے ہیں تو اس عبادت کو ناقص یا ناقص ترین ادا کرتے ہیں پھر اگر بجائے تکمیل کے اسی پر خوش ہوتے ہیں تو اپنی غلط فہمی پر ناز کرنے لگے اور ہمیشہ کو ورطہ[1] جہالت میں پڑے رہے۔

ہم میں جو لوگ ذکرِ رسول ﷺ سے بالکل غافل ہیں وہ تو غافل ہیں ہی اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں کھول دیں اور بعض لوگ ذکرِ رسول ﷺ کرتے ہیں مگر جیسے اوپر ذکر کیا گیا تھا ناقص یا ناقص ترین کر کے اس کیمیاوی نسخہ کو بے تاثیری میں بدنام کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ اور بعض لوگ اس کوتاہی سے بڑھ کر ایک ایسا اقدام کر بیٹھتے ہیں جو ایک زبردست مجرمانہ اقدام ہے، مگر وہ اپنی ناواقفی یا غلط فہمی سے اس کو صحیح قدم سمجھتے رہتے ہیں اور ہمیشہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے وہ بھی اس کی تاثیرات و منافع سے ہمیشہ در ہمیشہ محروم رہتے ہیں اور اپنے عمل سے ایک دنیا کو اس مجرمانہ اقدام کا مرتکب بنا دیتے ہیں۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ اس کی یہ صورتیں بھی پیش کر دی جائیں تا کہ مسلمان اس عبادت کے حقیقی فائدے حاصل کر سکیں اور مجرمانہ حرکات یا انہی صورتوں سے اس عبادت کو پاک صاف کر سکیں۔

## عبادت کے اصول

یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ ہر عبادت کے لیے کوئی نہ کوئی شرعی طریقہ ہے۔ اسی طریقہ سے ادا کرنے سے وہ عبادت ہے ورنہ یہی نہیں کہ وہ عبادت ہونے سے نکل جاتی ہے بلکہ گناہ بڑے گناہ اور بعض دفعہ کفر اور سلبِ ایمان کا ذریعہ بھی بن جاتی ہے۔

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تمام فرائض، واجب، سنت و مستحب عبادتوں کے لیے شرائط و آداب ہیں۔ اسی طرح ذکرِ مبارک کے چونکہ بہت سے شعبے ہیں، ہر ہر شعبہ کے شرائط و آداب ہیں۔ ان کے خلاف کرنا حسبِ مرتبہ جرم بن جاتا ہے اور جو مخالفت توہین کا سبب ہوتی ہے وہ تو اسلام و ایمان کو سلب کر لینے اور کفر میں داخل ہونے کا سبب ہو جاتی ہے۔ اس لیے ہر عبادت کے لیے اور خصوصاً اس عبادت کے لیے جو تمام عبادتوں کی جامع اور میزانِ کُل ہے، شرائط و آداب کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اور ہر ایسی بات سے بچنا ہے جس سے توہین ہو کر گناہِ عظیم یا کفر تک نوبت پہنچتی ہے۔

فقہائے احناف نے تصریح کی ہے کہ بے وضو قصداً نماز پڑھنا کفر ہے، قصداً قبلہ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھنا کفر ہے، حرام پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا کفر ہے، قرآن مجید کی تلاوت باجوں کے ساتھ کفر ہے، نعت شریف باجوں کے ساتھ کفر ہے، اذان یا قرآن کا گانا، تالیاں بجانے کے ساتھ کفر ہے، وغیرہ وغیرہ۔

راز یہ بتایا گیا ہے کہ عبادت کو حرام یا گندگی سے متصل کرنا کفر ہے۔ ان سب باتوں میں حرام یا ممنوع شے سے ایک عبادت کو ملا کر اس کی توہین کی گئی ہے، اس لیے کفر ہے۔ نتیجہ آپ خود نکال لیجیے کہ اس لذیذ ترین عبادت کو بھی اگر کسی گناہ سے ملوث کیا جائے تو وہ کیا ہو گا اور بجائے کارِ خیر بننے کے کس قدر کارِ شر بن جائے گا۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم اس عبادت کو حرام اور ظاہری و معنوی گندگیوں سے پاک کر کے پوری پوری طرح پورے پورے ذرائع سے ادا کریں۔

## ذکرِ رسول ﷺ کے مروجہ غلط طریقے

اب عرض کیا جاتا ہے کہ ہم میں سے بعض لوگ اس عبادت کی ادائیگی میں کس قدر قصور اور کوتاہی کر رہے ہیں یا کس قدر گستاخی و بے ادبی کا ارتکاب کر رہے ہیں تا کہ سب لوگوں کو ان سے بچنے کا اہتمام ہو سکے۔

ذکرِ رسول ﷺ کی وسعت آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اس کی ادائیگی کی وسعت آپ کے سامنے آ چکی ہے۔ اس کے شعبوں کے مدارج بعض فرض، بعض واجب، بعض سنت، بعض مستحب، بعض اصل مقصود، بعض تابع، یہ سب آپ ملاحظہ کر رہے ہیں۔ اب صحیح طریقہ یہی ہے کہ ہر شعبہ کو حسبِ درجہ مکمل طریقہ سے ادا کیا جائے۔ بعض لوگ ایسی حرکت کرتے ہیں کہ فرض و واجب کا قطعاً اہتمام نہیں کرتے، ایک امر مستحب کو نہایت مہتم بالشان بنا لیتے ہیں۔ یہ بات ٹھیک نہیں۔ بعض لوگ حضور ﷺ کے غیر اختیاری اعمال کا تو ذکر کرتے ہیں اور اختیاری اعمال کا ذکر تک نہیں کرتے۔ اس میں نفس و شیطان کی آمیزش معلوم ہوتی ہے کہ عمل میں مشقت ہے اور غیر اختیاری کے ذکر کرنے اور سن لینے میں لذت۔ وہ اس طرح عمل کی بات پر پردہ ڈالتا اور اس سے محروم کرتا ہے۔ بعض لوگ دل، دماغ کی بات روح اور اعضاء کے ذکر کرنے کو بیان بھی نہیں کرتے نہ اس کی ضرورت سامنے لائی جاتی ہے۔ حالانکہ اصل ذکرِ رسول ﷺ اختیاریات اور ان تمام کا کام ہے۔ بعض لوگ احکام و تعلیم و تلقین کے عمل بلکہ بیان کو بھی ذکرِ رسول ﷺ کے خلاف قرار دیتے ہیں، یہ ان کی کوتاہ فہمی ہے۔ بعض لوگ بعض غیر اختیاری امور کے کرنے کو عمر بھر کے گناہوں کا کفارہ قرار دیتے ہیں۔ یہ سخت ترین شیطانی حملہ ہے کہ یہ ذکر محض مستحب ہے، تمام عمر بھی نہ ہونے سے نجات میں خلل

[1] گرداب

نہیں، تمام عمر ہونے پر فرائض و واجب کے خلل کے وقت عذاب سے بچا نہیں سکتا۔ یہ عیسائیوں کی طرح مذہب کو فضول قرار دینے جیسا ہو گیا۔

## کسی نبی یا ولی کا دن منانا ہندوانہ اور مشرکانہ رسم ہے

وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کفارہ قرار دے کر تمام جرائم کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ بعض لوگ سارا سال سو کر صرف ربیع الاول میں جاگتے ہیں اور کچھ ذکرِ رسول ﷺ کرتے ہیں لیکن ذکرِ رسول ﷺ کی وسعتوں کا تقاضا ہے کہ کامل ذکرِ رسول ﷺ ہر ہر وقت کا کام ہے، کوئی سیکنڈ بھی اس سے خالی رہنا صحیح نہیں۔ پھر کسی دن یا وقت کو معین کرنا، اس کو ضروری اور افضل قرار دینا، دونوں باتیں بغیر شریعت کے بتائے جرم ہیں۔ بعض لوگ عید یا ڈے[1] مناتے ہیں، یادگار قرار دے کر کرتے ہیں تو اسلام میں یادگار اور ڈے کی کوئی اصلیت نہیں، ورنہ حضور ﷺ انبیاء سابقین علیہم السلام کی اور صحابہ رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی، یا سنہ ۶۰۰ھ سے پہلے کوئی مسلمان تو مناتے۔ یہ ہندوؤں اور انگریزوں سے لی ہوئی رسم محض ہے اور ان کی مشابہت سے جرم ہے۔ بعض لوگ بطور کھیل تماشے کے کرتے ہیں حالانکہ یہ عبادت کی سخت گستاخی ہے۔ فقہاء نے بطور کھیل تماشا کھانا کھانے اور پانی پینے تک کو منع لکھا ہے۔ بعض لوگ جلسہ و جلوس انگریزی طور طریق سے نکالتے ہیں۔ مشابہتِ کفار کی آلودگی سے آلودہ کرنا سخت بے ادبی ہے۔ بعض لوگ جھنڈیاں لگا کر انگریزوں کی نقالی کا جرم کر کے عبادت کو اس سے ملوث کرتے ہیں۔ ایسے ہی بعض لوگ ہندوؤں کی دیوالی کی طرح چراغاں کر کے کافرانہ رسم سے آلودہ کرتے ہیں۔ بعض لوگ ذکرِ رسول ﷺ کی نظموں کو گا کر پڑھتے ہیں حالانکہ شریعت میں گانا حرام اور حرام سے ملوث کرنا بڑا جرم ہے۔ بعض لوگ سڑکوں اور بازاروں میں ذکرِ رسول ﷺ کرتے ہوئے چلتے ہیں جس کو حضور ﷺ نے شر البقاع بدترین جگہ فرمایا۔ اس طرح عبادت کی بڑی بے ادبی ہے۔

## عید میلاد النبیؐ یا بارہ وفات منانے کی خرابیاں

بعض لوگ ۱۲ ربیع الاول کو عید قرار دیتے ہیں حالانکہ یہی تاریخ وفات ہے۔ اول تو عید بے اصل پھر یومِ وفات میں بعض لوگ جھوٹی اور غلط روایات بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر جان کر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ قرار دے۔ بعض لوگ عورتوں سے نظم پڑھواتے ہیں، بعض کم عمر بے ریش لڑکوں سے پڑھواتے ہیں۔ یہ گانا حرام ہے اور غیر محرم اور ایسے لڑکوں سے پڑھوانا گناہ ہے۔ بعض لوگ باجے بھی ساتھ لگاتے ہیں جن کے ساتھ عبادت کو فقہاء نے کفر لکھا ہے۔ بعض لوگ روحِ مبارک کے آنے کا یقین رکھتے ہیں، بلا شرعی دلیل یہ خیال گناہ ہے اور عقلاً ناممکن بھی ہے کہ بوقت واحد لاکھوں جگہ آنا ہے۔ بعض لوگ ذکرِ خاص پر قیام کرتے ہیں حالانکہ حضور ﷺ نفسِ نفیس کے لیے قیام کرنا ناگوار سمجھتے تھے، اس لیے صحابہ رضی اللہ عنہم نہیں کرتے تھے۔ تو یہ ہر وقت ناگواری پیدا کرتے اور تکلیف دیتے ہیں۔ اگر ذکرِ قیام پسند ہوتا تو نماز میں درود و قیام ہوتا نہ کہ قعدہ[2] میں۔ بعض لوگ محض نام و نمود شہرت کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ یہ سب گناہ ہے اور عبادت کی روح خلوص غائب کرنے کا جرم ہے وغیرہ وغیرہ۔

حاصل یہ ہے کہ عبادت کو ان کفار کی مشابہت اور حرام یا ناجائز امور سے آلودہ کر کے کرنا عبادت کی توہین یا سخت گستاخی و بے ادبی ہوتی ہے۔ ان سب باتوں سے بچ کر اس عبادت کو انجام دیا جائے اور ناقص طریقے سے نہیں، کامل عبادت اور کامل طریقوں سے انجام دینا ہی اس کے منافع کا حاصل کرنا ہے۔ اوپر کے بیان میں غور کرنے سے آپ معلوم کر سکتے ہیں کہ اس عبادت کے اجزاء میں اگر بعض کو اختیار کرنا ہی ہے تو اہم ترین کو اہم درجہ دے کر اور اس سے کم کو کم۔

ورنہ ہر ہر مسلمان کے لیے ذکرِ رسول ﷺ پورا پورا پوری طرح اور تمام ذرائع سے ہر وقت ہر سیکنڈ ہونا ضروری ہے۔ یہی فلاح و کامیابی کا چودہ سو سالہ کامیاب اور کیمیاوی نسخہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی پوری شکل سے ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

## ہم مجاہدین شریعت کے پابند ہیں!

”ہم مجاہدین شریعت کے پابند ہیں۔ شرعی جہاد کر رہے ہیں۔ کسی ایک مسلمان کو بھی ہدف بنانا ہم شرعی طور پر حرام سمجھتے ہیں۔ عوام ہماری طرف سے بالکل مطمئن رہیں۔ ہم اِن کے خیر خواہ محافظ اور مسلمان بھائی ہیں۔ امریکہ کے لیے قومی وقار قربان کرنے والے، ان شاء اللہ بہت جلد منطقی انجام تک پہنچائے جائیں گے۔“

(محترم اعظم طارق محسود شہید رحمہ اللہ)

---

[1] دن

[2] التحیات کے بعد

# گیارہ ستمبر کے حملے...... حقائق و واقعات

شیخ ابو محمد مصری رحمۃ اللہ علیہ (استفادہ: عارف ابو زید)

یہ تحریر شیخ ابو محمد مصری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”عملیات ١١ سبتمبر: بين الحقيقة والتشكيك“ سے استفادہ ہے، جو ادارہ السحاب کی طرف سے شائع ہوئی۔ باتیں مصنفِ کتاب کی ہیں، زبان کاتبِ تحریر کی ہے۔ کتاب اس لحاظ سے اہمیت سے خالی نہیں کہ اس میں گیارہ ستمبر کے حملوں کے حوالے سے فرسٹ ہینڈ انفارمیشن ہے، کیونکہ اس کے مصنف خود ان واقعات کے منصوبہ سازوں میں سے ہیں۔ شیخ ابو محمد مصری رحمۃ اللہ علیہ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے دیرینہ رفقاء اور تنظیم القاعدہ کے مؤسسین میں سے ہیں اور بعداً تنظیم القاعدہ کے عمومی نائب امیر رہے یہاں تک کہ اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد نے آپ کو محرم ١٤٤٢ھ میں نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ مجلّے میں کتاب کا انتہائی اختصار سے خلاصہ نقل کیا جارہا ہے، تاہم اسلام اور جہاد سے محبت رکھنے والے قلم کاروں سے کتاب کا کامل اردو ترجمہ اردو داں مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے کی دہائی ہے۔ (مدیر)

## مقدمہ

آج کے دور میں ابلاغ کے اکثر ذرائع دشمنانِ دین کے ہاتھ میں ہیں اور وہ یہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ حقائق کو مسخ کر دیں اور واقعات کو جھوٹ کی ملمع سازی سے پیش کریں۔ ان کے اس مکروہ کردار کا شکار سب سے زیادہ جہادی تحریکات ہوئی ہیں جن کے بارے میں انھوں نے جھوٹے قصے گھڑے اور انھیں رواج دیا۔ اکثر لکھاری اور تحقیق کار تو وہ ہیں جو خود کبھی جہادی تجربے سے نہیں گزرے اور نہ کبھی ان کے جی میں بھی آیا کہ وہ مجاہدین میں شامل ہوں اور واقعات کی اصل حقیقت جانیں، بلکہ ان کا اکثر کردار یہی رہا کہ انھوں نے دشمنانِ دین کے ابلاغی ذرائع پر نشر ہونے والے جھوٹ کو آگے نقل کرنے پر اکتفا کیا، اس دلیل پر کہ معلومات کا یہ معتمد ترین ذریعہ ہیں۔ یوں جانے یا انجانے میں یہ لوگ دشمنانِ دین کے راستے پر ہی چل پڑے۔ یہ حال دیکھ کر میں نے اپنے اوپر لازم جانا کہ میں معاصر تاریخ میں پیش آنے والے جہادی واقعات کے بارے میں ضرور لکھوں، اگرچہ مختصر ہی کچھ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں ان بعض عظیم واقعات کا خود حصہ رہا ہوں جنھوں نے موجودہ دور کی سیاسی ساخت بدل کر رکھ دی۔ میں خود ان واقعات کا ایک جزو رہا ہوں، ایک سپاہی کے طور پر یا اس میں شامل افراد میں سے ایک فرد کے طور پر۔ اور الحمد للہ جہادی تحریک ان واقعات پر ختم نہیں ہوگئی، بلکہ ان سے آگے بڑھ کر مشرق و مغرب میں پھیل گئی ہے، اور آج عالمی کفر، جس کا سرغنہ امریکہ ہے، کے لیے سب سے بڑا خطرہ بن گئی ہے۔

باوجودیکہ اکثر لکھاری بغیر علم اور بغیر تحقیق کے جہادی واقعات پر خامہ فرسائی کر رہے ہوتے ہیں، جن میں اسلام پسند بھی شامل ہوتے ہیں، مجاہدین اس کام کی طرف توجہ نہیں کرتے، بلکہ اپنا اکثر وقت جہادی عمل کی ادائیگی اور اسے آگے بڑھانے میں ہی صرف کرتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جہادی زندگی خود اس کی طالب ہوتی ہے، اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ابلاغ کے عام ذرائع پر ان کی کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ لہٰذا ان کے نزدیک اہم ترین کام جہادی عمل کی ادائیگی ہوتا ہے، نہ کہ تاریخ کی تدوین۔ میں خود بھی انہی میں سے ایک تھا، مگر بہت سے ساتھیوں نے مجھ سے شدید اصرار کیا کہ میں جہاد کی تاریخ پر قلم اٹھاؤں۔ مجھے یہ اعتراف ہے کہ میں کوئی صاحبِ قلم نہیں ہوں اور نہ ہی لغت و ادبیات کی باریکیوں سے واقف ہوں۔

جبکہ بعض ساتھی ایسے موجود ہیں جو ادب سے بھی شناسا ہیں اور جنھوں نے میرے ساتھ ہی ان واقعات کو خود دیکھا ہے، لیکن ایک طرف وہ ریا کے خوف سے قلم نہیں اٹھاتے اور دوسری طرف جہادی مصروفیات انھیں فارغ وقت نہیں دے پاتیں۔

میں یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ جہادی تحریکات پر لازم ہے کہ وہ حقیقی جہادی تاریخ کی تدوین کریں، تاکہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے تجربات کی وراثت محفوظ ہو جائے۔ یہ وہ تجربات ہیں جو خون سے حاصل ہوئے ہیں۔ ان کی تدوین آئندہ آنے والوں کے لیے قربانیوں کا تسلسل قائم رکھنے میں معاون ثابت ہوگی، اور وہ اس میں جہاد کے جدید تجربات کا اضافہ کریں گے، یہاں تک جہاد اپنے پاؤں پر مضبوط کھڑا ہو جائے گا اور وہ سب سے معزز پیغام جو انسانیت تک پہنچا ہے، اسے زمین پر پھیلا دے گا۔ یہ پیغام پیغامِ اسلام ہے جسے خاتم الانبیاء والمرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔

انھی اسباب کے تحت میں نے جہادی واقعات قلمبند کرنے کے لیے ہمت باندھی ہے، اور اس کام میں بعض ساتھیوں کی خصوصی مدد شامل ہے جنھوں نے مجھے خاکے لکھ کر دیے جن کی مدد سے میرے لیے واقعات کا بیان آسان ہو گیا، اور اسی طرح دستاویزات بھی مجھے فراہم کیں۔

آگے بڑھنے سے قبل میں یہ ذکر کرتا چلوں کہ جہادی واقعات، بالخصوص گیارہ ستمبر کے حملوں کے بارے میں لکھی گئی بیشتر تحریرات میں حقائق کو مسخ کیا گیا ہے۔ میں ایسی بعض تحریرات کی غلطیوں کی بھی نشاندہی کروں گا، معقول انداز سے اور درست واقعات کے بیان سے جن کا میں خود شاہد ہوں، اور جو واقعات میرے مشاہدے میں براہِ راست نہیں آئے، وہ ان بھائیوں کی زبانی جو خود ان کے عینی شاہد ہیں اور جنھیں میں عشروں سے جانتا ہوں۔

## گیارہ ستمبر کے حملے: تمہید

جب سے تنظیم القاعدہ نے سرزمینِ افغانستان پر قدم رکھے، وہ امریکی مفادات پر ایک ایسے حملے کے لیے خود کو تیار کر رہی تھی جو امریکہ کو طویل جنگ میں دھکیل دے جس میں امریکہ کے مادی و عسکری وسائل تباہ ہو جائیں، اور اس کے نتیجے میں تنظیم القاعدہ کا بنیادی اسٹریٹیجک ہدف حاصل ہو جائے، اور وہ یہ تھا کہ امتِ مسلمہ اپنے صلیبی دشمن کے خلاف بیدار ہو جائے۔

تنظیم القاعدہ ایک جہادی جماعت ضرور ہے، مگر وہ اپنے آپ کو پوری امتِ مسلمہ کی طرف سے نائب نہیں سمجھتی۔ یہ جنگ تو دراصل پوری امت کی جنگ ہے اور پوری امت نے لڑنی ہے، تاکہ اسے اپنا مقام عزت و شرف واپس حاصل ہو جائے، اور طویل جنگ کے نتیجے میں صلیبی دشمن اس قدر بے حال ہو جائے کہ وہ مسلم ممالک کی کٹھ پتلی حکومتوں کی پشت پناہی سے باز آجائے اور مسلم عوام خود مقامی غلام حکومتوں کے خلاف اٹھ کر آزادی و عزت حاصل کرلیں اور اپنے رب کی شریعت حاکم کردیں۔ یہی صورت ہے کہ پھر امتِ مسلمہ کے بیٹے اس قابل ہو جائیں گے وہ فلسطین سمیت اپنے مقدسات کا فیصلہ خود کریں گے اور اقوامِ متحدہ، جو درحقیقت امریکہ ہی کی وزارتِ خارجہ ہے، کی قراردادوں کے محتاج نہ ہوں گے۔ وہ وقت ہوگا کہ مسلمان نئی تاریخ رقم کریں گے، عالمی و مقامی آلۂ کار نظام ٹوٹ جائیں گے اور مسلمان اپنے دین، ثقافت اور اخلاق کے ساتھ دنیا میں باعزت ہوں گے۔

بعض مسلمان سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ ناممکن الحصول خواہشات ہیں اور مسلمان جس تکلیف دہ صورتحال سے دوچار ہیں، مجاہدین کے ان کارناموں سے اس میں کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ اس کا سبب یا تو ان کی نظر میں مسلمانوں کا مادی ضعف ہے، یا پھر وہ مغربی ذرائع ابلاغ کے زیرِ اثر فکری طور پر شکست خوردہ ہو چکے ہیں۔ گویا وہ فکری ضعف کے وادیِ تیہ میں بھٹک رہے ہیں، جس طرح قومِ موسیٰ علیہ السلام سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے باوجود ارضِ مقدس کی فتح سے کترائے، یہ کہتے رہے: [إِنَّ فِيهَا قَوْماً جَبَّارِينَ]، حالانکہ فتح کی بشارت کے بدلے مطلوب یہ کہنا تھا کہ [ادْخُلُواْ عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ]، نتیجتاً انھیں وادیِ تیہ میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا گیا [فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الأَرْضِ]۔ یہاں تک کہ ایک ایسی نسل تیار ہو گئی جو فکری ضعف سے محفوظ تھی اور پھر ان کے ہاتھ ارضِ مقدس فتح ہوئی۔

مسلمانوں کے حکمران بھی زبان و حال سے یہ کہتے رہتے ہیں کہ ہم میں امریکہ اور اس کے حواریوں کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے، لیکن مسلمانوں کی اکثریت اس بزدل موقف کی حامل نہیں۔ بلکہ وہ سمجھتی ہے کہ معاملہ ایسا نہیں ہے، امت طاقت و قوت کے ایسے مادی عوامل رکھتی ہے کہ اگر انھیں درست استعمال کیا جائے تو جنگ جیتی جاسکتی ہے۔ ان مادی وسائل کے علاوہ مسلمان تو اپنے دین اور عقیدے کی ایسی قوت رکھتے ہیں جو کسی دوسرے کے پاس نہیں۔ ہم صحیح عقیدے کے حامل اور حق والے ہیں، فتح و نصرت کا ہم سے الٰہی وعدہ ہے، ہماری قوت کا راز ہمارے اپنے دین سے چمٹنے میں ہے۔ اس کے مقابلے میں ہمارا دشمن انتہائی کمزور ہے، وہ تو ہمارے بزدل حکمرانوں کی بزدلی اور کمزوری سے قوت پکڑتا ہے۔ پس اس جنگ میں جیت اتنی مشکل نہیں جتنا یہ لوگ سمجھتے ہیں۔

ہاں! ہم یہ نہیں سمجھتے کہ جنگ بہت آسان ہے اور فتح قریب میں ملنے والی ہے۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ امت اگر اپنے دین اور عقیدے سے چمٹ جائے تو فتح اور جیت ممکن ہے۔

پس تنظیم کی قیادت نے اندازہ لگایا کہ جنگ کے لیے کئی دہائیوں پر مشتمل طویل وقت درکار ہے، یہاں تک کہ دشمن تھک جائے اور ساتھ ہی امتِ مسلمہ میں فکری و سیاسی میدان میں بیداری پیدا ہو جائے۔

## امریکیوں کے ساتھ براہِ راست ٹکراؤ کی ابتدا

۱۹۹۲ء سے ہی تنظیم نے امریکی مفادات کے خلاف عسکری عمل اور کچھ حصہ سیاسی عمل کا شروع کر دیا تھا۔ اسی منصوبے کے تحت تنظیم نے اپنا ایک حصہ صومالیہ منتقل کیا، تاکہ وہاں امریکہ کی قیادت میں جاری عالمی منصوبے کو ناکام بنایا جائے۔ پھر تنظیم کی سوڈان کی طرف مکمل منتقلی سے قبل تنظیم نے اپنے بہت سے عسکری قائدین کو صومالیہ بھیجا تاکہ وہ افریقی براعظم میں عسکری عمل شروع کریں، وہاں افراد کو تربیت کرائیں اور مقامی باشندوں میں جہادی قیادت کی اہلیت منتقل کریں۔ اور سب سے بڑھ کر تنظیم نے اس کی کوشش کی کہ وہاں کے معاشرے میں جہادی فکر کو ترویج دی جاسکے، تاکہ صومالی مسلمان صلیبی دشمن کو ویسا سبق سکھا سکیں جیسا افغان مجاہدین نے اشتراکی روس کو سکھایا۔ اگرچہ تنظیم کو صومالیہ میں بہت سی مشکلات کا سامنا رہا، مگر اللہ کے فضل سے وہ بہت سے عسکری، سیاسی اور فکری اہداف حاصل کرنے میں کامیاب رہی۔

## گیارہ ستمبر کے حملوں کی سوچ؛ آغاز اور ارتقا

۱۹۸۰ء کی دہائی میں پاکستان کا شہر پشاور مختلف مشارب اور مکتبہ ہائے فکر سے تعلق رکھنے والے امتِ مسلمہ کے بیٹوں کے اکٹھ کا مرکز بنا جو روس کے خلاف جہاد میں جمع ہوئے۔ ہر عمر کے، مختلف قسم کے علوم و فنون کے ماہر مسلمان جہاد کی غرض سے یہاں آئے اور انھوں نے ہر نوع کے اسلحے کی تربیت لی اور مختلف قسم کے عسکری فنون سیکھے۔ یوں اللہ کے فضل سے دشمنانِ دین کے خلاف مختلف صلاحیتوں کے حامل افراد جمع ہوگئے۔ اسی مبارک محاذ پر گیارہ ستمبر کے حملوں کی سوچ پیدا ہوئی جو عمل کی دنیا میں کتنے ہی عوامل کی وجہ سے مؤخر ہوئی جس کا ذکر میں آگے کروں گا ان شاءاللہ۔

گیارہ ستمبر کے حملوں کی سوچ ایک چھوٹے سے خیال (idea) سے پروان چڑھی جو ایک بھائی نے ایک مجلس میں بیان کیا۔ یہ مجالس عام طور پر مجاہدین کی قیادت اور جہاد کے لیے آنے والوں کے درمیان جہادی موضوعات پر گفتگو کے لیے منعقد کی جاتی تھیں۔ یہ مختصر سا آئیڈیا بالآخر ایک ایسے واقعے پر تمام ہوا جس کے متعلق خود امریکیوں نے کہا: ”ایسا صدمہ تھا جس کی کوئی مثال نہیں“۔

## پہلی سوچ

پشاور میں مجاہدین کے استقبالی مہمان خانوں (مضافات) میں ایک مصری پائلٹ (ہوا باز) جہاد کی نیت سے پہنچے۔ وہ اس میدان میں خاصا طویل تجربہ رکھتے تھے، کتنی ہی فضائی کمپنیوں کی ملازمت کر چکے تھے اور کتنے ہی ممالک کے سفر کر چکے تھے جن میں شمالی امریکہ بھی شامل تھا۔ ان کے بقول ان کی سابقہ زندگی دین سے دور لہو ولعب میں گزری تھی اور وہ افسوس کرتے تھے کہ وہ زندگی بھر میں دین اور امت کے لیے کچھ قربان نہ کر سکے۔ مجاہدین کی مجلسوں میں ان سے بھی کتنی ہی بار امت کی مظلومیت اور امریکہ وعالمی طاقتوں کے ظلم وستم کی بات ہوئی۔ اسی طرح کی ایک ملاقات میں جوان کی تنظیم القاعدہ کے عسکری مسئول اور شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے نائب شیخ ابوعبیدہ پنج شیری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی، عالمی کفر اور اس کے خلاف جدوجہد کے متعلق بات چلی نکلی۔ یہ سن کر ان مصری پائلٹ نے اپنے آپ کو امریکی مفادات پر ضرب لگانے کے لیے پیش کر دیا اور یہ تجویز پیش کی کہ وہ کسی مسافر بردار طیارے میں ہزاروں ٹن بارودی مواد بھر کر امریکہ کی کسی مرکزی عمارت سے ٹکرا دیں۔ شیخ ابوعبیدہ پنج شیری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تجویز بہت سنجیدگی سے سنی، تاہم یہ تجویز اس وقت عمل کا جامہ نہ پہن سکی، کیونکہ اس وقت تنظیم کی ترجیحات افغان محاذ پر جہاد کو منظم کرنے، معسکرات میں تربیت فراہم کرنے اور افغان مجاہدین کی مدد کرنے میں محصور تھیں اور ابھی تک تنظیم نے دشمن کے خلاف خصوصی کارروائیوں کی پالیسی نہیں اپنائی تھی۔

میں نے یہ روایت شیخ ابوحفص کماندان رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابوخیر مصری رحمۃ اللہ علیہ سے سنی ہے جو شیخ ابو عبیدہ پنج شیری رحمۃ اللہ علیہ کے قریب ترین لوگوں میں سے تھے اور سالوں مختلف محاذوں پر ایک ساتھ رہے تھے۔

## تنظیم کی سوڈان کی طرف منتقلی اور سوچ کا ارتقا

تنظیم کی سوڈان منتقلی اور ایک محفوظ جگہ کی فراہمی کے بعد تنظیم نے سوچنا شروع کیا کہ اب امریکہ کے خلاف خاص کارروائیوں کی منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔ یہ سوچ تنظیم کی قیادت کے ذہن میں ہر وقت رہنے لگی، مگر اس وقت سوڈان کی زمین اس قابل نہ تھی کہ وہ اس قسم کی کارروائیوں کے ردِعمل کو برداشت کر سکے۔ اتنا ہوا کہ جب شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ نے شخصی طیارہ خریدنے کا ارادہ کیا تو بعض قریبی ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ اپنے معتمد ہوابازوں کا ہونا بھی ضروری ہے۔ پھر اس سوچ نے مزید ترقی کی تو سوچا گیا کہ تنظیم کے پاس کئی ہواباز ہونے چاہییں، شاید کہ وہ پہلی سوچ کو عملی کرنے میں بھی کام آجائیں۔ اس سوچ کے تحت دو بھائیوں کا انتخاب کیا گیا کہ وہ ہوابازی کی تعلیم حاصل کریں۔ یہ دو بھائی حسین خرستو المغربی [1] اور ایهاب علی [2] تھے جن میں سے اول نے نیروبی (کینیا) کے ہوابازی کے تعلیمی ادارے میں داخلہ لیا اور دوسرے نے امریکہ کے تعلیمی ادارے میں داخلہ لیا۔ یہ حقیقت ہے کہ ان دونوں بھائیوں کے ذہن میں کسی عملی کارروائی کا خیال تک نہ تھا، بلکہ وہ تو صرف شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے طیارے کے لیے تربیت کی نیت سے گئے تھے۔

اس کے بعد پہلی سوچ میں مزید وسعت اس وقت آئی جب ہمارے پاس ایک بھائی آئے اور انھوں نے امریکی مفادات کے خلاف کارروائیوں کے لیے ہم سے مدد مانگی۔ یہ بھائی مختار بلوچ یعنی خالد شیخ محمد تھے۔ ان کا منصوبہ تھا کہ کئی امریکی طیارے ہائی جیک کیے جائیں اور قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا جائے جن میں سرِفہرست شیخ عمر عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ تھے، اور مطالبات نہ ماننے کی صورت میں ان طیاروں کو امریکی فضا میں ہی تباہ کر دیا جائے۔ تاہم اس وقت تنظیم نے سوچا کہ سوڈان کی زمین مقامی اور عالمی ردِّعمل برداشت نہیں کر سکتی، لہٰذا اس وقت یہ منصوبہ عملی نہ ہو سکا۔ اتنا ضرور ہوا کہ اس وقت تنظیم نے مخصوص کارروائیوں کے لیے عملی اقدامات شروع کر دیے، اور کینیا میں کئی امریکی ویہودی مفادات کا ترصد کیا۔ ان ترصد کرنے والوں میں ہمارے بھائی انس سبیعی اللیبی بھی تھے جو امریکی قید خانوں میں تعذیب کے نتیجے میں شہید کر دیے گئے۔ یہ تمام منصوبے اس وقت عملی جامہ نہ پہن سکے اور مناسب حالات کے انتظار میں رہے۔

یہاں میں ایک واقعے کی وضاحت ذکر کرتا چلوں کہ ۱۹۹۹ء میں مصری ہواباز جمیل البطوطی کا طیارہ امریکی ساحل پر گر کر تباہ ہو گیا تھا جس میں موجود تمام مسافر ہلاک ہو گئے تھے۔ یہ طیارہ فنی خرابی کی وجہ سے تباہ ہوا تھا اور اس میں ہواباز کا کوئی کردار نہیں تھا۔ مگر امریکہ نے پہلی رپورٹ میں اسے دہشت گرد حملہ قرار دیا اور وجہ یہ بیان کی کہ جمیل البطوطی نے جہاز میں سوار ہوتے ہوئے 'توکلت علی اللہ' پڑھا اور جہاز کے سقوط کے وقت تشہد (یعنی أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا رسول الله) کہا۔ حالانکہ یہ تو مسلمان کی شان ہے کہ وہ سوار ہوتے ہوئے اللہ کو یاد کرتا ہے اور موت کے وقت تشہد ادا کرتا ہے، یہ کوئی تنظیم القاعدہ کے ساتھ تو خاص نہیں، جیسا کہ امریکیوں کا گمان ہے۔ پھر یہ بات بھی واضح کر دوں کہ جمیل البطوطی کے طیارے کے سقوط نے شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں گیارہ ستمبر کے حملے کی سوچ الہام نہیں کی تھی، جیسا کہ بعض بھائیوں نے گمان کیا، بلکہ حملے کی تیاری اور حملہ آوروں کی تربیت اس طیارے کے سقوط سے پہلے سے ہو رہی تھی۔ ساتھیوں کے اس گمان کا سبب یہ ہوا کہ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعے کے وقت یہ تبصرہ کیا تھا:

---

[1] یہ اصلاً مراکش کے تھے جو جہاد افغان میں شرکت کے لیے اٹلی سے آئے تھے جہاں وہ شیخ انور شعبان کی دعوت سے متاثر ہوئے تھے۔ یہ تنظیم سے وابستہ رہے، یہاں تک امریکی اداروں نے نوے کی دہائی کے آخر میں انھیں اپنے ساتھ ملا لیا۔ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دیں، آمین۔

[2] یہ اصلا مصری تھے مگر ان کے پاس امریکی شہریت تھی۔ انھیں امریکہ نے گرفتار کر لیا تھا اور کئی سال کی سزا سنادی تھی، مگر جب ثابت ہوا کہ عرصے سے ان کا مجاہدین سے کوئی تعلق نہیں تو چھوڑ دیا گیا۔ یہ واپس امریکہ چلے گئے اور پھر ان سے رابطہ منقطع ہو گیا۔

”اگر بطوطی کا ارادہ طیارے کو از خود تباہ کرنے اور امریکیوں کے نقصان کا تھا تو کیوں نہ اس نے طیارے کو امریکہ کی مرکزی عمارتوں سے ٹکرا دیا۔“

میں نے واضح کر دیا کہ ایسا نہیں، بلکہ گیارہ ستمبر کے حملوں کی تیاری کے کئی مراحل اس وقت تک پورے ہو چکے تھے۔

## القاعدہ کی افغانستان میں منتقلی

تنظیم کی افغانستان منتقلی کے بعد تورا بورا کی پہاڑیوں پر کئی مشاورتی مجالس ہوئیں جن میں امریکی اہداف کے حوالے سے مشورہ کیا جاتا تھا کہ کون کون سے اہداف اہم ہیں۔ تاہم یہ امکانیات کی فراہمی تک محض مشاورت ہی تھی۔ تنظیم کے افغانستان کی طرف منتقل ہونے کے بعد خالد شیخ محمد (مختار بلوچ) کے جذبات تازہ ہو گئے اور انھوں نے پھر سے شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنا شروع کر دیا اور شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ پر اپنے منصوبے کے لیے زور دینے لگے۔ ان کا منصوبہ وہی تھا کہ امریکی طیاروں کو اغواء کر کے قیدیوں کی رہائی کے مطالبات رکھے جائیں اور نہ ماننے پر ان طیاروں کو فضا میں تباہ کر دیا جائے۔ حقیقت میں فضا میں ہی امریکہ کی طرف سے مطالبات کے مان لینے کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے، اور یوں یہ کارروائی ابتداء سے ہی گویا استشہادی کارروائی تھی۔ خالد شیخ محمد اس سوچ کے بہت حامی تھے، پھر بالخصوص انھیں تو پہلے بھی کامیاب تجربہ تھا جب انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے فلپائن میں امریکی جہازوں میں مائع دھماکہ خیز مواد داخل کر دیا تھا جو ”منیلا کی کارروائی“ کے نام سے مشہور ہے۔ خالد شیخ محمد دوبارہ سے کارروائی کا امکان دیکھ رہے تھے۔ تنظیم کی قیادت نے ان کی اس سوچ کو رد نہیں کیا، مگر ان کی رائے تھی کہ اس سوچ میں تبدیلی لائی جائے اور ان جہازوں کا ایسا اسلحہ بنا دیا جائے کہ جس سے امریکہ کی مرکزی عمارتوں پر حملہ کر دیا جائے۔

(جاری ہے، ان شاءاللہ)

☆☆☆☆☆

## بقیہ: مجاہد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے

خراب ہوئی اور وہ بدنام بھی ہوا۔ لیکن حقیقت ہے کہ خواہشات میں مبتلا شخص کو صرف خواہشات ہی نظر آتی ہیں۔

۳۔ عقلمند یہ سوچے کہ اپنی خواہشات سے حاصل غرض جب پورا ہو جائے گا تو پھر کیا ہو گا۔ اور سوچے کہ لذت ختم ہونے کے بعد جو تکلیف اسے پہنچے گی وہ کتنی زیادہ ہو گی۔ تب وہ دیکھے گا کہ اسے خواہشات سے پہنچنے والی تکلیف اس کی لذتوں سے کئی گنا زیادہ ہے۔

۴۔ دوسروں کے بارے میں خواہشات کے برے انجام کا سوچے۔ تب اسے معلوم ہو گا کہ اگر وہ اس شخص کی جگہ ہوتا اور ایسے برے کاموں میں ڈوب جاتا تو وہ کتنا برا ٹھہرتا۔

۵۔ یہ سوچے کہ لذتوں اور شہوتوں کے اتباع میں اسے حقیقت میں کیا ملے گا۔ عقل اسے بتائے گی کہ کچھ بھی نہیں، کیونکہ خواہشات کی آنکھ اندھی ہوتی ہے۔

۶۔ یہ غور و فکر کرے کہ جب وہ اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پائے گا تو اسے کامیابی ملے گی جس پر وہ فخر محسوس کر سکتا ہے۔ لیکن اگر خواہشات اس پر قابو پالیں تو اسے ناکامی کی کتنی حسرت ہو گی۔ جو بھی اپنی ہوائے نفس پر غالب ہوتا ہے تو اسے کامیابی کے افتخار کا احساس ہوتا ہے۔ اور جس پر اس کی خواہشاتِ نفس غالب ہو جائیں اسے ناکامی کی ذلت چبھتی رہتی ہے۔

۷۔ یہ سوچے کہ خواہشاتِ نفس کی مخالفت میں اسے دنیا میں نیک نامی حاصل ہو گی۔ اس کا نفس اور عزت محفوظ رہے گی۔ اور آخرت میں اسے اجر ملے گا۔ پھر الٹا سوچے کہ اگر وہ خواہشاتِ نفس کے مطابق چلے تو اسے ہمیشہ کے لیے اس کا برعکس حاصل ہو گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا کیا مقام ہوتا اگر وہ دنیاوی لذت حاصل کر لیتے؟ لیکن جب انہوں نے اجتناب کیا اور ایک گھڑی مجاہدہ کیا اور صبر سے کام لیا تو ان کا مقام اتنا بلند ہوا جو سب کو معلوم ہے۔“

(از نضرۃ النعیم)

☆☆☆☆☆

## بقیہ: خالد شیخ محمد خط

متعدد بازار، ہسپتال، کلینک اور فیکٹریاں مسمار کی جا رہی ہیں، اور غزہ میں ایک پاور پلانٹ کو تباہ کیا جا رہا ہے، پھر امریکی یہ کیوں قبول نہیں کر سکتے کہ نائین الیون مسلم دنیا میں تمہارے نہ رکنے والے جرائم کے خلاف امت کا ایک قسم کا دفاع تھا جبکہ ہم نے تو تمہاری سرزمین میں صرف معاشی اور فوجی اہداف کو تباہ کیا؟

تم اور تمہاری حکومت دہشت گردی اور دہشت گردوں کے بارے میں بات کرنے کی کوئی حیثیت نہیں رکھتی جبکہ تم دس سال تک پابندیاں لگا کر عراق میں پانچ لاکھ خواتین اور بچوں کو ایک گولی چلائے بغیر بھوک سے مار سکتے ہو۔ پابندیاں جنگ ہیں۔ یہ جنگ کی سب سے ظالمانہ شکل ہیں کیونکہ یہ پوری آبادی کو سزا دیتی ہیں، بچوں اور ان کے مستقبل کو نشانہ بناتی ہیں۔ پابندیاں لگانا بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کے استعمال کے مترادف ہے۔

اب وقت آگیا ہے کہ تمہاری سرمایہ داری اور جمہوریت کو تاریخ کی ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے اور تسلیم کرلیا جائے کہ تم قوموں کو دھوکہ دینے اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرنے کے ماہر ہو۔

ہمیں اپنی سرزمین پر کسی بھی جارحیت کے خلاف جہاد کرنے کا حق ہے۔ ہمیں فلسطینی، عراقی اور افغانی بچوں، عورتوں اور بزرگوں کے خون کا بدلہ لینے اور ان کا خون بہانے والوں کو سزا دینے کا حق ہے۔ اسلامی جہاد مغربی سفاک 'نو استعماریت' اور 'سامراجیت' کا بہترین علاج ہے۔ ہم اسرائیل کو تمہاری فوجی، معاشی اور سیاسی امداد کا جواب جھوٹے امن سے نہیں دیں گے۔ اگر تمہاری حکومت اور عوام نائن الیون کو برداشت نہیں کریں گے تو پھر تم مسلمانوں سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ فلسطین، لبنان، جزیرہ نمائے عرب اور پوری مسلم دنیا میں تمہارے ۶۰ سال کے جرائم کو برداشت کریں؟ میں تم سے یا تمہاری عدالت سے کبھی رحم نہیں مانگوں گا۔ جو تم کرنا چاہتے ہو کرو، میری آزادی، میری اسیری اور میری موت تمام بدکرداروں اور ظالموں کے لیے وبال ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا (جس کا مطلب ہے):

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَن يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِندِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُم مُّتَرَبِّصُونَ○ (سورۃ التوبۃ: ۵۲)

”کہہ دو کہ: تم ہمارے لیے جس چیز کے منتظر ہو، وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ (آخر کار) دو بھلائیوں میں سے ایک نہ ایک بھلائی ہمیں ملے۔ اور ہمیں تمہارے بارے میں انتظار اس کا ہے کہ اللہ تمہیں اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں سزا دے۔ بس اب انتظار کرو، ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں۔“

اگر تمہاری عدالت مجھے عمر قید کی سزا سناتی ہے تو میں خوشی سے اپنی کوٹھڑی میں تنہا رہ کر ساری زندگی اللہ کی عبادت کروں گا اور اپنے تمام گناہوں اور برائیوں سے توبہ کروں گا۔ اور اگر تمہاری عدالت مجھے موت کی سزا سناتی ہے تو میں اللہ اور انبیاء سے ملنے اور اپنے بہترین دوستوں کو دیکھنے، جنہیں تم نے پوری دنیا میں ناحق قتل کیا، اور شیخ اسامہ بن لادن کو دیکھنے کے لیے اور زیادہ خوش ہوں گا۔

لیکن کیا جب صلیبی سزائے موت پر عمل کریں گے تو میں مرجاؤں گا؟ میں پہلے ہی اس سوال کی وضاحت وکلاء کو کرچکا ہوں اور میں اپنا جواب اس خط کے ساتھ منسلک کردوں گا۔

☆☆☆☆☆

## بقیہ: اجنبی کل اور آج

أَفَمَن وَعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ كَمَن مَّتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ (القصص: ۶۱)

”بھلا وہ شخص جس سے ہم نے ایک اچھا وعدہ کر رکھا ہے، اور وہ اسے پانے والا ہے کبھی اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جسے ہم نے صرف حیاتِ دنیا کا سامان دے رکھا ہو اور پھر وہ قیامت کے روز (سزا کے لیے) گرفتار کر کے لائے جانے والوں میں سے ہو؟“

رہی بات کفار کے دنیا کو امنِ مطلق کا گہوارہ بنانے کی تو یہ دعوت بھی کیسے قبول کی جا سکتی ہے جب تک کہ دنیا میں خود ان کا پھیلایا ہوا فتنہ و فساد موجود ہے؟ فتنے کے خاتمے تک جہاد قرآن نے ہم پر فرض قرار دیا ہے تو بھلا رحمن کو چھوڑ کر شیطان کی پکار کیسے سنی جا سکتی ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا میں ”سلامتی کے لیے بڑھتے ہوئے خطرات“ سے ہمیں ڈرا کر اپنے آپ کو سلامت رکھنا چاہتے ہیں، (ہمیں جتنا سلامت یہ رکھنا چاہتے ہیں، اس کا اندازہ لگانے کے لیے مسلم ممالک میں ان کے فوجی اڈوں کا پھیلاؤ اور عراق، افغانستان اور فلسطین وغیرہ میں ان کے ظلم کو دیکھنا کافی ہو گا)۔ یہ تو چاہیں گے کہ ہم ایسے میں بھی ان کے ساتھ امن و سلامتی کے مذاکرات میں الجھے رہیں، اور سلامتی (صرف جان کی، ایمان کی نہیں) کو ایک مستقل اور مطلوب قدر کے طور پر قبول کر لیں۔ اللہ تعالیٰ جن قوموں کو دنیا و آخرت میں اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں ......مِنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا عذاب کی خوشخبریاں دیتا ہے، کس میں یہ مجال کہ انھیں سلامتی کی مطلق ضمانت دے دے؟:

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ وَمَا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ (الرعد: ۳۴)

”ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ کوئی ایسا نہیں جو انھیں اللہ سے بچانے والا ہو۔“

امن کا حق دار وہی ہے جسے یہ حق اللہ تعالیٰ کی مؤمن و مہیمن ذات عطا فرمائے:

وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ○ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ○ (الانعام: ۸۱-۸۲)

”اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن پر اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، سو ان دونوں

فریقوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے؟ اگر تم خبر رکھتے ہو۔ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلودہ نہ کیا ایسوں ہی کے لیے امن ہے، اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔"

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

## بقیہ: القاعدہ نے گیارہ ستمبر کے حملے کیوں کیے؟

ملا عمر نے شیخ ابو حفص رحمہ اللہ سے فرمایا "احمد شاہ مسعود کے خلاف اگر آپ کچھ کر سکیں"۔ شیخ ابو حفص رحمہ اللہ نے انہیں جواب دیا کہ "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسعود قتل ہو گیا بس آپ لوگ اسے مقتول سمجھتے ہوئے اپنی افواج کو شمال پر حملہ آور ہونے کا حکم دیں تاکہ انہیں حیران کیا جا سکے"، یعنی جیسے ہی اس کے مرنے کی خبر آئے آپ اپنی افواج کو اکٹھا کر کے وہاں حملہ کر دیں تاکہ شمالی اتحاد والوں کو اپنی صفیں ترتیب دینے کا موقع بھی نہ مل سکے۔ چنانچہ طالبان ملا داد اللہ رحمہ اللہ کی قیادت میں شمال کی وادی پر حملہ آور ہوئے اور کچھ ہی عرصہ میں مبارک کارروائیوں سے قبل احمد شاہ مسعود بالفعل کیمروں (میں نصب بموں) کے ذریعے سے مارا گیا جو کہ ایک معروف واقعہ ہے ذرائع ابلاغ میں جس کا ذکر ہوتا رہا ہے۔

انہی دنوں بی بی سی سے تعلق رکھنے والا ایک صحافی آیا اور شیخ اسامہ سے ملاقات کی، دوپہر کے کھانے پر شیخ اسامہ بن لادن نے اسے کہا کہ "اللہ کی قسم ہم (امریکی) وزارت دفاع کو شیطان کے وسوسے بھلا دیں گے، اللہ کی قسم میں امریکیوں کو مجبور کر دوں گا کہ وہ اپنی شہریت بھی لوگوں سے چھپاتے پھریں"۔

اس صحافی کے جانے کے بعد یہ عام بات بن گئی کہ شیخ اسامہ بن لادن امریکہ کے خلاف ایک بڑی کارروائی کرنے جا رہے ہیں اور یہ کارروائی چند ہی ہفتوں کے اندر ہونے والی ہے۔

اور عملاً تین ہفتوں کے اندر اندر گیارہ ستمبر کے حملے ہو گئے۔ حملوں سے کچھ عرصہ قبل ہم قندھار سے کابل روانہ ہوئے، جہاں راستے میں تورغر کے پہاڑی سلسلے میں اس خبر کے انتظار میں ہم دو ہفتوں کے لیے ٹھہرے جہاں الحمد للہ یہ خبر ہم نے ریڈیو کے ذریعے سے سنی۔ اللہ اکبر!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین!

☆☆☆☆☆

## بقیہ: دو عالمی غنڈوں کی شہ پر

اس کی تربیت کے لیے امریکہ نے بھارت سے ساٹھ ہزار انجینئر بلوائے ہیں۔

اسی لیے کہ امریکہ خطے کی قیادت بھارت کے حوالے کرنا چاہتا ہے اور اسے خطے میں چین کے مدمقابل لانا چاہتا ہے تاکہ وہ خطے میں بھارت کے ذریعے اپنے مفادات پورے کر سکے۔ دنیا میں امریکہ کی سربراہی بھی قائم رہے اور اسے خطے میں بھارت جیسا بہترین شراکت دار بھی مل جائے۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی حال ہی میں بھارت میں منعقد ہونے والا جی ۲۰ اجلاس ہے جو بھارت کی راجدھانی دہلی میں منعقد کیا گیا۔ بھارت نے اس اجلاس کا نعرہ دیا، "ایک زمین، ایک خاندان، ایک مستقبل"۔

اس اجلاس میں ایک بڑے معاشی منصوبے "انڈیا، مڈل ایسٹ، یورپ اکنامک کاریڈور" (IMEEC) کا اعلان کیا گیا۔ یہ منصوبہ پارٹنر شپ فار گلوبل انفراسٹرکچر انوسٹمنٹ (Partnership for Global Infrastructure Investment) کے تحت تشکیل دیا گیا ہے جس کا ایک مقصد چین کے بیلٹ اینڈ روڈ منصوبے کا مقابلہ کرنا بھی ہے، اس طرح اس منصوبے کے ذریعے امریکہ خطے میں چین کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو لگام ڈال کر انڈیا کو آگے لانا چاہتا ہے۔ یہ اکنامک کاریڈور سمندر اور ریلوے لائنوں کا استعمال کرے گا اور یہ بھارت کے شہر گجرات سے شروع ہو کر، دبئی، سعودی عرب، اردن اور پھر اسرائیل کے ساحل سے اٹلی، فرانس اور جرمنی تک جائے گا۔ اسی منصوبے کے تحت ایک امریکی ہیلتھ کمپنی انڈیا میں ۱۸ ملین ڈالر سے زیادہ کی سرمایہ کاری کرے گی، جبکہ یورپی یونین اس پورے منصوبے میں ۳۰۰ بلین ڈالر کی سرمایہ کاری کرے گی۔ اس منصوبے کے لیے شراکت داری "پارٹنر شپ فار گلوبل انفراسٹرکچر انوسٹمنٹ" کا اعلان برطانیہ میں ۲۰۲۱ء میں پہلی بار کیا گیا۔ پھر ۲۰۲۲ء میں جرمنی میں اس پر جی ۷ ممالک رضامند ہو گئے۔

اس منصوبے کے معاشی مقاصد ایک طرف، اس کے دو سب سے اہم سیاسی مقاصد ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ معاشی مقاصد کی بجائے ان دو سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے ہی اس منصوبے کو شروع کیا گیا ہے۔

ایک چین کو لگام دینا اور اس کے معاشی منصوبوں کے مقابلے میں اپنے معاشی منصوبے متعارف کروانا، اور اسی مقصد کے تحت معاشی اور عسکری دونوں سطحوں پر بھارت کو چین کے مدمقابل لے کر آنا تاکہ چین خطے میں الجھ کر امریکہ کے لیے خطرہ نہ بنے۔

دوسرا مقصد جو امریکہ کے لیے اس سے بھی زیادہ اہم ہے جو اس منصوبے سے حاصل ہو سکے گا وہ اسرائیل کے مسلمان ممالک بالخصوص خلیجی ممالک کے ساتھ تعلقات کو "نارملائز" کرنا ہے۔

اس طرح اس منصوبے اور بحیثیتِ مجموعی امریکہ کے بھارت کے ساتھ بڑھتے تعلقات اس بات کی طرف بھی اشارہ دے رہے ہیں کہ امریکہ ایسا ماحول تیار کرنا چاہتا ہے کہ دنیا کے اہم

ممالک بالخصوص اہم مسلمان ممالک (خلیجی ممالک) کو معاشی اور دیگر معاہدوں میں انڈیا اور اسرائیل کے ساتھ اس طرح باندھ دیا جائے کہ جب یہ دونوں ممالک مسلمانوں پر ظلم ڈھائیں، ان کا قتلِ عام کریں اور ان کی نسل کشی کی کوشش کریں تو یہ ممالک اپنے مفادات کی خاطر ان واقعات سے نظریں چرائیں اور ان دونوں غنڈوں (انڈیا اور اسرائیل) کو مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے کے لیے آزاد چھوڑ دیں۔

☆☆☆☆☆

## بقیہ: خواتین کی ذمہ داری

اور اس سے وہ سب خرابیاں پیدا ہوتیں، جو مادہ پرست، دنیادار، اور تمدن و ترقی کی وبازدہ اقوام و ممالک میں پیدا ہوتی رہی ہیں، اور تاریخ میں اس کی صدہا مثالیں ملتی ہیں۔ اس کے تصور کے لیے ان مشرقی ممالک و اقوام کا نقشہ اور ان کا طرزِ عمل دیکھ لینا کافی ہے، جو مغربی تمدن و ترقی کی نقالی کا شکار ہوئیں، اور ان کی خوشہ چیں بن گئیں، اور انہوں نے دینی تعلیمات و احکام، حدودِ شریعت اور اپنی قدیم تہذیبی روایات سے یکسر آنکھیں بند کر لیں۔

واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس مشکل پر مردوں اور عورتوں کے باہمی تعاون سے قابو پایا، اس میں بہت بڑا دخل مسلمان خواتین کے ایمان و یقین، قناعت و ایثار، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے، اور صحابیات و گزشتہ صاحبِ ایمان و صلاح مستورات کا نمونہ سامنے رکھنے کا نتیجہ تھا، مر د رومی و ایرانی تمدن کی نقالی اور اس کے ترقی یافتہ طور طریق، طرزِ معاشرت، اور زیب و زینت کے آلات و وسائل کے اختیار کرنے سے کتنے ہی روکنے کی کوشش کرتے، اور کتنی ہی مؤثر اور بلیغ تقریریں کی جاتیں، اسلامی معاشرہ رومی و ایرانی تمدّن اور طرزِ معاشرت اور اس کی نقالی سے بچ نہیں سکتا تھا، علماء و واعظین، حکّام و سلاطین، اخلاقی احتساب کرنے والے ذمہ دار، فوجی کمانڈر اور افسران بھی اسلامی معاشرہ، اسلامی شخصیت، اور اسلامی تہذیب و تمدّن کی حفاظت نہیں کر سکتے تھے، ان خواتین کا اسلامی تشخص کی حفاظت ہی نہیں، بلکہ اسلامی وجود کے بقا میں بھی بڑا حصہ ہے۔

اب بھی اگر کوئی طاقت مغربی تہذیب کی نقالی اور یہی نہیں بلکہ نئی ابھرنے والی، اور تیزی سے پھیلنے والی ہندو تہذیب کے مسلم معاشرہ میں رائج اور مقبول ہونے سے بچا سکتی ہے، جو (ایک خاص دیومالائی نظام رکھنے اور اسلامی بنیادی عقائد سے متصادم ہونے کی بنا پر) زیادہ خطرناک ہے، تو وہ ہماری ان بہنوں اور مسلمان خواتین کی صحیح دینی تعلیم، ایمانی و دینی تربیت، اور اسلامی اخلاق و سیرت کو دوسرے قوموں کے اخلاق و سیرت پر ترجیح دینے ہی سے ممکن ہے۔

یہ حقیقت طبقۂ نسواں میں دینی تعلیم و اسلامی تربیت کے انتظام کی ضرورت ایک اہم وجہ محرّک ہے، ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ مدارس نسواں اور جامعۃ الصالحات، یا جامعہ نور الاسلام کے ناموں سے جو زنانہ دینی مدارس اور جامعات قائم ہو رہی ہیں، وہ ان مقاصد کے حصول کے لیے ایک مؤثر دانش مندانہ اور تعمیری قدم ہے، جس سے تہذیبی ارتداد (اور اس سے بڑھ کر نئی نسل کے اعتقادی انقلاب سے) مسلمانوں کی نئی نسل کو بچایا جا سکتا ہے، اور اس کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کی جا سکتی ہے، اور اگر اس مخلصانہ اور دانش مندانہ کوشش کا سلسلہ جاری رہا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرتِ غیبی کی امید بھی کی جا سکتی ہے۔

وصدق الله العظيم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (سورۃ محمد: ۷)

(اے مسلمانوں) اگر تم اللہ کے دین کی نصرت کرو گے، تو اللہ تمہاری نصرت (مدد) فرمائے گا، اور تمہارے قدموں کو جمادے گا۔

☆☆☆☆☆

### ہے جہاد صبر میں بھی، یہ جہاد کرتے رہنا!

”یہ راستہ انتہائی مشکلات کا راستہ ہے، قدم قدم پر لاشیں، قید و بند کی صعوبتیں، تعذیب و تحقیر کی گھاٹیاں، پیاروں کا بچھڑنا، عزیز ترین ساتھیوں کا جدا ہوا اس راہ کے معمولات ہیں۔ ہر طرف سے دشمن کا گھیراؤ، ہر وقت بمباری کا خوف اور میزائلوں کا نشانہ بننے والے کٹے پھٹے اعضا اس راہ کی منزلیں ہیں۔ بیگانوں سے تو شکوہ ہی نہیں یہاں تو اپنوں کی زبانوں سے نکلنے والے زہریلے نشتر ہماری روحوں تک کو گھائل کر دیتے ہیں۔ جاہل و اجڈ، شدت پسند و بنیاد پرست، را اور امریکہ کے ایجنٹ اور نہ جانے کیا کیا!!! اسی لیے مجاہدین کے حوالے سے خصوصاً ”ولا یخافون لومۃ لائم“ کی صفت کا تذکرہ ہوا ہے۔

ان تمام باتوں کے مقابلے میں مجاہدین کا ہتھیار صبر و استقامت ہے کیونکہ صبر ہی نصرت کا ذریعہ ہے اور پھر یہ اللہ کی طرف سے عائد کردہ فریضہ ہے جسے ہم عبادت سمجھ کر بجالاتے ہیں اور اس پر لا محدود اجر کی امید رکھتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورۃ الزمر: ۱۰)

”بلاشبہ صبر کرنے والوں کو ان کا پورا اجر کسی شمار کے بغیر ہی دیا جائے گا۔“

(شیخ مصطفیٰ ابو الیزید شہید)

# گیارہ ستمبر کے حملے امریکی جرائم کا ردِّ عمل ہیں!

خالد شیخ محمد کا امریکی صدر بارک اوبامہ کے نام خط

خالد شیخ محمد فک اللہ اسرہ نے یہ خط ۸ جنوری ۲۰۱۵ء کو اس وقت کے امریکی صدر بارک اوبامہ کے نام گوانتاناموبے کی جیل سے لکھا۔ جیل انتظامیہ نے اس خط کو 'پروپیگنڈہ' کہہ کر دبا دیا۔ دو سال بعد گوانتاناموبے جیل کی فوجی عدالت کے جج نے حکم دیا کہ یہ خط صدر بارک اوبامہ تک پہنچایا جائے۔ جس کے بعد یہ خط بارک اوبامہ کی صدارت کی مدت ختم ہونے سے چند دن پہلے وائٹ ہاؤس پہنچا۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## ۱. قیدی مجاہد خالد شیخ محمد کا خط

جبر و استبداد کے ملک، ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے صدر، سانپ کے سر، بارک اوبامہ کے نام

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا (سورۃ العنکبوت: ۴۶)

”اور اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو، مگر ایسے طریقے سے جو بہترین ہو۔ البتہ ان میں سے جو زیادتی کریں، ان کی بات اور ہے۔“

میں تمہیں بعد والے گروہ یعنی بدکرداروں میں سے سمجھتا ہوں۔

میں تمہیں یہ خط اس لیے لکھ رہا ہوں تا کہ اگر تم ایک عقلمند اور آزاد صدر ہو اور اپنے فیصلوں میں خود مختار ہو (اور مجھے نہیں لگتا کہ تم ایسے ہو) تو تم اسے پڑھو، سمجھو، اور غور کرو۔ میں تمہیں ذاتی طور پر یہ خط اس لیے نہیں لکھ رہا کہ تم اس کے لائق نہیں ہو۔ تمہارے ہاتھ آج بھی غزہ میں شہید ہونے والے ہمارے بھائیوں، بہنوں اور بچوں کے خون سے تر ہیں۔ رمضان کے اس مقدس مہینے میں غزہ میں ۵۹۵ سے زیادہ بچے اور ۲۵۳ خواتین، مجموعی طور پر ۲۱۰۰ سے زیادہ شہری، شہید ہوئے۔ وزیرستان، یمن، عراق، لیبیا، افغانستان، صومالیہ اور دیگر جگہوں پر تمہارے ڈرون حملوں میں مارے جانے والے بے گناہوں کے خون کا ذکر ہی کیا، یا وہ جنہیں تمہاری فوج نے افغانستان اور عراق میں قتل کیا۔

## ۲. امریکی صدر اور صدارت

کسی بھی امریکی یا مغربی سربراہ مملکت کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اسے لازماً ایک میکاولین (Machiavellian) صدر اور ایک پیشہ ور اور کامل جھوٹا ہونا چاہیے۔ اسے اپنے سامعین اور پوری قوم کو دھوکہ دینے میں ماہر ہونا چاہیے۔ جمہوری نظام میں اس کی قابل مذمت صلاحیت (جھوٹ اور فریب) کو جانچنے کا پہلا مقام انتخابی مہم ہے۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر وہ اوول آفس اور دنیا بھر میں اپنی صدارت کے دوران اس کی مشق کرے گا۔

صدر کے زیادہ تر مصاحبین (سینیٹ اور کانگریس کے اراکین) اسی طرح کی سفلی صلاحیتوں سے لیس ہیں، لیکن ہر ایک ان صلاحیتوں کو اپنی انتخابی مہم میں سرمایہ لگانے والوں کے مفادات کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اگر اسے ہیلتھ کیئر کا کاروبار کرنے والوں نے مالی اعانت فراہم کی ہے، تو وہ کسی بھی ایسے اقدام کو آگے بڑھائے گا جو ان کے مفاد میں ہو۔ اگر اسے جیل کے صنعتی گروپوں کی طرف سے مالی اعانت فراہم کی گئی ہے، تو اسے ان کے حق میں نئے قوانین کے لیے حکومت پر دباؤ ڈالنا پڑے گا۔ اگر اسے بلیک واٹر، ہیلی برٹن یا اسلحہ سازی کی کسی اور صنعت یا ہتھیاروں کی کمپنی نے مالی امداد دی ہے، تو پھر اسے محکمہ دفاع اور امریکی فوجیوں کو مزید جنگوں میں دھکیلنا پڑے گا، وغیرہ وغیرہ۔ آخرِ کار انتظامیہ ایسے کرائے کے لوگوں سے بھر جائے گی جو اپنے سرمایہ کاروں کے مفادات کے لیے پوری محنت کرتے ہوں گے اور خمیازہ عوام بھگتے گی۔ آخر میں، یہ امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر کرنے کا باعث بنے گا۔ ملک قرضوں میں ڈوب جائے گا اور آخر کار قوم مر جائے گی۔

تمہارے پیشروؤں کے جھوٹ اور فریب کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

- امریکی عوام کو جانسن انتظامیہ اور پنٹاگون نے ویتنام میں جنگ چھیڑنے کے لیے گمراہ کیا جس میں ۵۸،۰۰۰ امریکی جانیں اور لاکھوں ویت نامی جانیں ضائع ہوئیں اور بالآخر ذلت آمیز شکست کا باعث بنی۔
- نکسن واٹر گیٹ سکینڈل نے تمہاری حقیقی جمہوری اقدار اور سیاسی طاقت کو بے نقاب کر دیا۔
- ۱۹۸۱ء میں، امریکہ نے ایل موزوٹ میں سیکڑوں بے گناہ لوگوں کو ذبح کرنے کے لیے سلواڈور کے لوگوں کو تربیت دی۔
- ۱۹۸۵ء میں، امریکہ نے یرغمالیوں کے بدلے اسرائیل سے ایران کو ہتھیاروں کی ترسیل کی منظوری دی۔
- ریگن نے ۱۹۸۰ء کی دہائی کے دوران لاطینی امریکہ میں ایک گندی خفیہ جنگ کی جب اس نے نکاراگوا کے کانٹرا کی حمایت کی۔ وہ ملک کافی حد تک تباہ ہو گیا اور شاید کبھی بحال نہ

ہو سکے۔ بین الاقوامی دہشت گردانہ حملہ کے ساتھ ایک تباہ کن معاشی جنگ بھی تھی، جسے کینہ پرور اور ظالم سپر پاور کی طرف سے الگ تھلگ کیا گیا ایک چھوٹا سا ملک مشکل سے ہی برداشت کر سکتا تھا۔

کوئی بھی اپنی اہلیت سے یا عوامی تائید سے تمہارے دفتر تک نہیں پہنچا ہو گا۔ تمہارے دفتر کی چابیاں تاجروں، لابیاں بنانے والوں اور پریشر گروپوں کے ہاتھ میں ہیں جو ووٹروں کو دھوکہ دینے کے لیے بڑے میڈیا اداروں کے مالک ہیں اور تمہاری انتخابی مہم کے لیے پیسے ادا کرتے ہیں۔

تمہارے انتخابات جیتنے سے قبل تمہارے بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ تم کثیر الثقافتی پس منظر کے حامل ایک ذہین وکیل ہو، لیکن جب کوئی بھی صدر وائٹ ہاؤس میں داخل ہوتا ہے اور اوول آفس میں کرسی پر بیٹھتا ہے تو اسے اپنے تمام وعدوں اور بنیادی اقدار کو بھول جانا پڑتا ہے اور اپنے آقاؤں کے کاموں پر لگنا پڑتا ہے جنہوں نے اس کی انتخابی مہم کے لیے ادائیگی کی۔ اگر وہ لابیوں کی سرپرستی میں نہیں بلکہ اپنی مقبولیت کے بل بوتے پر الیکشن جیتتا ہے تو پھر بھی وہ کرائے کے غنڈوں، تاجروں، لابیوں اور ایوان اور سینیٹ میں پریشر گروپوں کے آگے مجبور ہو گا۔ خواہ وہ ایک ذہین وکیل ہو، انسانی حقوق سے بخوبی واقف ہو، وہ اپنے دشمن کو بغیر مقدمہ چلائے قتل کر سکتا ہے اور اس کی لاش کو اس کے گھر والوں کو دینے یا بطور انسان اس کا احترام کرتے ہوئے اسے دفن کرنے کی بجائے سمندر میں پھینک سکتا ہے۔ وہ بغیر کسی الزام کے لوگوں کو حراست میں لینا قبول کر سکتا ہے، بلیک سائٹس اور دیگر جگہوں پر تشدد کرنے والوں کو تحفظ فراہم کر سکتا ہے، غیر معینہ مدت تک حراست میں رکھنے کی توثیق کر سکتا ہے، اور قابض یہودیوں کو تحفظ فراہم کر سکتا ہے جو شہریوں کا قتل عام کر رہے ہیں اور ان کے جرائم کو اپنے ذاتی دفاع کے طور پر استثنائی قرار دے سکتا ہے۔

### ۳. پرانا، نیا ناکام منصوبہ

امت اسلامیہ کے دشمنوں کے قائدین ساتویں صدی میں مکہ میں اسلام کے سورج کے طلوع ہونے سے لے کر آج تک اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی جنگ میں کبھی نہیں رکے۔ تم اور تمہارا ملک اور تمہارے اتحادی اور دوست امت مسلمہ کے خلاف جو کچھ کر رہے ہیں وہ کوئی نیا منصوبہ نہیں ہے۔ یہ پیچھے یورپی نو آبادیاتی دور تک، تاریک دور کی صلیبی جنگوں تک، اور تمہارے آباؤ اجداد کی بازنطینی سلطنت تک پہنچتا ہے۔

تم اپنے پیش روؤں، مدینہ کے یہودی اور مکہ کے مشرک قریش سرداروں کا منصوبہ جاری رکھے ہوئے ہو۔ آج اسرائیل کی حکومت مدینہ کے یہودیوں کی نمائندگی کر رہی ہے جبکہ مکہ کے مشرکین قریش کی نمائندگی سعودی بادشاہ، اردنی شاہ کا قریشی خاندان، متحدہ عرب امارات کے حکمران اور تمہارے نئے کرائے کا آمر سیسی کر رہا ہے، جس کی بغاوت پر تم نے آنکھ بند کر لی تھی، جسے تم اسلحہ اور پیسہ فراہم کرتے رہتے ہو۔ لیکن، جس طرح ان کے منصوبے ناکام ہو گئے، اسی طرح تمہارے بھی ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

وَمَكْرَ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ(سورۃ الفاطر: ۴۳)

”......حالانکہ بری چالیں کسی اور کو نہیں خود اپنے چلنے والوں ہی کو گھیرے میں لے لیتی ہیں۔“

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّواْ عَن سَبِيلِ اللهِ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُواْ إِلَى جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ۝(سورۃ الانفال: ۳۶)

”بے شک جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے مال اس کام کے لیے خرچ کر رہے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکیں۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ یہ لوگ خرچ تو کریں گے، مگر پھر یہ سب کچھ ان کے لیے حسرت کا سبب بن جائے گا، اور آخر کار یہ مغلوب ہو جائیں گے۔ اور (آخرت میں) ان کافر لوگوں کو جہنم کی طرف اکٹھا کر کے لایا جائے گا۔“

### ۴. وہ روشنی تھی یا تاریکی؟

اس جنگ میں روشنی اور تاریکی میں فرق کرنے کے لیے اپنے آپ سے درج ذیل سوالات پوچھو:

**وہ روشنی تھی یا تاریکی** جب تمہاری حکومت نے لیبیا کے مجاہد ابن الشیخ اللیبی کو گوانتاناموسے مصر میں آمر حسنی مبارک کے اور پھر آمر قذافی کے حوالے کیا تاکہ ان کو تشدد کا نشانہ بنا کر قتل کیا جائے؟

**وہ روشنی تھی یا تاریکی** جب تمہاری حکومت نے شامی کینیڈین مسافر مہر عرار کو تشدد کا نشانہ بنانے کے لیے تمہارے سابق اتحادی بشار الاسد کے حوالے کیا؟

**وہ روشنی تھی یا تاریکی** جب تم نے یمن میں شیخ العولقی کے ۱۶ سالہ امریکی نژاد بیٹے کو ڈرون کے ذریعے قتل کیا؟

**وہ روشنی تھی یا تاریکی** جب تمہاری حکومت نے ابو غریب میں وہ سب کچھ کیا؟ یا جب تم نے اپنے فوجیوں کے جرائم کی تصاویر نشر کرنے سے انکار کیا؟

**وہ روشنی تھی یا تاریکی** جب تمہاری حکومت نے ایران عراق جنگ کے دوران صدام حسین کی حمایت کی، حتیٰ کہ جب وہ کردوں کے خلاف زہریلی مسٹرڈ گیس استعمال کر رہا تھا؟

## ۵. نائن الیون کیوں ہوا؟ اور یہ دوبارہ کیوں ہو سکتا ہے؟

**فلسطین میں ۱۹۴۸ء سے کیا گیا جنگی جرائم کا ارتکاب، اور جو آج غزہ میں ہو رہے ہیں، یہ سب سے واضح اشارہ ہیں کہ نائن الیون کیوں ہوا، اور مستقبل میں یہ دوبارہ کیوں ہو سکتا ہے۔**

فروری ۱۹۹۸ء میں جب شیخ اسامہ بن لادن، ڈاکٹر ایمن الظواہری اور دیگر (علمائے) مجاہدین نے فتویٰ جاری کیا اور تمہارے ملک اور اس کے اتحادیوں کے خلاف ”الجبهة الإسلامية العالمية لقتال اليهود والصليبيين“ کے جھنڈے کے تحت جنگ کا اعلان کیا، وہ نہ صرف اپنی یا مجاہدین کے بعض گروہوں کی نمائندگی کر رہے تھے، بلکہ وہ ہر اس مسلمان کے جذبے کی نمائندگی کر رہے تھے جو محسوس کرتا ہے کہ وہ یا وہ تمہارے اور تمہارے اتحادیوں کی طرف سے براہ راست یا مغربی طاقتوں کے اس کی حکومت کو بدعنوان کٹھ پتلی حکومت بنا دینے کے نتیجے میں پراکسی کے ذریعے قابض اور مظلوم ہے۔ جہاد کی دعوت ہر ایک مسلمان فرد، اسلامی گروہ، قبیلے یا نسلی گروہ کی حمایت کی دعوت تھی جسے تمہاری حکومت نے بالواسطہ یا بلاواسطہ دبایا ہے۔ اس لیے تمہارے خلاف جہاد کا اعلان درحقیقت ان لاکھوں لوگوں کی طرف سے ایک نفیرِ عام تھی جو فلسطین، فلپائن، چیچنیا یا عراق میں اپنی آزادی سے محروم ہو گئے یا اپنے گھروں سے بے دخل کر دیے گئے یا جنہیں تمہاری کرپٹ کی ہوئی عرب حکومتوں کی وجہ سے، جنہیں تم نے مغربی اسلحے کی صنعت کی غلام منڈی بنا رکھا ہے، روزگار نہیں مل سکا۔ ایک طرف تم ہمارا تیل سستے داموں لوٹ رہے ہو تو دوسری طرف تم اپنے ایجنٹوں اور شاہی خاندانوں کو رشوت دے کر اپنا بے کار اور بے وقعت اسلحہ مہنگے داموں بیچ رہے ہو، اس طرح قاہرہ یا کراچی یا جکارتہ کی بجائے اپنے ہی ملک کی اسلحہ ساز فیکٹریوں میں روزگار کے مواقع پیدا کر رہے ہو۔ تم ہماری زمینوں پر اپنے ایجنٹوں اور آمروں کے ذریعے خفیہ اور کھلے عام اپنے جرائم کو کبھی نہیں روکتے۔

جب شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہدین نے تمہارے اور تمہاری قوم کے خلاف اعلانِ جنگ کیا تو انہوں نے تمہیں، تمہاری قوم کو اور تمہارے اتحادیوں کو دن کی روشنی میں خبردار کیا۔ نائن الیون سے پہلے، مجاہدین نے تمہیں عراق کے خلاف غیر منصفانہ پابندیاں اٹھانے کو کہا، وہ پابندیاں جو تم نے اور مغرب نے لگائیں اور جو دس لاکھ خواتین اور بچوں کی موت کا سبب بنیں۔ انہوں نے تمہیں یہودی غاصبین کی حمایت بند کرنے، کرپٹ عرب حکومتوں کی حمایت بند کرنے، اپنے فوجیوں کو واپس بلانے اور جزیرہ نما عرب میں اپنے فوجی اڈے بند کرنے کا کہا، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ انکل سام نے کبھی مجاہدین کی نصیحتوں پر کان نہیں دھرے۔ پانی سر سے گزر جانے کے بعد ہی وہ بیدار ہو گا۔

تم ۶۰ سال سے فلسطین میں مسلمانوں کا قتلِ عام کر رہے ہو: ۴۰ لاکھ سے زائد فلسطینیوں کو بے دخل کر کے؛ فوجی، اقتصادی اور سیاسی طور پر اسرائیل کی حمایت کے ذریعے ان کے گھروں، اسکولوں، مساجد اور بازاروں کو تباہ کر کے؛ اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے ذریعے ان کے تمام جرائم کا تحفظ کر کے۔ ان ۶۰ سالوں کے بدلے میں، اللہ نے نائن الیون کروانے، سرمایہ دارانہ معیشت کو تباہ کرنے، تمہیں بے خبری میں اچانک آ لینے، اور جمہوریت اور آزادی کے تمہارے دیرینہ دعووں کی تمام منافقت کو بے نقاب کرنے میں ہماری مدد کی۔

ہماری سرزمین پر تمہاری ظالمانہ خارجہ پالیسی کو روکنے کا بہترین طریقہ تلاش کرنا انتہائی ضروری تھا۔ ہم نے تمہارے خلاف جنگ نائن الیون کے واقعات سے شروع نہیں کی۔

واشنگٹن اور نیویارک میں ہونے والے دو بابرکت حملے تمام آفاقی قوانین کی پاسداری کرتے تھے اور اسلامی دنیا کے خلاف تمہاری تباہ کن پالیسیوں، یہودی صہیونی ریاست اسرائیل کے لیے تمہاری لامحدود حمایت اور اپنے مفادات کے تحفظ کی خاطر اسلامی دنیا میں آمرانہ حکمرانوں کی مسلسل حمایت اور تحفظ کا فطری ردعمل تھے۔

لہٰذا، **گیارہ ستمبر کو تم نے انڈونیشیا میں جو بویا تھا اس میں سے کچھ کاٹ لیا** جب امریکی حکومت اور سی آئی اے نے انڈونیشیا کے آمر سہارتو کی حمایت اور پشت پناہی کی جب اس کی فوج کے زیرِ قیادت قتلِ عام میں لاکھوں بے زمین کسانوں کو ذبح کیا گیا۔

**گیارہ ستمبر کو تم نے جنوبی فلپائن میں جو بویا تھا اس میں سے کچھ کاٹ لیا** جب تم نے منڈاناؤ میں مسلمانوں کے خلاف عیسائی حکومت کی حمایت کی جو ۲۰۰ سال سے زیادہ عرصے سے اپنی خود ارادیت اور آزادی کے خواہاں تھے۔

**گیارہ ستمبر کو تم نے جو کچھ بویا تھا اس میں سے کچھ کاٹ لیا** جب تم نے جزیرہ نما عرب میں تبوک، ظہران، بحرین، کویت، عمان، اور متحدہ عرب امارات میں فوجی اڈے قائم کیے، جو کہ شرعی قوانین کے تحت حرام ہیں، تمہارے ملک کو سستی ترین قیمت پر نہ رکنے والے تیل کے سیلاب کے تحفظ کرو؛ اور بادشاہی خاندانوں کی آمرانہ حکمرانی اور جابرانہ، بدعنوان، خاندانی حکومتوں کی حمایت کے لیے اور امت مسلمہ کی آبادی کی دولت لوٹنے کے لیے؛ اور وہاں اپنے فوجی مقاصد کی تکمیل کے لیے۔

**گیارہ ستمبر کو تم نے سیاسی میدان میں جو بویا تھا اس میں سے کچھ اس وقت کاٹ لیا** جب تم نے اسرائیل کی طرف سے بار بار کیے جانے والے جرائم کو بچانے کے لیے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں ۴۵ سے زیادہ مرتبہ قراردادوں کو روک دیا۔

**گیارہ ستمبر کو تم نے جو کچھ بویا تھا اس میں سے کچھ کاٹ لیا** جب امریکی حکومت نے اسرائیل کی ”آئرن فسٹ“ کی اور ۱۹۸۲ء میں لبنان پر اس کی فوج کے حملے کی حمایت اور پشت پناہی کی تھی جس میں ۱۷۰۰۰ سے زیادہ شہری مارے گئے اور جب تم نے ۱۹۸۲-۸۳، ۱۹۹۳ اور ۱۹۹۶ء میں لبنان پر اسرائیلی حکومت کی فوج کے حملے اور قتلِ عام کی حمایت اور پشت پناہی کی تھی۔

**گیارہ ستمبر کو تم نے جو بویا تھا اس میں سے کچھ کاٹ لیا** جب تمہاری حکومت ۴۰ سال سے شاہِ ایران اور سفاک ایرانی خفیہ ایجنسی کی پشت پناہی کر رہی تھی۔

**گیارہ ستمبر کو تم نے عراق میں جو بویا تھا اس میں سے کچھ کاٹ لیا** جب اینگلو سیکسن صلیبیوں نے عراقی عوام کے خلاف اجتماعی سزا کے طور پر پابندیاں عائد کیں جس کے نتیجے میں ۵ لاکھ شہری مارے گئے، اس حوالے سے تمہارے سابق اٹارنی جنرل رامسے کلارک نے جو لکھا ہے وہ پڑھو۔

لہٰذا، ہر عمل کا ایک مساوی اور مخالف ردعمل ہوتا ہے، جیسا کہ نیوٹن کے قانون میں بتایا گیا ہے۔ اگر تم سیکولرز تورات، انجیل اور قرآن کے قوانین سے مطمئن نہیں ہو تو پھر تمہیں نیوٹن کے حرکت کے تیسرے قانون کو ماننا پڑے گا۔

یہ ہم نہیں ہیں جو تم سے لڑ رہے ہیں، بلکہ یہ تمہارے اپنے لوگوں کے فنڈز اور ٹیکس ہیں اور یہودی اور عیسائی صیہونی لابی کے زیرِ ہدایت تمہاری اپنی انتظامیہ ہے جس نے تمہیں مارا ہے۔ ہم سے بدلہ لینے کے بجائے، تمہیں مسیحی دائیں بازو اور جیری فالوال، گیری باؤر، پیٹ رابرٹسن اور جان ہیگ کے پیروکاروں کے ساتھ ساتھ سی آئی اے، ایف بی آئی، بروکلین کی یہودی برادری، AIPAC کے تاجروں، جنگ سے نفع کمانے والوں، اسرائیل نواز ملیشیا، اور عیسائی صیہونی آقاؤں سے بدلہ لینا چاہیے۔

اس میں ہمارا کیا قصور ہے کہ جب شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہدین نے تمہیں واضح انتباہی پیغامات بھیجے تھے تاکہ تم اس کی تلخ فصل نہ کاٹو جو وائٹ ہاؤس کی تباہ کن پالیسیوں نے ہماری مقدس زمینوں پر بویا۔ کیا تم ان مجاہدین کے مطالبات کو بھول گئے جنہوں نے ۱۹۹۳ء میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ کیا اور نیروبی اور دارالسلام میں امریکی سفارت خانوں پر یا یاؤ سٹرائر یو ایس ایس کول کے خلاف حملوں میں حصہ لیا؟ یہ تمام حملے اوپر انہی وجوہات کی بنا پر کیے گئے تھے۔

تم امریکی ہندیوں (American Indians) کے خلاف اپنے ہی ظالمانہ اور وحشیانہ قتل عام اور ویت نام، کوریا، ٹوکیو، ہیروشیما، ناگاساکی، ڈریسڈن اور لاطینی امریکہ میں اپنے جرائم، اور چینی ڈکٹیٹر چیانگ کائی شیک اور میکسیکو کے ڈکٹیٹر سانتا اینا کرنے کے بارے میں قانونی جواب دہی سے بچ نکلے۔ لیکن اللہ نے ہمیں اپنا دفاع کرنے اور تمہارے ہماری زمینوں پر کیے گئے جرائم کے جواب میں تمہاری ہی سرزمین پر تمہارے سب سے اہم فوجی اور تجارتی اہداف پر حملہ کرنے میں مدد کی۔ تم اپنے فوجی اڈے جاپان، جرمنی، اٹلی اور دیگر جگہوں پر رکھ سکتے ہو، لیکن مسلم سرزمین اپنی زمینوں پر کافروں کے فوجی اڈے کبھی قبول نہیں کرے گی۔

تم اور تمہارا میڈیا، اپنی قوم کو دھوکہ دینے اور اپنے جرائم کو چھپانے کے لیے، حقائق کو مسخ کرنے اور چیزوں کو اپنی مرضی کا رنگ دینے کے ماہر ہیں۔ جیسا کہ صدر ابراہم لنکن نے کہا تھا:

”تم سب لوگوں کو کچھ وقت کے لیے اور کچھ لوگوں کو مستقل بے وقوف بنا سکتے ہو، لیکن تم سب لوگوں کو مستقل بے وقوف نہیں بنا سکتے۔“

یہ ہم نہیں تھے جنہوں نے گیارہ ستمبر کو تمہارے خلاف جنگ شروع کی، یہ تم اور ہماری زمینوں پر تمہارے ڈکٹیٹر تھے۔

**ایک دن تمہارا ملک پھر وہی کاٹے گا** جو تم نے اپنے ہاتھوں سے وزیرستان، پاکستان، عراق، یمن اور صومالیہ میں اپنے ڈرون پراجیکٹ اور عراق اور شام میں جو فرقہ وارانہ جنگ چھیڑ دی ہے اس کے ذریعے بویا ہے۔

تم اب بھی بار بار وہی الفاظ استعمال کرتے ہو: ”اسرائیل کو اپنے دفاع کا حق حاصل ہے“۔ تم یا تم سے پہلے کوئی امریکی صدر یہ کیوں نہیں کہہ سکتا کہ فلسطینیوں کو اسرائیلی جرائم کے خلاف اپنے دفاع کا حق حاصل ہے؟ جواب بہت واضح ہے لیکن تم یہ کہہ نہیں سکتے کیونکہ تمہارے آقا شدید ناراض ہو جائیں گے۔

امریکہ اور اسرائیل چاہتے ہیں کہ فلسطین ایک بے ریاست ملک ہو۔ نہ ہوائی اڈہ، نہ زمینی یا بحری سرحدیں، نہ ہتھیار، نہ فوج، نہ آزاد معیشت، نہ ملکی سلامتی پر کوئی کنٹرول، نہ قومی خود مختاری، اور ایسا صدر جسے ہر بار سفر کے لیے اسرائیلی حکومت سے اجازت لینی پڑے۔

امریکی عوام کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان پر ہمارے عوام اور زمینوں کے خلاف ہماری آمرانہ حکومتوں کے جرائم اور غزہ اور سارے فلسطین، عراق، افغانستان، سعودی عرب، مصر اور دیگر جگہوں پر اسرائیلی جرائم کی پوری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگرچہ تمہاری حکومت اس سے قبل فلسطین میں اپنے جرائم کو چھپانے میں کامیاب ہوئی تھی، لیکن آج ساری دنیا الجزیرہ پر تمہارے جرائم کی حقیقی تصویر دیکھ رہی ہے اور مشاہدہ کر رہی ہے۔ کوئی بھی انسان اس قتل عام کو برداشت نہیں کر سکتا۔ مجاہدین خاص طور پر ان دنوں غزہ میں اسرائیلی مظالم کی حمایت کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی امریکی شہری یہ جاننا چاہتا ہے کہ مجاہدین امریکہ اور اسرائیل سے نفرت کیوں کرتے ہیں اور مسلمانوں کے دلوں میں امریکہ کے خلاف یہ ساری دشمنی کیوں ہے تو وہ اس کا بہت واضح اور آسان جواب تلاش کر سکتا ہے کہ اگر وہ غزہ جائے یا کوئی بھی غیر جانبدار میڈیا چینل صرف دیکھے۔ فاکس، سی این این، بی بی سی، یا امریکی اور اسرائیل نواز چینلز کو اپنی آنکھوں پر پردہ نہ ڈالنے دیں کیونکہ وہ کبھی سچ نہیں دکھاتے، ان کا اصل کام برین واشنگ ہے۔ وہ اپنے آقاؤں کے مقاصد کے حصول کے لیے جھوٹ بولنے اور حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کے ماہر ہیں۔

جو کچھ گیارہ ستمبر کو ہوا وہ بالکل درست تھا اور خدا کے قوانین کے مطابق عدل کا نچوڑ تھا۔ تمہاری حکومت نے انڈونیشیا، فلسطین، لبنان اور حال ہی میں غزہ، عراق، افغانستان اور پوری

دنیا میں جو کچھ کیا اسے امت مسلمہ کبھی نہیں بھولے گی۔ امت مسلمہ کبھی نہیں بھولے گی جو کچھ تم اور تمہارا اغنڈہ اسرائیل آج غزہ میں کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

وَقَاتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلاَ تَعْتَدُواْ إِنَّ اللهَ لاَ يُحِبِّ الْمُعْتَدِينَ○(سورۃ البقرۃ:۱۹۰)

”اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑیں لیکن حد سے تجاوز نہ کرو کیونکہ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالأَنفَ بِالأَنفِ وَالأُذُنَ بِالأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ(سورۃ المائدۃ:۴۵)

”اور ہم نے اس (تورات میں) ان کے لیے یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت۔“

یہ بھی عہد نامہ قدیم میں لکھا ہے:

”تمہیں مجرموں پر رحم نہیں کرنا چاہیے! تمہارا قانون جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ہاتھ کے بدلے ہاتھ، دانت کے بدلے دانت، پاؤں کے بدلے پاؤں ہونا چاہیے۔“(کتابِ تثنیہ:۱۹:۲۱)

## ۶۔ جنگی اخلاق

جہاں تک مغربی میکیاولیت (عیاری) کا تعلق ہے، اس کی مثال جمہوریت کے لوزمات میں ملتی ہے، جو قوانین اور آئین کو صرف اس وقت تک لوگوں پر واضح کرتے ہیں جب تک کہ وہ ملک کے اسٹریٹجک مفادات کے خلاف نہیں کھڑے ہوتے۔ اگر آئین کی پیروی کرتے ہوئے ان اسٹریٹجک مفادات کا حصول ممکن نہیں تو انتظامیہ کو متبادل اقدام کو قانونی شکل دینا ہوگی اور ان مفادات کے حصول کے لیے آئین کو موافق کرنا ہوگا۔ اگر ایسا کرنے میں ناکامی ہوتی ہے تو، ان مفادات کے حصول کا عمل خفیہ چینلز پر چلا جاتا ہے جو عوام، کانگریس، اور بعض اوقات صدر کی بھی نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں کیونکہ یہ انٹیلی جنس ایجنسیوں کے دائرہ کار میں آتا ہے جو قومی سلامتی اور اسٹریٹیجک مفادات کے نام پر تمام قوانین کو روندتی ہیں۔ تمہیں شاید معلوم نہ ہو کہ تمہاری انٹیلی جنس ایجنسیاں جرمنی کے صدر کے موبائل فون یا کانگریس کے اراکین کے کمپیوٹرز کی نگرانی کر رہی تھیں۔ دوسری طرف، اگر ان اعلیٰ مفادات کو حاصل کرنے کے لیے آمروں کی حمایت یا قتل و غارت گری یا بغاوت پر اکسانے یا جنگیں چھیڑنے کی ضرورت ہو تو ملک کے بنیادی حکمرانوں کی حمایت لازماً حاصل ہونی چاہیے۔ یہ وہ تاجر ہیں جو کانگریس اور سینیٹ میں زیادہ تر ووٹوں پر قابض ہیں۔ کئی بار وہ انتظامی فیصلوں اور تھنک ٹینکس (مثلاً، رینڈ کارپوریشن) کو بھی متاثر کرتے ہیں جبکہ ساتھ ہی ساتھ میڈیا کو بھی اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ میڈیا ہر ایک کو جنگ کی ضرورت پر قائل کرنے یا ایک آمر اور اس کی حکومت کی تصویر کو چمکانے اور اس کے دشمنوں کو بدنام کرنے کے لیے ان تاجروں کے مفادات سے ہم آہنگ رپورٹس لکھتا ہے۔ وہ زبانی مذمت کو کافی سمجھتے ہوئے اس کے جرائم کو جہاں تک ممکن ہو چھپاتے ہیں اور پھر جتنی جلدی ہو سکے فائل بند کر دیتے ہیں اور تھنک ٹینکس اپنی پوری کوشش کرتے ہیں کہ سیاست دانوں اور دانشوروں کو اپنے چارٹ، اعداد و شمار، گراف اور خاکوں سے قائل کر لیں کہ جنگ کو آگے بڑھانا ہوگا ورنہ چھوٹا دشمن جنگ جیت کر ہماری معیشت اور لوگوں کو مار ڈالے گا۔ جب حالیہ دنوں میں ڈکٹیٹر سیسی کے اتحادی مصر میں ایک ہزار سے زیادہ غیر مسلح مظاہرین کو قتل کر رہے ہیں، تو ہم دیکھتے ہیں کہ مغربی میڈیا متاثرین پر آنسو نہیں بہاتا۔ اسی طرح جب امریکی طیاروں نے غزہ پر بمباری کر کے پورے علاقے کو تباہ کر دیا اور ایک علاقے میں سو سے زائد شہریوں کو دفن کر دیا اور پھر بھی مغربی میڈیا یہ بات دہرا رہا ہے کہ مشرق وسطیٰ میں اسرائیل ہی واحد جمہوریت ہے۔

مغربی میکاولیائی حکومتوں کے لیے اخلاقیات کے کسی تصور سے دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے مفادات کی پرستش کرتی ہیں۔ پوری دنیا نے تمہارے اخلاق کو دیکھا کہ جب تم نے شیخ اسامہ بن لادن کو بغیر مقدمہ چلائے قتل کرنے کا فیصلہ کیا اور وکیل صدر کو ان کی لاش کو سمندر میں پھینکنے کا فیصلہ کرتے ہوئے دیکھا۔ ساری دنیا نے جنگ میں طالبان کی لاشوں پر پیشاب کرتے ہوئے، یا قرآن پاک کو جلاتے ہوئے تمہارے سپاہیوں کا 'مورال' دیکھا۔ یا تمہارا فلوجہ میں مساجد کو تباہ کرنا یا ابوغریب یا بلیک سائٹس میں تشدد کرنے کی منظم پالیسی یا تمہارے کنٹرول میں کسی تیسرے کے ذریعے جیسا کہ تم اب صومالیہ، یمن اور دیگر جگہوں پر کر رہے ہو۔

تم نے عراق کو خون میں لتھڑا ہوا کینوس بنا دیا۔ کیا تمہارے پیشرو کو عراق میں بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والا کوئی ہتھیار ملا؟ نہیں، لیکن انہیں دنیا کے سب سے بڑے امریکی سفارت خانے کے لیے ایک بہترین جگہ مل گئی، جو تیل کی کمپنیوں کے ملازمین کی خدمت کے لیے بنائی گئی ہے جو عراقی عوام کے تیل سے مالا مال وسائل سے فائدہ اٹھاتی ہیں، یہ منافع ان لابیوں اور پریشر گروپوں کو پہنچتا ہے، جن کے ہاتھ میں تمہارے دفتر کی چابیاں ہیں۔ کیا تمہارے پیشرو کو حکومت عراق اور القاعدہ کے درمیان براہ راست تعاون کا کوئی ثبوت ملا جیسا کہ تمہاری انٹیلی جنس اور سیکرٹری آف اسٹیٹ نے غلط دعویٰ کیا تھا؟ تم اور تمہارے اتحادیوں نے عراق کو ہزار ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کے علاوہ، تمہارے دور حکومت میں، تم نے سوڈان کو شمال اور ایک ناکام جنوب میں تقسیم کیا۔ تم اور تمہارے اتحادی اخلاقیات اور اصولوں کے ساتھ جنگ نہیں کرتے۔ اپنے آپ سے پوچھو کہ تم نے دہشت گردی کے خلاف جنگ پر جو کھربوں ڈالر

خرچ کیے ہیں، کیا تم عراق اور افغانستان میں دو جمہوریتیں قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے جیسا کہ تمہاری جھوٹی حکومت دن رات میڈیا کے ذریعے امریکی عوام کو بتاتی رہی ہے، یا تم نے پیچھے دو دنیا کے بد عنوان ترین ممالک چھوڑے ہیں؟ لوگ کیسے یقین کر سکتے ہیں کہ تمہاری فوج، جنسی ہراسانی کی سب سے زیادہ شرح کے ساتھ، افغانستان میں خواتین کو حقوق دلا سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ شیخ اسامہ بن لادن پر رحم فرمائے، جو جنگ اور امن میں اخلاق اور اصولوں والے آدمی تھے۔ وہ تمہاری معیشت کے دارالحکومت نیویارک شہر کو نشانہ بنانے میں کامیاب ہو گئے، کسی سکول، ہسپتال، ریٹائرمنٹ ہومز، یا گرجاگھر یا ۸۰ لاکھ سے زیادہ آبادی والے شہر کے کسی رہائشی علاقے کو تباہ کیے بغیر۔ اس کا موازنہ امریکی فضائیہ کے طرز عمل سے کر لو جہاں ان کی بمباری کے سو فیصد متاثرین بچے تھے مثلاً صوبہ کنڑ میں لکڑیاں جمع کرنے کے دوران مارے گئے ۱۲ بچے، یمن میں ماری گئیں ۲۳ خواتین اور بچے، اور وہ جو ننگرہار میں شادی کی تقریب میں مارے گئے۔ مزید برآں، اقوام متحدہ کے نادر نادری نے ۲۰۱۰ء میں افغانستان میں امریکی اسپیشل فورسز کے رات کے چھاپوں میں صرف ۸۰ شہریوں کی ہلاکت کی نشاندہی کی، لیکن حقیقی تعداد شاید ۴۰۰ سے زیادہ ہے۔ تمہاری انتظامیہ ۲۰۰۹ء سے افغانستان میں کم از کم اٹھارہ ہزار دو سو چھہتر (۱۸،۲۷۶) فضائی حملوں کی ذمہ دار ہے جن میں کم از کم گیارہ سو ساٹھ (۱۱۶۰) بغیر پائلٹ ڈرون کے ذریعے ہوئے۔

شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ بھی کیا وہ تمہاری ٹیکنالوجی اور انٹیلی جنس، تمہارے ڈرونز، تمہارے سمارٹ اور بیوقوف بم، تمہارے ڈائم شارپنل بم، تمہارے جاسوس، تمہارے لڑاکا طیاروں، تمہارے فوجی اڈوں اور سینکڑوں سیٹلائٹس کے بڑھا چڑھا کر پیش کیے گئے فوائد کے بغیر ہی کیا۔ انہوں نے یہ سب کچھ قندھار کے دور دراز پہاڑوں سے کیا۔ اور پھر بھی، اتنے فاصلے کے باوجود، ان کا نشانہ ہدف سے نہیں ہٹا۔ اپنے آپ سے پوچھو، کیا انہوں نے کوئی ایک ہسپتال تباہ کیا؟ کیا انہوں نے کوئی ایک سکول تباہ کیا؟ کیا انہوں نے کوئی ایک چرچ تباہ کیا؟ اسامہ بن لادن نے نیویارک میں انڈین پوائنٹ نیوکلیئر پاور سٹیشن یا سپر باؤل کو نشانہ کیوں نہیں بنایا اگر وہ شہریوں کو مارنا چاہتے تھے جیسا کہ ان پر الزام لگایا جاتا ہے؟ پھر جاؤ غزہ کا دورہ کرو اور انہی سوالات کو اپنے اوپر لاگو کرو۔

اس طرح دنیا اسامہ بن لادن کی رحمت اور شفقت کی سچی گواہ ہے۔ **مجاہدین تمہیں چیلنج کرتے ہیں کہ ۱۰ بچوں کے نام ہماری عدالت میں پیش کرو جنہیں اسامہ بن لادن نے نائن الیون میں مارا۔** وہ تمہیں ایک ہزار سے زیادہ فلسطینی بچوں کے نام بتانے کے لیے تیار ہیں جو صرف تمہارے دورِ حکومت میں ۲۰۰۹ء اور ۲۰۱۴ء میں دونوں غزہ حملوں میں مارے گئے تھے اور تمہیں عراق، افغانستان اور فلسطین میں مارے گئے ایک لاکھ سے زیادہ بچوں کے نام بتانے کے لیے تیار ہیں۔ شادی کی ۱۵ سے زیادہ تقریبات پر تمہاری امریکی فضائیہ اور ڈرونز نے حملہ کیا، ۲۰۰ سے زیادہ مساجد ہیں جنہیں تم نے تباہ کیا، اور پچاس ہزار سے زیادہ گھر تباہ ہوئے۔ **مجاہدین تمہیں چیلنج کرتے ہیں کہ تم پانچ رہائشی مکانات کے پتے فراہم کرو جنہیں اسامہ بن لادن نے نائن الیون میں تباہ کیا تھا۔** افغان، عراقی اور فلسطینی عوام تمہیں پچاس لاکھ سے زیادہ لوگوں کے پتے دینے کے لیے تیار ہیں جو کہ بے گھر ہوئے اور دس لاکھ سے زیادہ گیارہ ستمبر سے پہلے اور بعد میں ہلاک ہوئے اور فلوجہ کے ہسپتالوں میں ۳۰۰ سے زیادہ بچے ایسے ہیں جو معذور پیدا ہوئے کیونکہ ان کی مائیں تمہارے یورینیم بموں کی تابکاری سے متاثر ہوئی تھیں۔ تمہارے یورینیم بموں کی وجہ سے عراق میں لیوکیمیا (بلڈ کینسر) کے سینکڑوں کیسز رپورٹ ہوئے ہیں۔

تمہارے سابق اتحادی بشار الاسد کی حکومت کی طرف سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور دہشت گردانہ کارروائیوں پر تمہارا اخلاقی غصہ کہاں ہے؟ کیا یہ تمہاری حکومت نہیں تھی جس نے شیخ ابو مصعب السوری، ابو خالد السوری اور افغانستان اور پاکستان میں پکڑے گئے تمام شامی مجاہدین کو اس کے حوالے کیا تھا؟ کیا تم نے خبریں نہیں دیکھیں اور کئی شہروں اور ان کے مکینوں کو راکھ میں تبدیل ہوتا نہیں دیکھا، یا تم گالف یا باسکٹ بال کھیلنے میں مصروف تھے؟ اور اس سب کے بعد، تمہاری حکومت اور تمہاری عوام ہم پر شہری اشیاء کو تباہ کرنے اور شہریوں کو نقصان پہنچانے کا الزام لگانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتی۔

تم ہمیشہ اپنے مفادات کو تقویت دینے کی کوشش کرتے ہو چاہے اس کا مطلب یہ ہو کہ ان کا مشرق یا مغرب کے آمروں کے ذریعہ سے تحفظ ہو۔ جب میانمار میں برمی آمروں نے ۱۹۸۸ء میں طلباء کی بغاوت کے دوران ہزاروں افراد کو ہلاک کیا تو امریکی انتظامیہ نے سخت اقتصادی پابندیاں عائد کر دیں۔ لیکن جب انہوں نے تیس ہزار روہنگیا مسلمانوں کی جھونپڑیوں اور گھروں کو جلایا اور دو لاکھ مسلمانوں کو بے گھر کیا تو تم نے اور تمہاری سابق وزیر خارجہ نے اور ممکنہ مستقبل کی صدر ہیلری کلنٹن نے برمی حکومت کو کروڑوں ڈالر کا انعام دیا جبکہ پوری امت مسلمہ برمی مسلمانوں پر حملے ہوتے، انہیں بے گھر ہوتے اور بے رحمی سے قتل ہوتے دیکھتی رہی۔ تم ان مسلم اقلیتوں کو کیسے بھول گئے جو طویل عرصے سے ظلم و ستم کا شکار ہیں، جنہیں نسلوں سے ملک میں رہنے کے باوجود شہری نہیں سمجھا جاتا؟ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے دورے کے وقت حکومت نے انسانی حقوق اور امدادی تنظیموں کو معطل کر دیا تھا جن کے بارے میں احتمال تھا کہ انہوں نے متاثرین کی مدد کی ہو گی؟ انہوں نے 'ڈاکٹرز وِدآؤٹ بارڈرز' اور دیگر امدادی گروپوں کو معطل کر دیا۔ تاہم، تمہاری حکومت نے برمی حکومت کو مزید رقم ادا کی اور اپنے تاجروں، وائٹ ہاؤس کے آقاؤں، کو وہاں سرمایہ کاری کرنے کی تاکید کی۔

کیا تمہیں اندازہ ہے کہ اسرائیل ایک امیر ملک ہے جس کی فی کس آمدنی رومانیہ، اسپین، مصر، جنوبی کوریا اور سعودی عرب سے زیادہ ہے، جبکہ امریکہ ایک بڑھتا ہوا مقروض ملک ہے جو تمہارے ناز پروردہ، بگڑے ہوئے، لاڈلے بچے، اسرائیل کے حق میں اپنے سماجی

پروگراموں کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ بچے، اسرائیل؟ یہ مت بھولو کہ تم ایک طرف سوپ کچن[1] اور فوڈ اسٹامپ[2] کے صدر ہو تو دوسری طرف تم امریکی تعلیم اور صحت کے پروگراموں کے بجٹ میں سے پیسے کاٹ رہے ہو اور قتل وغارت گری کے اوزار اسرائیل کے ہاتھوں میں دینے کے لیے رقم فراہم کر رہے ہو، تاکہ انہیں فلسطینی اور لبنانی مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم اور تمہارے عہدے پر رہنے والے فیصلہ ساز نہیں ہیں۔

کیا تمہیں یاد ہے جب تم نے ۲۰۱۳ء میں کہا تھا، ”فلسطینیوں کو ان کی زمینوں پر کاشتکاری سے روکنا، کسی طالب علم کی مغربی کنارے میں گھومنے پھرنے یا فلسطینی خاندانوں کو ان کے گھر سے بے گھر کرنا درست نہیں ہے“؟ اور پھر تم نے فلسطینیوں کے قتل اور ان کے گھروں، کھیتوں، اسکولوں اور مساجد کو مسمار کرنے کا جواز پیش کرتے ہوئے آئی ڈی ایف کے اقدامات کو اسرائیل کے اپنے دفاع میں قرار دیا۔ مزید برآں، غزہ پر حملے کے دوران، تم نے اسرائیل کو مزید ہتھیار اور گولہ بارود دیا تاکہ وہ امریکی ”پریسژن“ مہلک ہتھیاروں کی تازہ ترین جنریشن کے ذریعے فلسطینیوں کا قتل عام جاری رکھ سکے کیونکہ امریکہ کے سب سے قریبی اتحادی اور بہترین دوست قصائی نیتن یاہو نے تمہیں بتایا تھا کہ مصر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور اردن میں تمہارے ڈکٹیٹر اسرائیل کو حماس کو شکست دیتے ہوئے دیکھ کر خوش ہوں گے، وہی حماس جو غزہ میں تمہارے اپنے تصورِ جمہوریت اور ووٹ کے ذریعے اقتدار میں آئی تھی۔ جب تمہارے بچے وائٹ ہاؤس کے پچھلے صحن میں حفاظت کے ساتھ کھیل سکتے ہیں، تب پوری دنیا تمہارے ہتھیاروں کو فلسطینی بچوں کو رمضان کے مقدس مہینے میں غزہ کے ساحل پر کھیلنے یا ان کے کلاس رومز میں پڑھنے کے دوران مارتے ہوئے دیکھ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ (سورة الفاطر: ۴۳)

”انہیں زمین میں اپنی بڑائی کا گھمنڈ تھا، اور انہوں نے (حق کی مخالفت میں) بری بری چالیں چلنی شروع کر دیں۔ حالانکہ بری چالیں کسی اور کو نہیں خود اپنے چلنے والوں ہی کو گھیرے میں لے لیتی ہیں۔“

مشرق و مغرب نے اپنی پالیسیوں میں بالعموم اور کافر ممالک جیسے امریکہ، فرانس، برطانیہ اور روس نے بالخصوص جس میکاولی طریقہ کار کو اپنایا ہے اس میں جنگ یا امن کے وقت میں کسی قسم کے اخلاق یا اصول نہیں ہیں۔

## ۷. بربریت

تم نے یکم اگست کو ایک اسرائیلی فوجی کے مبینہ اغوا کو بربریت کی کارروائی قرار دیا[3]۔ تمہارے مغربی معیار میں ایک اسرائیلی فوجی کو اغوا کرنا، جو مشین گن اور ہینڈ گرنیڈ سے لیس ہے اور اس کی بٹالین جنگی جرائم کا ارتکاب کر رہی ہے اور وہ شہریوں کو مارنے کے لیے آیا ہے، بربریت ہے، جبکہ تمہاری سی آئی اے نے ایک مسلمان مصری عالم کو اس وقت اغوا کیا جب وہ اٹلی میں فجر کی نماز پڑھنے کے لیے جا رہا تھا بربریت نہیں ہے، اور لوگوں پر تشدد کرنے کے لیے خفیہ جیلیں کھولنا بربریت نہیں ہے، اور ابو غریب میں مسلمان عراقی خواتین کی عصمت دری کرنا بربریت نہیں ہے، اور ایک وہیل چیئر پر بیٹھے معذور بوڑھے، شیخ احمد یاسین، کو امریکی ساختہ ہیل فائر میزائل کے ساتھ قتل کرنا، جب کہ وہ صبح سویرے فجر کی نماز کی ادائیگی کے لیے جا رہے تھے، بربریت نہیں ہے۔ اسرائیلی جیلوں میں قید ۵۰۰ سے زائد فلسطینی بچوں کے بارے میں تم مستقل خاموش کیوں ہو؟ جب ۱۶ سالہ فلسطینی لڑکے محمد ابو کیدر کو یہودی آبادکاروں نے زندہ جلا دیا تب تم نے 'بربریت' کی اصطلاح کیوں استعمال نہیں کی؟ کیا یہ بربریت نہیں ہے کہ سو سے زائد افراد کو بغیر کسی الزام کے ۱۲ سال سے گوانتاناموبے میں قید رکھا گیا ہے؟ کیا کلاس روم میں بچوں کی موجودگی میں اسکولوں کو نشانہ بنانا بربریت نہیں؟ کیا میرے بھائیوں اور مجھے تین سال تک اندھیروں میں گم کرنا بربریت نہیں؟ کیا تم ۱۴ سالہ افغانی لڑکے جواد اور ۱۵ سالہ عمر خضر کو بھول گئے، دونوں کو تمہارے عظیم ملک نے گوانتاناموبے میں قید کیا؟

کیا غزہ میں جنگی جرائم کی مشق کرتی ہوئی اسرائیلی فوج کو گولہ بارود، بم اور قتل کے آلات بھیجنا بربریت نہیں ہے؟

کیا تمہارے خیال میں ابو غریب کی وہ تصاویر جو تم نے قومی سلامتی کے خدشات کے تحت عوام کے لیے جاری کرنے سے انکار کر دیا تھا، عراق میں مسلمانوں کے خلاف تمہارے فوجیوں کی بربریت پر مبنی کارروائیوں کی عکاسی کرتی ہیں؟

کیا تمہارے خیال میں انگولا سے نکاراگوا اور کیوبا تک کی خانہ جنگیوں میں سی آئی اے کے ذریعے ان خطوں میں جو لاکھوں شہری مارے گئے ہیں ایک قسم کی بربریت ہے؟ دنیا میں اس قسم کی بربریت کا اصل منبع تم اور تمہارا ملک اور تمہاری تہذیب ہے۔

## ۸. منسلک نقشہ پڑھو

مندرجہ بالا واقعات یا تصویر کسی انتشار یا بے وقعت اتفاق کا نتیجہ نہیں ہیں، بلکہ یہ ایک درست نظام اور اچھے طریقے سے بنائے گئے منصوبوں کا نتیجہ ہیں۔ مغربی دنیا اور اسلامی دنیا کے

[1] وہ جگہ جہاں سے ضرورت مندوں کو مفت یا کم قیمت پر کھانا فراہم کیا جاتا ہے۔

[2] امریکی حکومت کا ایک پروگرام جس میں کم آمدن والے لوگوں کو کھانا فراہم کیا جاتا ہے۔

[3] Obama calls Israeli soldier's alleged abduction "barbaric", CBS News, (August 1, 2014)

درمیان کشمکش کو سمجھنے والا ہر شخص اس زبان کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔

میں یہاں تمہارے لیے تاریخ کی کتاب لکھنے نہیں آیا ہوں بلکہ مختصر جملوں میں لکھ رہا ہوں تاکہ کوئی بھی عقلمند مورخ اسے پڑھے اور سمجھے کہ جب سے تم نے اسرائیل کی پشت پناہی شروع کی ہے اس وقت سے لے کر آج تک فلسطین میں کیا ہو رہا ہے۔ (منسلک نقشہ دیکھ لو)۔

بیسویں صدی کے اوائل میں بڑی بین الاقوامی طاقتیں اسلامی سلطنت عثمانیہ کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ وہ عرب دنیا میں داخل ہوئے اور اسے چھوٹے چھوٹے ممالک میں توڑ دیا، جو برطانیہ اور فرانس کے درمیان بدنام زمانہ سائیکس پیکو معاہدے کے ذریعے تقسیم ہوئے تھے۔ دوسری طرف سپین، اٹلی اور فرانس شمالی افریقی مسلم سرزمین کو تقسیم کر رہے تھے۔

کیا تم مجھے بتا سکتے ہیں کہ ایک جزیرہ نما عرب کو سات ممالک میں کیوں تقسیم کیا گیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے دشمنوں نے تقسیم کرو اور حکومت کرو یا تقسیم کرو اور فتح کرو کا اصول لاگو کیا۔

جو بھی یہ کہتا ہے کہ آج غزہ میں تمہارے اور اسرائیلیوں کے جرائم حماس کے راکٹوں، انسانی ڈھال کے استعمال، دہشت گردی یا سرنگوں کے استعمال کی وجہ سے ہو رہے ہیں، وہ دنیا کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔

منسلک نقشے کو اچھی طرح سے پڑھو تو تم سمجھ جاؤ گے کہ تمہاری حیثیت بساط پر ایک پیادے سے زیادہ نہیں ہے اور یہ کہ تم اپنے آباؤ اجداد کے 'مینی فیسٹ ڈیسٹینی' (Manifest Destiny) منصوبے پر کام کر رہے ہو جو سائیکس پیکو معاہدے، بالفور ڈیکلریشن سے شروع ہو کر کیمپ ڈیوڈ معاہدے تک، اوسلو معاہدے تک، وادی عربہ معاہدہ تک جاتا ہے۔ عظیم اسرائیل کو ان کے خوابوں کی سرزمین میں تعمیر کرنے کے لیے، پیدائش ۱۵:۱۸ میں تورات کی آیت: "اس دن خداوند نے ابراہیم کے ساتھ عہد باندھا اور کہا، میں تمہاری اولاد کو دیتا ہوں یہ زمین، مصر کے دریا سے لے کر عظیم دریا، فرات تک" کو پورا کرنے کے لیے۔ اگر ان کا سیاسی دارالحکومت تل ابیب ہے تو تم اپنا سفارت خانہ یروشلم کیوں منتقل کرتے ہو؟ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارا عیسائی صہیونی اور لامحدود مسیحی جوش تمہیں یروشلم کا نام عظیم اسرائیل کے دارالحکومت کے طور پر رکھنے پر مجبور کرتا ہے؟ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اسرائیلی جھنڈے پر دو نیلی لکیریں ان کے خوابوں کی سرزمین کی سرحدوں کا حوالہ دیتی ہیں، دریائے نیل اور فرات جیسا کہ پیدائش ۱۵:۱۸ میں ذکر کیا گیا ہے؟ کیا یہ دریائے نیل سے فرات تک عظیم اسرائیل کی تعمیر اور قیام کے لیے اور یروشلم کی مسجد کو تباہ کر کے مدعوعہ ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے کے لیے نہیں ہے؟

## اختتام: نائن الیون: امت کا خالص اپنا دفاع

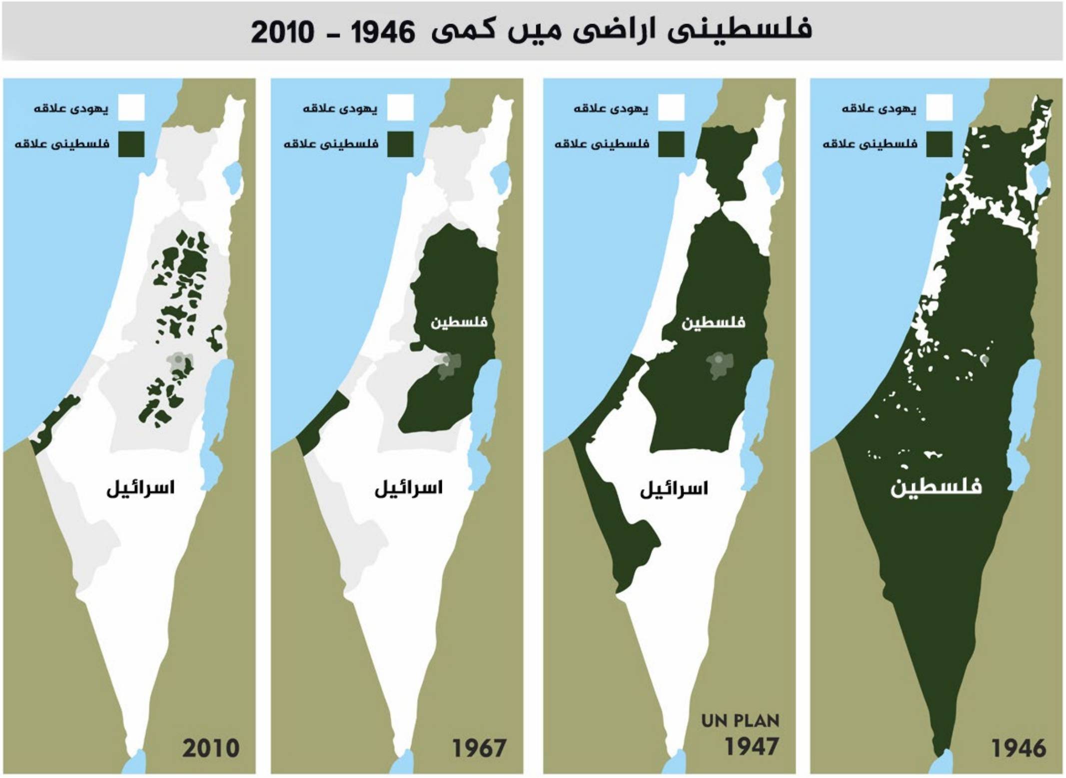


جب ہم سابق وزیر خارجہ میڈلین البرائٹ کو اے بی سی نیوز پر یہ اعلان کرتے ہوئے دیکھتے اور سنتے ہیں کہ عراقی عوام پر دس سالہ امریکی پابندیوں کے نتیجے میں نصف ملین عراقیوں کی موت درست تھی۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ امریکی افواج دس سال کی پابندیوں کے بعد عراق پر حملہ کر رہی ہیں، ملک کے بنیادی ڈھانچے کو تباہ کر رہی ہیں۔ جنگ، افراتفری، اور گروہی لڑائی کا سبب بن رہی ہیں، ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہی ہیں، اور یورینیم کے گولوں کے استعمال سے مستقل معذوری کا سبب بن رہی ہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اپنے زیر قبضہ تیل کی حفاظت کے لیے، دنیا کے سب سے بڑے امریکی سفارت خانے کو پیچھے چھوڑ کر امریکہ عراق سے انخلاء کر جاتا ہے۔

آخر میں، اگر اسرائیل کے اپنے دفاع کے بارے میں تمہاری سمجھ سے امریکی طیاروں، گولہ بارود اور بموں کے ساتھ تازہ ترین غزہ حملے میں اکیس سو سے زیادہ شہری مارے جا رہے ہیں، گیارہ ہزار سات سو گھر تباہ، ۲۴۳ خواتین اور ۴۵۶ بچے قتل، ۶۳ مساجد، ۱۴۱ سکول،

(باقی صفحہ نمبر 41 پر)

یوم تفریق

# ایک اور ضربِ کاری کی ضرورت

مفتی محمد متین مغل

## طوائف الملوکی اور سانحہ سقوطِ اندلس

پندرھویں صدی عیسوی کے سورج کے ساتھ ہی اندلس میں آخری اسلامی سلطنت غرناطہ کا سورج بھی غروب ہو رہا تھا (جنوری ۱۴۹۲ء بمطابق ربیع الاول ۸۹۷ھ)۔ یہ المیہ جس کی تکمیل اب جا کر ہوئی اس کا آغاز پونے پانچ صدی قبل ۴۲۲ھ میں ہو چکا تھا، جب وزیر ابو حزم بن جہور نے اندلس میں اموی سلطنت کے خاتمے کا اعلان کیا، کیونکہ اموی مدعیانِ حکومت چوتھی صدی کے اواخر ۳۹۹ھ سے ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما تھے۔ اس اعلان کا نتیجہ اس تاریخی سانحے کی صورت میں نکلا جو (ملوک الطوائف) کے نام سے معروف ہے، اسی سے آگے چل کر طوائف الملوکی (لامرکزیت وانتشار) کی اصطلاح وضع ہوئی۔ ہر علاقے کا سردار اور ہر صوبے کا گورنر مطلق العنان حکمران بن بیٹھا۔ قرطبہ، اشبیلیہ، مالقہ، غرناطہ، طلیطلہ، بطلیوس، سرقسطہ جو کبھی ایک متحدہ سلطنت کے صوبے تھے، اب خود مختار مملکتیں بن چکے تھے، کہیں بنو ہود تھے تو کہیں بنو حمود، ایک جگہ بنو جہور کا تسلط تھا تو دوسری جگہ بنو افطس کی شاہی تھی، یہیں بنو عباد کی سلطنت بھی آباد تھی اور بنو رزین سے بھی مسندِ اقتدار مزین تھی۔ چھوٹے چھوٹے راجواڑوں کے یہ تاجدار اپنا قطعۂ ارضی بڑھانے اور سیاسی قد اونچا کرنے کے لیے اپنے ہمسایوں کی زمین ہتھیانے کی کوشش بھی کرتے رہتے تھے اور اس کے لیے شمال کی مسیحی سلطنتوں لیون، ارگون اور قشتالیہ سے مدد لیتے نہ شرماتے تھے، بدلے میں انہیں اپنی زمین اور قلعے دیتے تھے اور سالانہ خراج بھی ادا کرتے تھے۔

اس وقت اقوامِ متحدہ نہیں بنی تھی جس کی ساحری مسلمانوں کو ورسلا دیتی، اس لیے علمائے کرام اور عامۃ المسلمین نے اپنی حکومتوں کو ناقابلِ اعتبار قرار دے کر بحیرہ روم کے اُس پار نئی ابھرتی اسلامی سلطنت مرابطین کے بانی امیر یوسف بن تاشفین رحمۃ اللہ علیہ (۴۰۰-۵۰۰ھ) کو اندلس پر حملے اور صلیبیوں کی طاقت کچلنے کی دعوت دی اور اپنی تائید ومدد کی یقین دہانی کروائی۔ مسیحیوں کے اصل ارادے، اندلس سے مسلمانوں کے خاتمے، کو بھانپ کر بعض ملوک الطوائف بھی اس پر آمادہ ہوگئے، آخر ۴۷۹ھ کو سلطان یوسف بن تاشفین رحمۃ اللہ علیہ اندلس میں داخل ہوئے، مسیحیوں کے مرکز شمال کی جانب پیش قدمی کی اور زلاقہ کے میدان میں انہیں عبرت ناک شکست دی، اس کے بعد آپ واپس تشریف لے گئے۔ ادھر ملوک الطوائف جن کی فطرت عیاشیوں نے مسخ کر دی تھی حاصل شدہ غنائم اور نو مفتوحہ علاقوں کی تقسیم پر باہم دست وگریباں ہوگئے اور خطرہ پیدا ہوگیا کہ کہیں دوبارہ عیسائی قابض نہ ہو جائیں۔ علمائے کرام نے یوسف بن تاشفین رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ آپ اندلس کے مسلمانوں کی حفاظت کے لیے اندلس کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیں، لیکن امیر یوسف بن تاشفین رحمۃ اللہ علیہ حتی الامکان مسلمانوں کے ساتھ جنگ سے بچنا چاہتے تھے، اس لیے انکار کرتے رہے، یہاں تک امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور شمالی افریقہ کے بڑے بڑے مالکی فقہاء نیز مصر کے بڑے عالم ابو بکر طرطوشی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا کہ آپ پر لازم ہے کہ اندلس کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے وہاں کے مسلمانوں کو عیسائیوں سے تحفظ دیں۔ چنانچہ زلاقہ کے چار سال بعد ۴۸۳ھ آپ دوبارہ اندلس گئے، اب کی بار مسلمان ملوک الطوائف سے جنگیں ہوئیں، ان میں معتمد بن عباد پیش پیش تھا، لیکن انہیں شکست ہوئی اور پورا اسلامی اندلس مرابطین کی سلطنت میں شامل ہوگیا۔ یوں ملوک الطوائف کا ایک عہدِ ظلمت اپنے اختتام کو پہنچا۔ لیکن مرابطین کے کمزور پڑنے کے بعد کچھ عرصے کے لیے یہ ملوک الطوائف پھر ابھر آئے اور اس مرتبہ موحدین نے انہیں ختم کیا۔ کچھ عرصے خود ان کا اپنا تسلط اندلس پر کمزور پڑ گیا تو یہ شجرۂ خبیثہ پھر ابھر آیا اور اس مرتبہ صلیبیوں نے انہیں صفحہ ہستی سے ہی مٹا دیا۔ صرف بنو احمر کی سلطنتِ غرناطہ باقی رہی وہ بھی اپنوں کے تفرقے کی وجہ سے صلیبیوں کی بھینٹ چڑھ گئی۔ تاریخ نے اپنے صفحات میں یہ عبرت بھی محفوظ کر رکھی ہے کہ غرناطہ کے سقوط کے بعد جب مسلمانوں کا کوئی پرسانِ حال نہ رہا تو بعض علماء مدد لینے مراکش گئے کہ اہل اسلام کی مدد کی جائے، لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی، پھر سلطانِ مصر قانتبائی کے پاس گئے، مگر وہ ترکی کے عثمانی حکمران بایزید ثانی کے ساتھ جنگ میں مشغول تھا، اس لیے اس کے پاس مدد کی فرصت نہیں تھی۔

بات زیادہ لمبی ہوگئی، لیکن امت پر آج جو ذلت و مسکنت (جو بداعمالیوں کی وجہ سے یہود پر مسلط ہوئی تھی اور اب ہم اس میں سے اپنا حصہ پا رہے ہیں) طاری ہے اس کی وجوہات جاننے کے لیے اتنا پیچھے جانا ہی پڑے گا، تاکہ ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھ کر حال میں ان سے بچیں اور امت کا مستقبل روشن ہو۔ ورنہ مابعد استعماری دور کا یہ بیانیہ ہی ہمارے عقائد تک تشکیل دیتا رہے گا (اور دے رہا ہے) کہ 'دنیا میں بہت سے اسلامی ملک ہیں، جن میں ایک ہمارا پیارا وطن بھی ہے اور ان سب نے اقوامِ متحدہ میں شامل ہو کر آپس کی سرحدات کے احترام کا معاہدہ کر رکھا ہے، اس کی خلاف ورزی کسی صورت جائز نہیں، چاہے کفار جتنی زیادہ بدعہدی کریں، آج کے دور میں ووٹ میں، پرچی میں سب طاقت سمٹ آئی ہے، اب تیر وتفنگ کا زمانہ نہیں رہا وغیرہ وغیرہ'۔

## عالمِ اسلام کے گرد گھیرا تنگ

آمدم بر سرِ مطلب! پانچویں صدی ہجری کے اواخر سے ساتویں صدی کے اواخر تک دو صدیوں کی صلیبی جنگوں نے عالمِ مسیحیت کو یہ سبق سکھا دیا تھا کہ عالمِ اسلام کو اطراف سے اپنے شکنجے میں کسے بغیر اس کے مرکز کو اپنے تسلط میں لانا ممکن نہیں۔ گیارھویں صدی عیسوی میں صقلیہ پر قابض ہو کر صلیبی بہت پر جوش تھے اور مسلسل جنگوں اور سازشوں سے پندرھویں صدی عیسوی کے آخر تک اندلس پر بھی قابض ہو گئے، مشہور مؤرخ شیخ محمود شاکر سوری لکھتے ہیں کہ صلیبیوں نے عالمِ اسلام کے خلاف اب یہ منصوبہ بنایا کہ عالمِ اسلام کے مرکز (ایشیائے کوچک اور مشرقِ وسطیٰ) سے دور کے علاقوں پر قبضہ کر کے مرکز کو کمزور کیا جائے، اس وقت اہلِ یورپ یہ دریافت کر چکے تھے کہ دنیا گول ہے، لہٰذا اسپین کی طرف سے کولمبس پاپائے روم کی آشیر باد اور فرڈیننڈ کے لشکر اور جہازوں کے ساتھ مغرب کی جانب نکل پڑا، تاکہ گھوم کر مشرق میں ہندوستان تک پہنچ جائے جسے اس زمانے میں خوشحالی کی وجہ سے سونے کی چڑیا کہا جاتا تھا، تاکہ معاشی طور پر مضبوط ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کر سکے، لیکن کولمبس بجائے ہندوستان کے موجودہ براعظم امریکا میں جا پہنچا، وہاں مقامی باشندوں (جنھیں اس نے ہندوستانی سمجھ کر ان کی تانبے جیسی رنگت کی وجہ سے سرخ ہندی کا نام دیا) کو دھوکہ دے کر کچھ کو غلام بنالیا اور بہت سا سونا (جو وہاں وافر مقدار میں تھا) لوٹ لایا، لالچی فرڈیننڈ کی رال ٹپک پڑی اور اس نے پے در پے مہمات بھیج کر وہاں قبضہ کر لیا اور سولہویں صدی عیسوی کے شروع میں پرتگالی نژاد اسپینی فرڈیننڈ میگلن نے بحرالکاہل عبور کر کے موجودہ فلپائن پر قبضہ کیا، یہ نام اسی کا دیا ہوا ہے اور اس وقت کے اسپینی بادشاہ فلپ کے نام پر ہے۔ یہاں انہوں نے شمالی فلپائن کی اسلامی حکومت کا خاتمہ کیا، جس کے دارالحکومت کا نام مشہور سفر نامہ نگار محمد بن ناصر العبودی کے مطابق امانۃ اللہ تھا، جو آگے چل کر منیلا (موجودہ فلپائنی دارالحکومت) بنا۔ دوسری طرف پرتگالیوں نے مشرق کی طرف توجہ کی اور مشہور بحری قزاق واسکوڈی گاما افریقہ کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرتا ہوا انتہائی جنوب میں جا پہنچا، یہاں سے مشرق کی طرف سمندر مڑ رہا تھا، یہاں اس نے مشرقی افریقہ کے ساحل کی خوشحال مگر عسکری طور پر کمزور حکومتوں کا مشاہدہ کیا، یہاں سے وہ بحرِ ہند میں داخل ہوا اور جنوبی ہند کی بندرگاہ کالی کٹ میں جا اترا۔ قصہ مختصر! اسلامی حکومتوں کی عسکری کمزوری بالخصوص بحریہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر پرتگالیوں نے جگہ جگہ اپنی نو آبادیاں قائم کر لیں اور تجارت پر بھی قابض ہو گئے، سمندر میں سفر کرنے والے جہاز حتیٰ کہ حجاج کرام کے جہاز بھی ان کی ترکتازیوں سے محفوظ نہ رہے۔ پرتگالیوں کی فتوحات سے باقی اقوامِ یورپ کے منہ میں بھی پانی آنے لگا، سو ہالینڈ والے، فرانسیسی اور انگریز بھی اس جنگ میں کود گئے، ہندوستان کی طرح بقیہ عالمِ اسلام بھی استعماری شکنجے میں پھنستا چلا گیا۔

## عالمِ اسلام صلیبی استعمار کے چنگل میں

پہلی جنگِ عظیم سے پہلے عالمِ اسلام کی صورتحال کچھ یوں تھی، انگریز 1857ء میں باقاعدہ دہلی پر قابض ہو چکے تھے، اس سے پہلے 1851ء میں وہ نائجیریا پر قبضہ کر چکے تھے، 1888ء میں مصر، 1898ء میں سوڈان، 1914ء میں عراق اور پہلی جنگِ عظیم کے بعد 1918ء میں اردن وفلسطین پر بھی ان کا تسلط ہو گیا۔ دوسری طرف اسی انگریز استعمار نے افغانستان پر قبضے کے لیے افغانستان سے 1840ء، 1880ء اور 1918ء میں تین جنگیں لڑیں، لیکن اس غیرت مند قوم نے اس کی ایک نہ چلنے دی اور اسے اس محاذ پر منہ کی ہی کھانی پڑی۔

صلیبی روس بھی پیش قدمی کرتا ہوا اہم اسلامی علاقوں پر قبضہ کرتا گیا، یہاں تک کہ 1864ء میں قفقاز، 1867ء میں تاشقند، 1868ء میں بخارا، 1873ء میں خیوہ اور 1884ء میں مرو پر قابض ہو گیا۔ فرانس نے 1830ء میں خلافتِ عثمانیہ کے صوبے الجزائر پر قبضہ کر لیا، 1881ء میں تیونس، 1882ء میں سینگال و مڈغاسکر، 1912ء میں مراکش اور پہلی جنگِ عظیم کے بعد 1921ء میں شام پر قبضہ کر لیا۔ اٹلی نے اسلامی افریقہ کو اپنا ہدف بنایا، 1887ء میں صومالیہ اور اریٹیریا پر حملہ کیا اور 1911ء میں لیبیا پر قبضہ کر لیا۔ 1604ء میں ہالینڈ انڈونیشیا پر قابض ہو گیا۔

اب صلیبی یورپ ہر طرف سے عالمِ اسلام کی مشکیں کس چکا تھا اور اس قابل ہو گیا تھا کہ مرکز پر قابض ہو سکے، جہاں پہلے ہی اس کے گماشتے اپنا زہر قوم پرستی اور وطنیت کی صورت میں پھیلا رہے تھے، جس کے نتیجے میں آخری بااختیار عثمانی سلطان عبد الحمید ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو 1909ء میں قوم پرست ترک نوجوانوں کی تنظیم جمعیت اتحاد و ترقی نے معزول کر کے قید میں ڈال دیا، اس کے بعد اقتدار پر ناعاقبت اندیش عسکری تکون، طلعت پاشا، انور پاشا اور جمال پاشا قابض ہو گئے، جنھوں نے خلافتِ عثمانیہ کو پرائی جنگ (پہلی جنگِ عظیم موجودہ روس یوکرائن جنگ کی طرح یورپی مفادات کی جنگ تھی، جس میں خلافت کا غیر جانبدار رہنا اسے بہت فائدے اور استحکام دے سکتا تھا) میں دھکیل دیا (اس کی تفصیل کے لیے آخری شیخ الاسلام شیخ مصطفیٰ صبری کا رسالہ 'النکیر علیٰ منکری النعمۃ' ہر عربی دان کو ضرور پڑھنا چاہیے)، چنانچہ شکست کے بعد جرمنی کو تو محض اپنے بیرونی مقبوضات سے ہاتھ دھونے پڑے، لیکن خلافتِ عثمانیہ کے لیے زندگی موت کا مسئلہ بن گیا۔

## خلافت کا خاتمہ

دشمنانِ اسلام یہ جانتے تھے کہ اگر ہم نے اپنے ہاتھوں سے خلافت کا خاتمہ کیا تو مسلمان انتقامی جذبے کے تحت بہت جلد دوبارہ کہیں نہ کہیں اس کی بنیاد رکھ دیں گے، جیسے ہلاکو خان کے ہاتھوں ۶۵۶ھ میں بغداد کی تباہی اور خلیفہ کے قتل کے دو سال بعد انہوں نے مصر میں خلافت کی بنیاد رکھ دی، اس لیے اس مرتبہ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ مسلمانوں میں سے ہی کسی اسلام دشمن کو منتخب کر کے اس کے ہاتھوں یہ کام کروایا جائے، تاکہ عالمِ اسلام میں اس پر کوئی سخت ردِ عمل

نہ ہو، اس مقصد کے لیے انگریز کی نگاہِ انتخاب مصطفیٰ کمال نامی ایک ترک افسر پر پڑی، چنانچہ اسے یونان کے خلاف ایک سازش کے تحت مصنوعی کامیابی دلا کر غازی کے لقب سے مشہور کیا گیا، یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ غازی مصطفیٰ کمال تو ترک قوم کو آزادی دلانا چاہتا ہے، لیکن خلیفہ جو اتحادیوں کی قید میں ہے وہ اس کا مخالف ہے، (معاملے کی چشم کشا تفصیل ثبوتوں کے ساتھ تاریخ امتِ مسلمہ از مولانا اسماعیل ریحان جلد پنجم میں ملاحظہ کریں) یہ پروپیگنڈا اس زور شور سے کیا گیا کہ ہندوستان جو دفاعِ خلافت میں پیش پیش رہا وہ بھی مصطفیٰ کمال کا ہم نوا بن گیا، مولانا آزاد نے الہلال میں مصطفیٰ کمال کو غازی اور محافظِ اسلام لکھا، مولانا سید سلیمان ندوی نے مصطفیٰ کمال کے مرنے پر معارف میں تعزیتی 'شذرہ' لکھا اور اسے اچھے لفظوں میں یاد کیا (مولانا سید سلیمان ندوی کی تحریر 'یادِ رفتگاں' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے)، اب اس کی شہرت ایک فاتح مسلمان قائد کی حیثیت سے ہونے لگی۔ ۱۹۲۳ء میں انگریزوں نے اس کے ساتھ لوزون معاہدہ کیا جس کی رو سے خلافت کے خاتمے اور ترکی کا اسلامی تشخص مٹانے کا فیصلہ کیا گیا۔ آخر ۱۹۲۴ء میں مصطفیٰ کمال نے از خود خلافت کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔ جس پہ اقبال مرحوم نے یہ مشہورِ زمانہ شعر کہا:

چاک کردی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ، اوروں کی عیاری بھی دیکھ

## مابعد استعماری دور کے لیے استعمار کا منصوبہ

اس امر کو یقینی بنانے کے لیے کہ مسلمان احیائے خلافت کی دوبارہ کوشش نہ کریں مسلمانوں میں بالخصوص ترکوں میں جدت پسندی کی زبردست مہم چلائی گئی، فحاشی و عریانی کو فروغ دیا گیا، شکوک و شبہات پھیلائے گئے، خلافت کو ایک ناکام اور از کار رفتہ نظام باور کرایا گیا، اسلامی وحدت کے خاتمے کے لیے قومیت و وطنیت کو فروغ دیا گیا۔ خلافت کے خاتمے سے قبل ہی اس کے خلا کو پُر کرنے کے لیے ۱۹۱۷ء میں لیگ آف نیشنز نامی ایک عالمی ادارے کی بنیاد رکھ دی گئی۔

## نام نہاد آزادیاں

اب استعمار نے واپسی کے لیے رختِ سفر باندھنے کی نیت کرلی، کیونکہ وہ جی بھر کے مقبوضہ ممالک کو لوٹ چکے تھے، نیز ان ملکوں میں آزادی کی تحریکات بھی شروع ہو چکی تھیں، جن کی وجہ سے ان ممالک پر قبضہ برقرار رکھنے کا خرچہ حاصل ہونے والی کمائی سے زیادہ ہو گیا تھا، پھر استعمار اپنے قبضے کے دوران ایک ایسی نسل تیار کر چکا تھا جو ذہنی غلامی کا شکار تھی اور استعمار نے زمامِ اقتدار انہی اپنے پروردوں کو سونپی، تاکہ وہ براہِ راست قبضے کے جھنجٹ میں پڑے بغیر دور سے بیٹھ کر ڈوریں ہلاتے رہیں اور وسائل لوٹتے رہیں۔

ان کا یہ منصوبہ اتنا مختصر المیعاد نہیں تھا، لیکن ہوا یہ کہ مشرقی ممالک کے وسائل کی بندر بانٹ پر خود چوروں میں ہاتھا پائی شروع ہوگئی اور ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگِ عظیم کا آغاز ہو گیا، استعماری طاقتوں کے وسائل کا بڑا حصہ اس میں خرچ ہو گیا، جس سے وہ اپنے اخراجات کم کرنے پر مجبور ہوگئیں، چنانچہ جنگ کے فوراً بعد اسلامی ملکوں کو دھڑا دھڑ آزادیاں ملنے لگیں۔ آزادی دینے کے بعد بھی استعماری طاقتوں نے یہاں کے مادی و روحانی استحصال کی سوچ ترک نہیں کی، لہٰذا آزادیاں عطا کرنے سے پہلے ہی اقوام متحدہ بنا کر ان نو آزاد ملکوں کو جبری معاہدوں کا پابند بنا دیا گیا۔ آزادی ملی بھی تو اس طرح کہ جہاں پہلے ایک ملک تھا وہاں اب کئی ممالک بنا دیے گئے، مسلم اکثریتی علاقوں کو جبری نقل مکانی اور نصرانیت کی تبلیغ سے مسلم اقلیتی علاقے بنا دیا گیا، فلپائن اس کی واضح مثال ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ نئی وطنی ریاستوں کی حد بندی اس طرح کی گئی کہ پڑوسیوں کے سرحدی تنازعات کبھی ختم نہ ہوں اور وہ انہی استعماری ملکوں کی مدد کے محتاج رہیں۔

## 'آزادیوں' کے بعد عالمِ اسلام میں اسلام کی حالتِ زار

غرض! عالمِ اسلام کے موجودہ سیاسی نقشے کا حقیقی پس منظر یہ ہے، کسی آزاد ملک نے اپنی چاہت و رضا سے نہ یہ لکیریں کھینچی ہیں، نہ یہ معاہدے کیے ہیں اور نہ امت کے حقیقی نمائندوں کے ساتھ معاملات طے ہوئے ہیں، بلکہ یہ معاہدات تو استعمار نے جبراً کروائے ہیں اور اپنے ہی آلہ کاروں سے کیے ہیں اور ان کے نتائج بھی کبھی امت کے حق میں نہیں گئے، بلکہ الٹا ان سیاسی حد بندیوں اور تفرقوں نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی ہے، اب اسلامی ممالک اسرائیل کو بھی تسلیم کر کے اس کے ساتھ سفارتی تعلقات بحال کر رہے ہیں، جزیرۂ عرب کو فحاشی کا اڈہ بنایا جا رہا ہے، اسلام کے نام پر حاصل کردہ ملک میں باپردہ اسلام پسند خواتین کو فاسفورس بموں سے جلا دیا گیا، ہم جنس پرستوں کو قانونی تحفظ دیا جا رہا ہے، تبدیلیِ جنس کے شیطانی عمل کو فرد کا حق باور کروایا جا رہا ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے کھلے بندوں الحاد کی دعوت دی جا رہی ہے۔ اقتصادی حالت دگرگوں ہے، قرضوں کا بوجھ بڑھتا جا رہا ہے، نہ عزتیں محفوظ ہیں نہ مال و جان اور نہ دین و ایمان۔ یہ سلسلہ کوئی نیا نہیں، البتہ اب کھل کر یہ چیزیں سامنے آرہی ہیں، آزادی عطا کرنے سے قبل ہی استعمار نے ایسے نظام کے قیام کی یقین دہانی کرلی تھی جس میں معاشرہ دن بدن دین سے دور ہوتا جائے، اور واقعتاً ایسا ہوا بھی، تفصیل کے لیے مولانا ابو الحسن علی ندوی کی دو کتابیں: 'مسلم ممالک میں اسلام اور مغربیت کی کشمکش' اور 'دریائے کابل سے دریائے یرموک تک' پڑھ لیں کہ عالمِ اسلام کی صورتحال اُس وقت کیا تھی، حال کا منظر نامہ ماضی کا منطقی نتیجہ ہے، کوئی امر تعجب خیز نہیں۔

بطورِ مثال مؤخر الذکر کتاب کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں، ہمارے یہاں ۱۹۷۳ء کا آئین مشہور ہے، یہ کتاب اسی سن میں لکھی گئی ہے:

”اسلامی ملکوں کے حالات کا مطالعہ کرنے اور ان کی اخلاقی انارکی اور روحانی دیوالیہ پن کو دیکھنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ اس صورتحال کا ذمہ دار بڑی حد تک امریکا ہے، امریکا چاہتا ہے کہ یہ ممالک فکری اور اخلاقی انحراف کا شکار ہو کر اس کی پناہ لینے اور اس کی زلہ ربائی کرنے پر مجبور ہوں۔“

ایک طرف تو یہ سب کچھ اور اسی پر بس نہیں، بلکہ رہے سہے اسلامی قوانین (جو استعمار کی دستبرد سے بچے رہے تھے) کو بھی کھرچ کھرچ کر ختم کیا گیا، چاہے جمہوریت ہو یا آمریت، اسلامی دنیا میں شریعت استعماری دور کی طرح ہی معطل رہی، بلکہ اس سے زیادہ، کیونکہ استعمار چاہتے ہوئے بھی شریعت کو عوامی غیظ وغضب کے خوف سے مکمل معطل نہ کر سکا، یہ سبقت استعماری آلہ کاروں کے نامۂ سیاہ کا مقدر تھی، پاکستان میں ’عائلی قوانین‘ بنائے گئے، باقی اسلامی دنیا کا حال بھی اس سے مختلف نہیں تھا، یہاں تک کہ مخلصین یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ استعمار کا دور شاید اس نام نہاد آزادی سے بہتر تھا، ہمیں آزادی کی ایک اور جنگ لڑنی ہو گی۔

## دِیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت!

مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”یہ تاریخ کا عجیب المیہ اور سیاست کی عجیب ’ستم ظریفی‘ ہے کہ کسی ملک میں جب تک آزادی کا معرکہ درپیش رہتا ہے... تو جنگِ آزادی کے رہنما...... مذہبی نعروں ہی کے ذریعے اور اللہ کے نام کی بلندی، اسلام کی سربلندی اور اللہ کے احکام کے اجراء کا لالچ دے کر ان (اسلام پسند عوام) کو آگ سے کھیلنے اور خاک وخون میں لوٹنے کی دعوت دیتے ہیں، اور اسی ایمانی طاقت سے (جس کے مقابلے میں کم سے کم مسلمان اقوام میں کوئی طاقت نہیں پائی جاتی) آزادی کا قلعہ فتح کرتے ہیں اور ناقابلِ تسخیر دشمن کو سرنگوں ہونے پر مجبور کرتے ہیں۔ لیکن جیسے ہی یہ ناگزیر منزل طے ہوتی ہے اور ملک کا اقتدار اعلیٰ اور ان سیاسی رہنماؤں کی زبان میں ’ملک وقوم کی قسمت‘ ان کے ہاتھ میں آجاتی ہے، وہ ملک کو مغربیت اور نامذہبیت (سیکولرزم) کے راستہ پر ڈال دیتے ہیں، اور جلد سے جلد مذہب اور معاشرہ کی اصلاح، اسلامی قانون (پرسنل لاء) کی تنسیخ وترمیم اور ملک کو مغرب کے سانچہ میں ڈھالنے کا ’ضروری کام‘ شروع کر دیتے ہیں اور اس میں اتنی عجلت وشدت سے کام لیتے ہیں کہ بعض اوقات وہ لوگ جنھوں نے بے دریغ قربانیاں دی تھیں، یہ سوچنے لگتے ہیں کہ انھوں نے شاید غلطی کی اور ملک کی آزادی، اسلامی زندگی اور مذہبی آزادی کے حق میں مفید ہونے کے بجائے مضر ثابت ہوئی۔ ۱۹۲۴ء کے ترکی سے لے کر ۱۹۶۲ء کے الجزائر تک یہ ایک مسلسل داستان ہے، جس میں کوئی استثناء نظر نہیں آتا۔“ (مسلم ممالک میں اسلام اور مغربیت کی کشمکش، ص ۲۰۰-۲۰۱)

خود پاکستان میں اربابِ اقتدار کی روش دیکھ کر مولانا ظفر احمد عثمانی نے ۱۹۵۴ء میں ہی سیاست سے کنارہ کشی کر لی، سید سلیمان ندوی (جو اسلامی آئین کی تشکیل کی خاطر حکومتی بلاوے پر پاکستان آئے تھے) یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ ’اربابِ اقتدار نفاذِ شریعت میں سنجیدہ نہیں، ان کے ساتھ مفاہمانہ نہیں، مخاصمانہ جدوجہد کی ضرورت ہے‘۔

## صورتِ واقعہ کا حکمِ شرعی

صورتحال ایسی ہو گئی جس کے متعلق حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”(مسلمان حاکم اگر) فسق متعدی یعنی ظلم اختیار کرے اور اس کا محل مظلومین کا دِین ہو یعنی ان کو معاصی پر مجبور کرے۔ مگر یہ فسق اسی وقت تک ہے جبکہ اس کا منشاء (یعنی سبب) استخفاف یا استقباحِ دین (دین کو بُرا سمجھنا) اور استحسانِ کفر یا معصیت (کفر کو اچھا سمجھنا) نہ ہو، بلکہ اِغاظتِ مُکرَہ ہو (یعنی جس شخص پر جبر کیا جا رہا ہو اسے پریشان کرنا اور غصہ دلانا مقصود ہو، جیسا اکثر کسی خاص وقتی اقتضاء سے کسی خاص شخص پر اکراہ کرنے میں ایسا ہی ہوتا ہے) ورنہ یہ بھی حقیقۃً کفر ہے...... یا فی الحال تو منشاء اکراہ کا استخفاف وغیرہ نہ ہو، لیکن اکراہِ عام بشکلِ قانون ایسے طور پر ہو کہ ایک مدت تک اس پر عام عمل ہونے سے فی المآل ظن غالب ہو کہ طبائع (لوگوں کی طبیعتوں) میں استخفاف وغیرہ پیدا ہو جائے گا تو ایسا اکراہ بھی بنا بر اصل (مقدمة الشئ بحكم ذالك الشئ) بحکمِ کفر ہو گا۔“

(رسالہ: جزل الکلام فی عزل الامام، مشمولہ: بوادر النوادر، امداد الفتاویٰ)

اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (صاحبِ المہند وبذل المجہود) اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

”سلطنتِ ترکی نے قانونِ اسلامی کو چھوڑ کر قانونِ حکومت جاری کر دیا ہے، میراث کے حکم کو بدل دیا ہے، فوج کے لیے صومِ رمضان جرم قرار دے دیا ہے اور متعدد علماء بے گناہوں کو قتل کر دیا تو ایسی سلطنت دائرہ انصاف سے خارج نہیں، بلکہ دائرہ اسلام سے ہی خارج ہے“۔ (ص ۲۴۰)

اور مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"مگر ایسے ملک (جہاں مسلمان نفاذِ شریعت کی قدرت رکھتے ہوں) کی حکومت کو اس وقت تک حکومتِ اسلامیہ نہیں کہا جاسکتا جب تک کہ وہ احکام اسلام کی تنفیذ نہ کرے۔" (احسن الفتاویٰ: ۶;۲۱)

## حقیقی آزادی کے لیے کوششیں

اس صورتحال میں اہلِ دین نے تبدیلی کے لیے سوچنا اور تیاری کرنا شروع کر دیا، چنانچہ ایک طرف تو دینی مدارس، خانقاہوں، عوامی دروسِ قرآن وغیرہ دعوتی ذرائع اختیار کر کے تبلیغِ احکام کا کام شروع کر دیا گیا، تاکہ انقلابی جماعت تیار ہو، بالکل وہی طرزِ عمل جو استعمار کے خلاف اپنایا گیا تھا، پھر کچھ تحریکات حکومتوں کی اسلام دشمنیوں اور ایذا رسانیوں کی وجہ سے میدانِ عمل میں کود یں، جس کی تفصیل شیخ ابو مصعب سوری رحمہ اللہ (حیا و بیتا) نے اپنی کتاب: 'عالمی جہاد کی دعوت' (دعوة المقاومة الاسلامية العالمية) میں درجِ ذیل تفصیل کے ساتھ ذکر کی ہے۔

۱. مراکش ۱۹۶۳: حركة الشبيبة المغربية في المغرب الأقصى

مراکش میں عرب کے جوانوں کی تحریک۔ جس کی قیادت شیخ عبد الکریم مطیع نے کی۔ اور جس نے (جہنم مکانی) شاہ حسن دوم کی حکومت کے خلاف کاروائی کی۔

۲. مصر ۱۹۶۵: شیخ سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش

انہوں نے جمال عبد الناصر کی حکومت کے خلاف مصر میں جہاد کو منظم کرنے کی کوشش کی۔

۳. شام ۱۹۶۵: شیخ مروان حدید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک

شام میں بعث پارٹی کی حکومت کے خلاف۔

۴. افغانستان ۱۹۶۵-۱۹۷۵: مقامی اشتراکی حکومتوں کے خلاف تحریکیں

سوویت یونین کے براہ راست حملے سے پہلے افغانستان میں اشتراکی حکومتوں کے خلاف جہادی تحریکیں۔

۵. ترکی ۱۹۷۲: تنظیم (الطليعة EkiNGiLAR ہراول دستہ) کا تجربہ

ترکی میں داخلی خانہ جنگی کے دوران۔

۶. الجزائر ۱۹۷۳-۱۹۷۶: حركة الدولة الإسلامية

شیخ مصطفی بویعلی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں اسلامی ریاست کی تحریک۔

۷. شام ۱۹۷۵-۱۹۸۲: الطليعة المقاتلة

شیخ مروان حدید کے شاگردوں کی (جنگجو ہراول دستہ) کے نام سے شام میں مسلح جہادی انقلاب۔

۸. مصر ۱۹۸۱-۱۹۹۷: تنظيم الجهاد اور الجماعة الإسلامية

صدر انور السادات اور اس کے جانشین حسنی مبارک کے خلاف ان دونوں جماعتوں کی تحریک۔

۹. لیبیا ۱۹۸۶: قذافی کے خلاف جہادی کاروائی۔

۱۰. تونس ۱۹۸۶: حركة الاتجاه الإسلامي

اسلامی جہت کی تحریک کے عسکری ونگ کی محدود جہادی کاروائیاں اور انقلاب کی کوشش۔

۱۱. الجزائر ۱۹۹۱-۲۰۰۱: بے شمار جہادی جماعتوں کا جہادی تجربہ

[جبهة الإنقاذ الإسلامي کے انتخابات میں اکثریت حاصل کرنے کے نتیجے میں حکومتی آپریشن اور اس کے رد عمل میں ہونے والا جہاد جو کہ تقریباً ۱۰ سال جاری رہا]۔

۱۲. تاجکستان ۱۹۹۲: اشتراکی حکومت کے خلاف جہادی حملے

۱۳. سعودی عرب ۱۹۹۴: محدود قسم کی جہادی کوششیں

۱۴. لیبیا ۱۹۹۴-۱۹۹۶: الجماعة الإسلامية المقاتلة کا تجربہ اور جہادی کاروائیاں

۱۵. پاکستان ۱۹۹۶: تحریک نفاذ شریعت

شمال مغربی صوبہ سرحد میں مسلح انقلاب۔ [مسلح کے بجائے اسے نیم مسلح کہنا مناسب ہو گا]

۱۶. مغرب اسلامی ۱۹۹۶: جہادی جماعتیں تشکیل کرنے کی کوششیں

۱۷. ازبکستان ۱۹۹۸: الحركة الإسلامية

ازبکستان میں امریکی پشت پناہی میں کریموف کی اشتراکی حکومت کے خلاف جہادی کوشش اور ازبکستان کی اسلامی تحریک کا قیام۔

۱۸. یمن ۱۹۹۹: جيش عدن أبين

یمن میں ۱۹۹۹ سے عدن ابین کے لشکر کا جہادی تجربہ

۱۹. لبنان ۲۰۰۰: النبطية پہاڑوں میں جہادی کوشش

## جہادی تحریکات کی ناکامی کی اہم وجوہات

لیکن یہ سب تحریکات بوجوہ ناکامی سے دوچار ہوئیں یا یوں کہیں کہ مطلوبہ نتائج نہ دے سکیں۔ پھر اسّی کی دہائی میں روس نے افغانستان میں علانیہ فوجی مداخلت کی، جس کے نتیجے میں یہاں ایک متفقہ کافر کے خلاف جہاد شروع ہوا، چونکہ روس کی شکست کا فائدہ امریکا و یورپ کو بھی تھا اس لیے اس جہاد میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی گئی، لہٰذا عرب و عجم سے مجاہدین جوق در جوق یہاں آکر شریکِ جہاد ہوئے، یہاں اسلامی ملکوں پر مسلط طواغیت کے خلاف جہاد کرنے والوں کو بھی مل بیٹھنے کا موقع ملا۔ تجربات کے تبادلے سے یہ بات سمجھ آئی کہ طواغیت کا کفر (ارتداد وزندقہ) اگرچہ کافرِ اصلی کے کفر سے زیادہ سخت ہے، لیکن عوام کو اس کا سمجھانا مشکل ہے، اسی لیے عوامی حمایت اور اسلامی حلقوں کی تائید نہیں حاصل ہو پاتی۔ اور دوسری بات یہ کہ یہ مقامی طواغیت بھی دراصل خود مختار نہیں، بلکہ سابقہ استعمار (جسے اب عالمی نظام کا پر فریب نام دیا گیا ہے) ہی کے آلہ کار ہیں اور خود عالمی کفر بھی چاہتا ہے کہ تبدیلی لانے والوں کا محور بس اپنا اپنا خطہ رہے، تاکہ اسے براہِ راست جنگ نہ لڑنی پڑے (کیونکہ مابعد استعماری دور کی خاصیت ہی یہ ہے کہ اسلام پسندوں کو مقامی آلہ کاروں کے ذریعے کچلا جائے) اور مقامی طور پر نام نہاد مسلمان آلہ کار کے سامنے ہونے کی وجہ سے مجاہدین کو عوامی حمایت بھی نہ ملے (بالکل وہی سوچ جس کے تحت مصطفیٰ کمال کے ہاتھوں خلافت کا خاتمہ کروایا گیا)۔

## پس چہ باید کرد!؟

اب ضرورت اس بات کی تھی کہ استعمار کی اس چال کا توڑ سوچا جائے اور وہ توڑ سابقہ تجربات کی روشنی میں یہی تھا کہ امت کو اسکے حقیقی دشمن کی پہچان کروائی جائے جو ہمیشہ پس پردہ رہ کر ڈوریاں ہلاتا آیا ہے، چنانچہ شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے دعوت کے ذریعے امریکا کی مسلم دشمنی کو آشکار کیا، پھر سوڈان سے اور وہاں سے نکالے جانے کے بعد افغانستان سے امریکا پر کاری ضربیں لگائیں، لیکن شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ چاہتے تھے امریکا کو ایک ایسی ضرب لگائی جائے کہ وہ طیش میں آکر پردوں کے پیچھے کھیلنے اور قلعوں میں بیٹھ کر لڑنے کی بجائے باہر نکل آئے، پھر امت مسلمہ کی ضربوں سے اس کا معاشی دیوالیہ نکل جائے، اس کی چودھراہٹ بھی ختم ہو جائے اور وہ عالمِ اسلام میں مداخلت کے قابل نہ رہے، تاکہ مسلمان اپنے اپنے ملکوں میں شریعت نافذ کرنے کے لیے آزاد ہو جائیں، یہ مقامی طواغیت عالمی امداد کے بغیر اس قابل نہیں کہ مجاہدین کی ضربیں سہہ سکیں۔

## جہاد کا پھیلاؤ

سوچ سمجھ کر اور باہمی مشاورت سے یہ سب کچھ طے کیا گیا اور اللہ نے شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے سارے اندازے درست کر دکھائے۔ امریکا اپنی پوری قوت کے ساتھ افغانستان پر ٹوٹ پڑا، نتیجتاً اسلامی امارت کا سقوط ہوا، سانحہ قلعہ جنگی جیسے المناک واقعات رونما ہوئے، مجاہدین عارضی طور پر پسپا ہوئے، لیکن یہ پسپائی ایسی تھی جس پر مولانا ظفر علی خان کا یہ شعر جو انہوں نے دارالعلوم دیوبند کی مدح میں کہا، صادق آتا ہے

تیری اس رجعت پہ ہزار اِقدام ہوں جاں سے نثار
قرنِ اول کی خبر لائی تیری الٹی زقند

دنیا بھر کے مجاہدین اپنے اپنے علاقوں میں جا کر مصروفِ جہاد ہو گئے، دو سال بعد امریکا عراق پر حملہ آور ہوا تو شیخ ابو مصعب زرقاوی شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھیوں سمیت اہم مزاحمتی قوت بن کر سامنے آئے، یمن اور صومالیہ کا جہاد اپنے پیروں پر کھڑا ہو کر طاغوتِ اکبر امریکا کی نیندیں حرام کرنے لگا، الجزائر کی جہادی تحریک غلو و تکفیر کے تھپیڑے کھا کر سنبھلی، مفسدین جہاد چھوڑ کر کفار کے آگے تسلیم ہو گئے اور مخلصین نے الجزائر کی تحریکِ جہاد کا علَم اٹھایا اور حالات کے تقاضوں کو سمجھ کر خود کو عالمی جہادی تحریک کے ساتھ جوڑ لیا، اس کی برکت سے ایک ڈیڑھ عشرے میں اللہ نے مالی و اس کے اطراف میں صحرائے کبریٰ کے اندر غیرت مند قبائل کو اپنے دین کی نصرت اور اپنے دشمن فرانسیسیوں کی درگت بنانے کے لیے چُن لیا۔

امارتِ اسلامی افغانستان (وفقہا اللہ) آج الحمد للہ صرف اور صرف اللہ کی نصرت کے سہارے دوبارہ قائم ہو چکی ہے اور زبانِ حال سے بتا رہی ہے کہ جس طرح اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے والے افراد مُردہ نہیں، زندہ ہوتے ہیں، اسی طرح اللہ کی خاطر ختم ہونے والی حکومتیں بھی جلد ہی پہلے سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ قائم ہوتی ہیں اور صلیبی طوفان کے آگے 'سر جھکانے' کا (پاکستانی فوجی) فلسفہ اپنے حاملین کو آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ذلیل و رسوا کرتا ہے۔

## آج کے حالات ایک اور یومِ تفریق کا تقاضا کر رہے ہیں

### توہینِ قرآن و ناموسِ رسالت ﷺ

لیکن یورپ کی امتِ صلیب اس سب کے باوجود بھی محمد ﷺ کی اور قرآن عظیم الشان کی مسلسل توہین کے درپے ہے، کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق جنگ میں شکست کھانے کے بعد ان اوچھی حرکتوں پر اتر آئی ہے، اہلِ صلیب کی یہ حرکتیں جہاں ایک طرف ان کا حوصلہ ختم ہونے کی دلیل اور اسلام کو ملنے والی قریبی فتح کی نوید ہیں، تو دوسری طرف یہ صورتحال یہ مطالبہ بھی کر رہی ہے کہ اُن پر نائن الیون جیسا ایک اور سیاہ دن مسلط کیا جائے تاکہ یہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ

”اور اگر ان لوگوں نے اپنا عہد دے دینے کے بعد اپنی قسمیں توڑ ڈالی ہوں اور تمہارے دین کو طعنے دیے ہوں، تو ایسے کفر کے سربراہوں سے اس نیت سے جنگ کرو کہ وہ باز آ جائیں۔ کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کی قسموں کی کوئی حقیقت نہیں۔“

## اسلام کے خلاف نفرت انگیز پروپیگنڈہ

مستشرقین اور عیسائی مبلغین ہر دور میں اپنے ہم قوموں کو اسلام سے دور کرنے اور اس کے خلاف بھڑکانے کے لیے اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے پیشرو کفارِ مکہ کی طرح ہر قسم کا جھوٹ روا رکھتے رہے ہیں، صلیبی جنگوں کی دعوت کے موقع پر ایک یورپ میں تصویر کی بڑے پیمانے پر نمائش کی گئی، جس میں دکھایا گیا تھا کہ ایک مسلم گھڑ سوار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مزعومہ قبر کو اپنے گھوڑے کے سموں سے روند رہا ہے اور گھوڑا اس قبر پر پیشاب کر رہا ہے[1]۔ کہیں یہ کہا گیا کہ مسلمان بت پرست ہیں، وحشی ایسے ہیں کہ دشمن کا گوشت کھا جاتے ہیں......’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ یہودیہ تھیں...... محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تعلیمات ’اساطیر الاولین‘ نامی کتاب سے ماخوذ ہیں......وغیرہ وغیرہ‘[2]۔

ایک ایسا دین جس کے ماننے والوں کی عیاشی اور اسراف کے قصے ہی مغرب کو معلوم ہوں (عرب حکمرانوں کے افسانوی گلچھرے اور بدمستیاں) اور اس کے پیغام و تعلیمات پر مستشرقین نے اپنی ’تحقیقات‘ کے دبیز پردے ڈال دیے ہوں، بلکہ میڈیا کے شبہات و شہوات کے ذریعے ایک عام مغربی فرد کی یہ ذہنیت بنادی گئی ہو کہ وہ اپنے یا دنیا کے مسائل و مشکلات کا حل اسلام میں ڈھونڈنے کے بجائے اسلام کو ہی (نعوذ باللہ) سارے مسائل کی جڑ سمجھتا ہو۔ ایسے لوگوں کو سنجیدگی سے (شہوات و شبہات سے نکال کر) اسلام کا مطالعہ کرنے پر کیسے آمادہ کیا جائے، تاکہ وہ اس کے محاسن اور خوبیوں سے واقف ہو کر اس سے مالا مال ہو جائیں؟ یقیناً اس کے لیے ان کے سامنے مسلمانوں کا کوئی ایسا کارنامہ ہونا چاہیے کہ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں ’ان کے دین میں ایسی کیا بات ہے جس کی وجہ سے یہ اتنی بڑی بڑی قربانیاں دے دیتے ہیں؟‘۔ یہی وجہ ہے کہ نائن الیون کے بعد امریکا و مغرب میں اسلام کے بارے میں سنجیدہ مطالعے کا رجحان پیدا ہوا، لوگ مستشرقین کے بجائے مسلمانوں کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھنے لگے، اس سے بہت سے لوگوں کو ہدایت ملی اور وہ مسلمان ہو گئے، یہ دیکھ کر میڈیا نے پینترا بدلا، اب تک سارا زور القاعدہ پر تھا...... لیکن اس پراپیگنڈے کا الٹا اثر ہوا اور یہ اللہ کی سنت ہے:

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ (الفاطر: ۴۳)

”بری چالیں کسی اور کو نہیں خود اپنے چلنے والوں ہی کو گھیرے میں لے لیتی ہیں۔“

یہ الٹا اثر دیکھ کر میڈیا اندرون خانہ یہ کہانی پھیلانے لگا کہ ’یہ سب تو یہودیوں کا کیا دھرا ہے، اتنے یہودی جو وہاں کام کرتے ہیں‘ اس دن وہاں ان میں سے کوئی نہیں آیا تھا، عمارت میں بم نصب تھے، ورنہ محض ایک ایک جہاز ٹکرانے سے پوری پوری عمارتیں کیسے زمین بوس ہو گئیں!

دجالی نظام اپنے تمام آلہ کاروں کے ساتھ مل کر دنیا تک اسلام کی حقیقی دعوت اور پیغام کو پہنچنے سے روک رہا ہے، کیونکہ اسے پتہ ہے کہ اس کے پیدا کردہ تمام مسائل کا حل اسلام کے پاس موجود ہے، اسلام میں ذات پات یا نسلی تعصب کا بھی کوئی گزر نہیں، ایک یورپی فرد بھی اسلام لا کر وہی مقام پاتا ہے کو کسی جدی پشتی قریشی عرب مسلمان کو حاصل ہے۔

لہٰذا دعوتِ اسلام اور غیر مسلموں کی ہدایت کے نقطۂ نظر سے بھی ایک اور نائن الیون کی ضرورت ہے۔ عین ممکن ہے کہ وہ لوگ جو پہلی دفعہ سنجیدگی سے اسلام کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تھے یا پیدا ہی اس کے بعد ہوئے ہیں (پہلے نائن الیون کو بائیس برس گزر چکے ہیں) ایک نیا نائن الیون ان کی زندگیوں کو بدل دے۔

یقیناً تلوار کی نوک پر کسی کو کلمہ نہیں پڑھایا جا سکتا، لیکن یہ بھی حق ہے کہ جب تلوار سر پر لٹک رہی ہو انسان شہوات و تعصبات سے نکل کر حق کو پہچان لیتا ہے اور پھر دلی رضا سے قبول بھی کر لیتا ہے، فتح مکہ اس کی روشن مثال ہے، اُس دن کوئی نیا معجزہ نہیں دکھایا گیا، لیکن قوت نے سب کو حق کے بارے میں آزادانہ سوچنے پر مجبور کر دیا، نتیجتاً وہ منظر سامنے آیا جسے خود قرآنِ کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا (النصر: ۲)

”اور تم لوگوں کو دیکھ لو کہ وہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔“

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مشہور قول ہے:

قوام الدين بكتاب يهدى وسيف ينصر

دین کا قیام راہ دکھانے والی کتاب اور رکاوٹیں دور کر کے نصرت کرنے والی تلوار کے ساتھ ہوتا ہے۔

شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[1] نظریاتی جنگ کے محاذ، ص ۷۱

[2] اسلام اور مستشرقین: ۵؍۳۳، ۲۳

السيف يعين على فهم الحق

تلوار (قوت) حق کو سمجھنے میں (قبول کرنے میں نہیں) مدد دیتی ہے۔

اور اللہ نے تو ہمیں بھیجا ہی اس لیے ہے کہ لوگوں کو اپنے جیسے انسانوں کے بنائے نظاموں اور نظریوں کی غلامی سے نکال کر ایک اللہ رحمان و رحیم کی بندگی میں داخل کر دیں۔ یہی مقصدِ بعثتِ انبیاء علیہم السلام ہے۔

## عالمِ اسلام میں امریکی مداخلت

عالمی نظام بہ سرکردگیٔ امریکا کا شکنجہ عالمِ اسلام پر سے کچھ ڈھیلا تو ہوا ہے، لیکن مکمل ٹوٹا نہیں، آج بھی ارضِ قدس پر یہود کے قبضے کا براہِ راست تعلق امریکا کی طرف سے اسرائیل کی مدد و پشت پناہی ہے۔ امریکا ابھی بھی عسکری و غیر عسکری ذرائع سے عالمِ اسلام پر مسلط اپنے آلہ کاروں کی مدد کر رہا ہے، مجاہدین کے خلاف مقامی حکومتوں کی مدد کر رہا ہے، اپنی سرپرستی میں مجاہدین کے خلاف نئے نئے اتحاد تشکیل دے رہا ہے۔ اس شکنجے کو مکمل توڑنے کے لیے مزید کئی ایک نائن الیونوں کی ضرورت ہے۔

## احیائے خلافت اور عظمتِ رفتہ کی بحالی

خلافتِ عثمانیہ کے انحطاط و زوال کے بعد مسلمان نہ تین میں ہیں نہ تیرہ میں، عالمی سربراہی کی کرسی پر یکے بعد دیگرے اقوامِ کفر ہی بیٹھ رہے ہیں۔ نائن الیون اور اس کے بعد کی بیس سالہ جنگ نے امریکا کا یہ حال تو کر دیا ہے کہ اب روس و چین اس کے منہ کو آنے لگے ہیں، لیکن ابھی عالمی سطح پر مسلمان برابری کی سطح پر نہیں آئے، بقیہ عالمِ اسلام کی تو بات ہی نہیں کرتے وہاں ویسے بھی انھی کے آلہ کار ہیں، لیکن واحد اسلامی حکومت پر جس طرح وقتاً فوقتاً مختلف طرح کے دباؤ ڈالے جا رہے ہیں، خواتین کے حقوق، شریعت بالخصوص حدود کی عدم تنفیذ، جمہوریت کی بحالی وغیرہ وغیرہ...... یہ سب حالات بتاتے ہیں کہ منزل اگر زیادہ دور نہیں تو اتنی قریب بھی نہیں، ابھی کئی اور نائن الیون برپا کرنے ہوں گے، لہو کے کئی دریا پار کرنے ہوں گے۔

وقتِ فرصت ہے کہاں! کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

سو نائن الیون کے مبارک حملوں کی مناسبت سے یہ موقع محض ان اُنیس ابطال کو خراجِ عقیدت و تحسین پیش کرنے اور ان کے لیے دعاگو ہونے تک محدود نہیں بلکہ ہم محض اللہ پر توکل کرتے ہوئے ان دشمنانِ اللہ و رسول اور باغیانِ دین و شریعت کو امتِ دعوت و جہاد کی طرف سے ایک اور یومِ تفریق کی 'نوید' سناتے ہیں۔

روند کر اہلِ ایمان کی بستیاں،
کیسی جنت بسانے کے خوابوں میں ہو!
یہ تو ممکن نہیں عیش سے تم رہو
اور ملت ہماری عذابوں میں ہو
سنو! ہاتھی والو! آسمانوں میں لکھے نوشتے پڑھو
بڑھ رہے ہیں تمہارے قلعوں کی طرف
موت کے کچھ بگولے، کچھ آتش فشاں
جراتوں کے دھنی، ہمتوں کے نشاں
کچھ ابابیل ایسے شہیدی جواں
لو! تباہی کا اپنی تماشا کرو
عمر باقی ہے جو زخم دھوتے رہو خود پہ روتے رہو!

☆☆☆☆☆

### دعوت کو قوت درکار ہوتی ہے

”دعوت کی پشت پر اگر قوت نہ موجود ہو تو وہ محدود اور مقید ہی رہتی ہے۔ دعوت کو وسعت دینے کے لیے ضروری ہے کہ زمین میں وہ قوت تلاش کی جائے جو اس کی پشت پر کھڑی ہو اور اسے مضبوط کرے۔ یہ بات جس طرح آج سمجھی جا سکتی ہے، شاید پہلے نہیں سمجھی جا سکتی تھی۔ آج جب اسلام کی حاکمیت ختم ہو چکی ہے، خلافت کا نظام مٹ چکا ہے اور ایسے نظام ہم پر مسلط کر دیے گئے ہیں جو اللہ کی شریعت سے ہٹ کر فیصلے کرتے ہیں، بلکہ اللہ کی شریعت کے خلاف حالتِ جنگ میں ہیں، شاید آج یہ نکتہ زیادہ آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اگرچہ آج مدارس، دینی جامعات اور مساجد کی کمی نہیں، کتابیں بھی خوب لکھی جا رہی ہیں، خطباء، ائمہء مساجد اور حفاظ بھی بہت ہیں، لیکن اسلام پھر بھی پس قدمی پر مجبور اور نہایت کمزوری کی حالت میں ہے۔ یہ سب کیوں؟ کیونکہ ہم نے جہد تو بہت کی مگر یہ جہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم کردہ منہج کے مطابق نہیں تھی!“

(محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمہ اللہ)

# نائن الیون نے میرے کافر دل کی دنیا بدل ڈالی

اُمّ طلحہ الالمانی

اُم طلحہ کا تعلق جرمنی سے ہے اور نائن الیون سے متاثر ہو کر انہوں نے جرمنی میں ہی اسلام قبول کیا اور وہاں ابو طلحہ سے نکاح کیا۔ ان کا یہ خط شیخ اسامہؒ کے نام ہے کہ جس میں وہ اپنے قبول اسلام اور بعد ازاں ہجرت و جہاد کی روداد نقل کرتے ہوئے ایک طرف اپنی اسلام سے محبت، اس پر عمل کی تڑپ اور امت پر شیخ اسامہ کے احسانات کا تذکرہ کرتی ہیں تو دوسری طرف ساتھ امریکیوں پر حملوں کی ضرورت بھی بتاتی ہیں اور واضح کرتی ہیں کہ نائن الیون کے مبارک حملوں نے اسلام اور دعوتِ اسلام کی کس طرح عظیم خدمت کی ہے۔ اُم طلحہ نے سرزمین جہاد کی طرف ہجرت کے بعد ہمہ نوع مشکلات اور آزمائشوں کا سامنا کیا۔ انہیں اپنے محبوب شوہر اور ہجرت و جہاد کے ساتھی ابو طلحہ سے جدائی کی تکلیف سہنی پڑی، ابو طلحہ رحمہ اللہ نے افغانستان میں بگرام ائر بیس میں امریکیوں پر ایک بڑے استشہادی حملے کی قیادت کی اور امریکی و نیٹو فورسز کو بہت بڑا نقصان پہنچایا۔ ان کی شہادت کے بعد اُم طلحہ نے دوسرا نکاح کیا مگر کچھ عرصہ بعد یہ دوسرے شوہر بھی ڈرون حملے میں شہید ہو گئے، یہاں تک کہ وزیرستان پر جب امریکی پاکستانی حملہ 'ضرب عضب' شروع ہوا تو اُم طلحہ اپنے بچوں کے ساتھ ایک مرتبہ پھر ایک اور ارض جہاد کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئیں۔ یہ ایک نو مسلمہ، مہاجرہ، مجاہدہ کی ایمان افروز داستان کی فقط ایک جھلک ہے۔ یہ خط شیخ اسامہ کے گھر (ایبٹ آباد) سے ملنے والے خطوط میں شامل تھا۔ یہاں اس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمان الرحیم والحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وبعد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارے انتہائی محترم امیر اور محبوب شیخ اسامہ بن لادن نصرہ اللہ کے نام...... ان کی بیٹی الزبیتھ اینا ونڈشمین (Elisabeth Anna Windischmann) (زوجہ ابو طلحہ جرمن) کی جانب سے!

اللہ کے لیے ہی تمام تر تعریفیں ہیں جس نے رستے کی مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود مجھے آپ لوگوں (اہل جہاد) تک پہنچا دیا، میرے لیے رستہ آسان کیا اور کفار کی آنکھیں اندھی کر دیں۔ جب میں یہاں (خراسان) اپنے شوہر کے پاس پہنچی اور مجھے معلوم ہوا کہ آپ (محترم شیخ) ہمارے امیر ہیں اور یہ کہ میں آپ لوگوں کی جماعت کا حصہ بن گئی ہوں تو میرا دل خوشی اور فخر سے لبریز ہو گیا۔ آپ کے ذریعے اللہ نے دو مرتبہ میری زندگی تبدیل کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ، ''جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا''، اسی وجہ سے میں نے قلم اٹھایا کہ میں آپ کو خط لکھوں اور آپ کا شکریہ ادا کروں۔ اس تحریر کا دوسرا مقصد آپ کے سامنے یہ واضح کرنا ہے کہ آپ اسلام اور مسلمانوں کے لیے کتنی بڑی خدمت ادا کر رہے ہیں۔ آپ اپنا شرعی فریضہ ادا کر کے اسلام کی خدمت کر رہے ہیں اور صلیبیوں کے ساتھ وہی زبان بول رہے ہیں جس کو یہ متکبر کافر سمجھتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ نے وہ رستہ اختیار کیا ہے جو بالکل صحیح ہے اور ہمیں ان شاءاللہ جلد یا بدیر اس رستے کا پھل مل کر رہے گا۔

ہمارے امیر! ہمیں آپ سے یہی امید ہے کہ آپ کبھی بھی ہتھیار نہ رکھیں گے کیونکہ یہی کفار کی سب سے بڑی خواہش ہے جبکہ ہتھیار اٹھانا ہی وہ واحد طریقہ ہے کہ جس سے مجاہدین فتح و نصرت سے ہمکنار ہوں گے ان شاءاللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے ایک بھی فرد کو ہدایت دے تو یہ آپ کے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے''۔

۱۱ ستمبر کے دن میں ٹیلی ویژن دیکھ رہی تھی اور اچانک تمام چینلوں نے ان مبارک کارروائیوں کی خبر نشر کرنا شروع کر دی۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ سب نے آپ کا نام لینا بھی شروع کر دیا اور سچ کہوں تو اگرچہ میں اس وقت کافرہ تھی لیکن مجھے متکبر امریکہ پر ہونے والے ان حملوں سے بہت خوشی محسوس ہوئی۔ یہاں میں آپ کو یہ بھی بتاؤں کہ کفار کی کتنی بڑی تعداد تھی جو اس دن ان حملوں کی وجہ سے خوش تھی اور امریکہ کے کبر کی وجہ سے چاہتی تھی کہ اس سے مزید بڑا حملہ بھی ان پر ہو جائے۔ جب میں نے اس دن پہلی مرتبہ آپ کی تصویر دیکھی تو میرے ذہن میں کئی باتیں بیک وقت گردش کرنے لگیں ایک آدمی جس کی بڑی داڑھی ہے، اس کے سر پر پگڑی ہے اور جس کا لباس عجیب و غریب ہے...... شاید اس نے ان لوگوں کا ایشو اٹھایا ہے جن کے پاس نہ پانی ہے نہ بجلی اور جو بہت بیک ورڈ ہیں اور جو کسی ایسے مذہب سے تعلق رکھتے ہیں جو ہندو مت یا بدھ مت جیسا ہے۔ مختصر یہ کہ مجھے بالکل یہ توقع نہیں تھی کہ مسلمان بھی ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے رب کی عبادت کرتے ہیں۔ اور بعد ازاں جب مجھے معلوم ہوا تو میرے لیے یہ بہت تعجب خیز تھا کہ اسلام کی جڑیں اسی دین سے جڑی ہوئی ہیں جس پر ابراہیم علیہ السلام تھے۔ بہر حال میں نے اس وقت خبریں دیکھنا جاری رکھا اور جب مجھے یہ پتا چلا کہ آپ ارب پتی ہیں اور آپ نے اپنا سب کچھ محض اپنے عقیدے کی وجہ سے چھوڑا ہے تو میں بہت حیران ہوئی اور میں نے اپنے آپ سے کہا کہ ان کے یہ سب کچھ کرنے کا ضرور کوئی بڑا گہرا سبب ہو گا اور اس کے بعد میں نے حقیقت جاننے کی کوشش شروع کی اور قدم بقدم آگے بڑھتی گئی۔

یقیناً اس دور میں معلومات کے حصول کا انٹرنیٹ سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ میں ایک صفحے میں داخل ہوئی مگر وہ اسلام مخالف صفحہ تھا اور وہاں میرا وہ پرانا گمان پکا ہو گیا کہ مسلمان بتوں کی پوجا کرتے ہیں، لہٰذا میں اسلام سے تھوڑی سی دور ہو گئی۔ لیکن اللہ کی حکمت کا تقاضا کچھ اور تھا اور یوں میں نے اسلام کے بارے میں مزید تحقیق شروع کی۔ مجھے ایک جرمن صوفی کی ویب سائٹ ملی جس نے اسلام قبول کیا تھا۔ پہلے تو مجھے بہت حیرانی ہوئی کہ کیا ایک جرمن بھی مسلمان ہو سکتا ہے! کیونکہ بصد افسوس ہماری تربیت اس طرح سے ہوئی تھی کہ ہمارا یہ خیال تھا

کہ اسلام صرف عربوں اور ترکوں کا دین ہے۔ پھر جتنا میں زیادہ پڑھتی گئی تو اسلام کی اصل تصویر سے پردے ہٹتے گئے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مجھ پہ واضح ہوا کہ اسلام، مسیحیت اور یہودیت ایک ہی نور سے نکلے ادیان ہیں۔

سب سے اہم چیز جس نے مجھے اسلام پر مضبوط کیا وہ توحید خالص اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ قوی تعلق ہے۔ یہ اللہ کے ساتھ قوی اور مکمل تعلق ہی تھا کہ جس نے میری زندگی دو مرتبہ تبدیل کی۔ پہلی مرتبہ تب جب میں کلیسا (گرجا) سے دور ہوئی۔ اور دوسری مرتبہ تب جب میں اللہ ہی کے سامنے مکمل طور پر اپنے آپ کو تفویض کرنے پر مجبور ہوئی۔ میرے دل کی گہری چاہت تھی کہ میں اللہ کی اطاعت کروں کیونکہ اس سے میں نے اپنے دل کے اندر اطمینان و سکون، خوش بختی اور سلامتی پائی اور میں جان گئی کہ اب وقت آگیا ہے کہ میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اعلان کر دوں۔ میرے دل نے اس کے سوا میرے لیے کوئی اختیار ہی نہیں چھوڑا تھا اور جو کچھ اس کے سوا تھا وہ میرے لیے ناممکن بن گیا کیونکہ میرے سامنے فقط اور فقط ایک ہی راستہ رہا اور وہ یہ کہ میں اسلام میں داخل ہو جاؤں۔

اسلام کی پاکیزگی اور محبت میرے دل کے اندر اس حد تک اتر گئی کہ میں نے دل کی گہرائیوں سے چاہا کہ میں اٹھوں اور اپنے ارد گرد موجود سب لوگوں تک یہ بات پہنچاؤں کہ میں مسلمان ہوگئی ہوں اور میں تم لوگوں کو بھی اسلام کی دعوت دیتی ہوں۔ مجھے قوی یقین تھا کہ جب میں اپنے خاندان کے سامنے اسلام کی حقیقی تصویر پیش کروں گی اور ان کے سامنے توحیدِ خالص رکھوں گی تو وہ فوراً سجدے میں گر جائیں گے۔ میں نے اپنے خاندان کو نئے سال کے پہلے دن یہ خوش خبری سنانے فیصلہ کیا کیونکہ عیسائی اس دن کو دینی لحاظ سے خوشی سے مناتے ہیں۔ لیکن میرا سارا گمان غلط ثابت ہوا اور وہ دن میرے لیے بہت بڑی مصیبت کا باعث بنا۔ انہوں نے میرے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ ہر طرف سے جیسے مجھ پر بمباری شروع ہوگئی۔ میں ان کے اس جارحانہ رویے، اسلام کے ساتھ اپنے نئے تعلق، علم اور تجربے کی کمی اور دعوت کے مضبوط دلائل اپنے پاس نہ ہونے کی وجہ سے ان کے سامنے سے کچھ پیچھے ہٹ گئی۔ میں بہت روئی اور بہت غمگین ہوئی اور بہت حیران بھی ہوئی کہ حق تو بہت واضح ہے لیکن ان کے انکار اور جہل نے انہیں اسلام کے نور کو قبول کرنے سے روک رکھا ہے۔ اور جس چیز سے میرے غم میں اضافہ ہوتا تھا وہ یہ کہ وہ اپنے غلط رستے پر ہی چلتے رہنے پر مصر تھے۔ میری مخالفت میں سب سے آگے وہ لوگ تھے جو اپنے آپ کو عیسائی یا مسلمان کہتے تھے۔ البتہ میرے جڑواں بھائی، جن میں سے ایک ملحد تھا اور دوسرا اپنے آپ کو عیسائی کہتا تھا؛ ان میں سے جو ملحد تھا وہ جب میرے اوپر دباؤ دیکھتا جس کے بوجھ کے تحت میں اس حد تک پس گئی تھی کہ خدانخواستہ میں دین سے پھر جاتی تو وہ مجھے نصیحت کرتے ہوئے کہتا، ”اپنا حجاب مت اتارو اور ڈٹی رہو اگر یہی تمہارا عقیدہ ہے“۔ یہ ایک ملحد شخص کی بات تھی جو اس وقت میرے لیے استاد بن گیا تھا۔ میرا دوسرا بھائی جو مسیحیت کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا، سوائے اس کے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی محبت اسے جنت میں لے جائے گی، وہ مجھ سے کہتا تھا، ”اگر یہی تمہارا عقیدہ ہے تو یہ صحیح ہے“۔ میرا پہلا شوہر، جس کے ساتھ میری نئی نئی شادی ہوئی تھی، وہ ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو علویوں اور مسلمانوں کا ملغوبہ تھا لیکن اسلام کے ساتھ اس کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس نے مجھ سے کہا، اگر تم شادی سے پہلے مسلمان ہوتی تو تمہارے لیے میرے ساتھ نکاح جائز نہ ہوتا۔ الحمدللہ میں نے اس معاملے میں بھی تحقیق کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے انٹرنیٹ پر ایک ویب سائٹ ملی۔ یہ لوگ قرآن و سنت کی پیروی کرنے والے تھے۔ وہاں ایک عالم نے مجھے بتایا کہ تمہارے لیے اس آدمی کے ساتھ رہنا جائز نہیں ہے اور پھر میں نے اللہ کی رضا کے لیے اسے چھوڑ دیا۔

میں تنہا رہنے سے بہت خائف تھی لیکن مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملے میں خیر ہی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اسلام کے بارے میں جاننے کے لیے میرے دل کے اندر روز بروز پیاس بڑھتی گئی یہاں تک کہ بعض مسلمان بھی مجھے نصیحت کرنے لگے کہ اسلام کے مطالعے میں اتنا مبالغہ مت کرو، پاگل ہو جاؤ گی۔ اس معاملے میں مجھے کسی نے سپورٹ نہیں کیا سوائے ایک خاندان کے، جس نے بعد ازاں میرے ساتھ ہجرت بھی کی۔ مجھے اس وقت بھی یقین تھا کہ اسلام میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے مجھے پریشانی ہو۔ ہاں ایک مرتبہ مجھے بہت بڑا دھچکا لگا جب میں نے ایک ویب سائٹ وزٹ کی اور میں نے دیکھا کہ اس کو چلانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کر رہے تھے۔ اسلام کے اندر مجھے جو سب سے اچھی چیز لگی تھی وہ یہی تھی کہ میں خالص اللہ کی عبادت کروں، لیکن یہاں ایک ایسی چیز نظر آئی جو بالکل الٹ تھی۔ پھر جب مجھے پتا چلا کہ یہ الاحباش نامی ایک گمراہ فرقہ ہے اور اسلام سے نکلا ہوا ہے تو مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی اور اللہ کا شکر ادا کیا (کہ حقیقی اسلام میں ایسا کوئی عقیدہ نہیں)۔ پتھر کی مانند ایک بوجھ تھا جو میرے دل سے ہٹ گیا اور میں نے سکون کے ساتھ سانس لینا شروع کیا، اس لیے کہ میرے لیے یہ انتہائی اہم بات تھی کہ میں اللہ کی عبادت بغیر کسی واسطے کے کروں اگر (توحید خالص کا یہ عقیدہ) نہ ہوتا تو پھر مسیحیت میں کیا مسئلہ تھا، میں عیسائی ہی رہتی۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ اسلام کے اندر فرقے بھی ہیں اور مجھے ان لوگوں سے احتیاط کرنی پڑے گی جنہوں نے دین کا جھنڈا اٹھایا ہوا ہو۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ہر شر سے دور کیا اور اہل سنت والجماعت کی طرف میری رہنمائی کی۔

جب میں اکیلی تھی تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہوتا اور میری دعائیں فوراً قبول ہو جاتیں اور یہ میرے لیے ایک بہت ہی خوبصورت دلیل تھی اس بات کی کہ میں حق پہ ہوں اور یہ کہ میں ثابت قدم رہوں۔ میری زندگی کی تصویر میں جو خلا تھے وہ پر ہوگئے۔ میری اس تحقیق کا سب سے اول محرک گیارہ ستمبر کے مبارک حملے تھے اور اسی وجہ سے اسی وقت ہی میں نے جہاد کے موضوع کو پڑھنا شروع کیا۔ یوں اللہ نے میرے لیے ایک نیا دروازہ کھولا اور یہ بحیثیت مسلمان میری زندگی کا انتہائی اہم دروازہ تھا۔ جہاد کے بارے میں جو پہلی بات میں سمجھی وہ یہ کہ یہ دفاع

کے لیے ہوتا ہے۔ پھر کچھ عرصہ بعد مجھے پتا چلا کہ جہاد کی مختلف اقسام بھی ہیں۔ میں نے سنا کہ جہاد ہر اس علاقے والوں پر فرض ہو جاتا ہے جس کے خلاف دشمنان دین لڑتے ہوں۔ پھر ایک مرحلہ آیا کہ جب میں نے پڑھا اور میں نے سنا کہ مسلمانوں پر دنیا بھر میں بہت مظالم ہو رہے ہیں۔ پھر میں نے اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے نفرت کا موضوع بھی پڑھا اور طاغوت کے انکار کا موضوع بھی۔ پھر مجھے ایک نئے احساس نے گھیرا کہ یہ سب کچھ جو مجھے پتا چلا، یہ ایمان مجھے تبھی مل سکتا ہے جب میں ایک اسلامی اجتماعیت کا حصہ بن جاؤں۔ اس کے بعد مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر اسلام کے چھ ارکان ہوتے تو چھٹا جہاد ہوتا۔

میں نے اس مسئلے پر بھی بہت غور وخوض کیا کہ ایک اسلامی حکومت کیسے قائم ہو سکتی ہے۔ ایسی حکومت جو صحیح اسلام پر عمل کرے۔ جب میں دیکھتی کہ مسلمانوں کی کثیر تعداد کے باوجود دنیا میں کہیں اسلامی حکومت نہیں ہے تو مجھے بہت غم ہوتا۔ میں نے سنا کہ ہر شخص کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اسلامی حکومت کے قیام میں حصہ ڈالے۔ مجھے بہت دکھ ہوتا کہ میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور میں کچھ نہیں کر سکتی۔ میں سوچتی کہ وہ کیا کچھ ہے جو میں اس سلسلے میں دعا کے علاوہ بھی کر سکوں۔ میرے دکھ میں اضافہ ہو جاتا جب میں دیکھتی کہ کفار اسلامی عقیدے کے خلاف قوانین، پروپیگنڈے اور تہمتوں سمیت کیا کیا ہتھیار استعمال کر رہے ہیں۔ میرے لیے بہت افسوس کی بات تھی کہ مسلمان اپنے دین میں انتہائی گری ہوئی سطح پر راضی ہیں جبکہ کفار اپنے باطل عقیدے کے ساتھ بہت مخلص ہیں۔ میں نے انٹرنیٹ پر ایک ایسی ویب سائٹ وزٹ کی جو اسلامی حکومت کے قیام کی بات تو کرتی لیکن وہ اسلام کو پرامن ذریعے سے قائم کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ میں اس وقت ہی سمجھ گئی کہ یہ ایک غیر عملی بات ہے۔ میرے خیال میں اسلامی حکومت قوت کے حصول اور استعمال کے بغیر کبھی قائم نہیں ہو سکتی نہ ہی کوئی آپ کو مفت میں اسلامی حکومت دے گا، بالخصوص تب جب آپ شریعت نافذ کرنا چاہیں۔ میری اس تحقیق کے دوران مجھ پر یہ بھی واضح ہوا کہ جہاد کی ایک قسم اسلام کے فروغ کے لیے ہے۔ مجھ پر واضح ہوا کہ ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اسلامی عدل انسانوں کے بیچ قائم کرنے کے لیے جو کوشش کریں وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقے پر ہو۔ اور یہ اس لیے ہو کہ اسلام ہر دور اور ہر قوم کے لیے ہے۔ دوسری طرف یہ حقیقت بھی میرے سامنے تھی کہ کوئی مسلمانوں کی عزت نہیں کرے گا مگر صرف اس وقت جب ان کے پاس قوت ہو اور کفار ان سے ڈرتے ہوں۔ عراق کے خلاف جنگ نے میرے اس عقیدے کو مزید قوی کیا۔ لیکن بعض علماء کے اقوال اور بعض مسلمانوں کی باتیں مجھے بہت تکلیف دیتی تھیں۔ ایک نومسلم کے طور پر میرے سامنے یہ مسئلہ بڑا واضح تھا کہ جب کفار مسلمانوں کی زمین پر حملہ کریں تو قریب اور پھر قریب رہنے والے مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ عراق کے قریب ترملک سعودیہ تھا۔ لیکن مجھے بہت پریشانی ہوتی تھی اور شدید غصہ مجھے آتا جب میں دیکھتی کہ وہاں کے علماء نا صرف جہاد کی تائید نہیں کرتے بلکہ اس کے برعکس مجاہدین کو برے القابات سے نوازتے ہیں اور نوجوانوں کو اس فرض سے روکتے ہیں۔ اس دوران مجھے بعض مسلمانوں نے ڈانٹا بھی کہ عربی زبان سے نابلد ایک نومسلم خاتون ہو کر، اور اسلام کے بہت سے احکامات سے ناواقفیت کے باوجود کیوں میں اتنے اہم مسائل بارے بات کرتی ہوں۔ کہا جاتا تھا کہ علماء زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ لیکن میں دیکھتی تھی کہ جو علماء جہاد سے روکتے تھے وہ کفار کی اتحادی حکومتوں کی تائید کرتے اور یہی علماء مجاہدین کی مخالفت بھی کرتے۔ جب ان میں سے بعض سے میں پوچھتی تو مجھے فوراً جواب ملتا کہ جاؤ! پہلے وضو کے فرائض کا علم حاصل کرو۔ یقیناً ہمیں دین کے سارے احکامات کو بقدر استطاعت سیکھنا چاہیے۔ لیکن اس قدر اہم مسئلہ کہ جس میں مسلمانوں کا خون بہتا ہو، اس میں کیسے خاموشی اختیار کی جا سکتی ہے؟ کیا صرف اس وجہ سے کہ یہ ان مجرم حکمرانوں کے مفاد میں نہیں جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں؟ اس موضوع نے مجھے فکری اور روحانی طور بہت اذیت دی۔ اللہ نے میرے لیے الحمدللہ آسانی پیدا کی اور ایسے مسلمانوں کے ساتھ میرا تعارف ہو گیا جن کا عقیدہ صحیح تھا اور یوں میرا دل صحیح عقیدے کے نور سے منور ہوا۔

میرے انتہائی محترم امیر صاحب!

یقین کیجیے کہ عالم انسانی (بالخصوص اہل مغرب کی بات کرتی ہوں) طلوع اسلام کے بعد اسلام کے بارے میں تلاش اور تحقیق کے حوالے سے کسی اور واقعے سے ایسے متحرک نہیں ہوا جس طرح کہ نائن الیون کے مبارک حملوں نے ان کو متحرک کیا ہے۔ کالج و یونی ورسٹی، کام کے اماکن، شاہراہوں اور راستوں میں، جرائد اور رسالوں میں اور ٹی وی چینلوں پہ ہر جگہ لوگ اسلام سے متعلق باتیں کرنے لگے ہیں۔ بعض لائبریریوں میں تو اسلام کے حوالے سے کتابیں تک رکھی گئی ہیں۔ مساجد ایسے کافر و غیر مسلم لوگوں سے بھر جاتی ہیں جو اسلام کو سمجھنے کے لیے مسلمانوں کو دیکھنے آتے ہیں۔ اسلام کا ذکر سب کی زبانوں پہ ہے۔ جرمنی میں اسلام میں داخل یا اسلام سے متعارف ہونے والوں میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو نائن الیون کے بعد اس طرف مائل ہوئے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ اس طرح آپ کو اللہ نے توفیق دی کہ آپ نے عالمی سطح پر اسلام کی دعوت صرف ایک عمل سے پھیلائی۔

بحیثیت مسلمان ہمارا فرض ہے کہ ہم اسلام کی دعوت لوگوں تک پہنچائیں۔ اب یہ لوگ اسلام قبول کریں یا نہیں، یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، مگر جہاد کے ذریعے دعوت افضل بھی ہے اور زیادہ مؤثر بھی کیونکہ یہ لوگوں پر اسلام کی حقیقت واضح کرتی ہے، بنسبت اس دوسرے طریقہ کے جسے بعض لوگوں نے اپنایا ہوا ہے۔ کتنے ایسے بھی ہیں جو اسلام تو لائے ہیں مگر وہ حقیقی اسلام اور جہاد کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں۔ ہمارے شیخ! ان لوگوں کو مت سنیے جن کا گمان ہے کہ ان حملوں نے اسلام کے حق میں برے نتائج برآمد کیے۔ ان حملوں نے اسلامی خلافت کے زوال کے بعد پہلی مرتبہ اہل صدق اور اہل کذب کی صفوں میں تمیز پیدا کر دی۔ ان شاءاللہ بہت سے لوگ ان کی وجہ سے اٹھیں گے اور ان کے سامنے امت کی حالت واضح ہو گی اور یہ بھی واضح

ہو گا کہ حل یہی جہاد ہے۔ میرے محترم امیر صاحب! یقین رکھیے کہ جہاد ہی دعوت کو پہنچانے کا سب سے تیز راستہ ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ لوگوں کو ایک مرتبہ پھر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچائیں تو ایک دفعہ پھر نائن الیون کی کاروائی کیجیے۔ اللہ آپ کو توفیق دے۔ جہاں تک آزمائشوں کا معاملہ ہے تو یہ دین کا ایک جزو ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمان کو اس کے دین پہ ثابت قدمی عطا کرے۔ لہٰذا یہ آزمائش ایک وقت تک ہوتی ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ پھر اسے دور فرما دیتا ہے۔

میرے لیے گھر کا انتظام اکیلے چلانا اور تنہا یہ ذمہ داری اٹھانا انتہائی مشکل تھا۔ اس امتحان میں اللہ نے میرے اوپر اپنی یہ حکمت واضح کر دی کہ گھریلو معاملات کے حوالے سے میاں بیوی کے بیچ ذمہ داریوں کی جو تقسیم ہے یہ بالکل مبنی بر عدل ہے۔ مرد گھر کے باہر خارجی معاملات کا ذمہ دار ہے اور خاندان کا بڑا ہے جب کہ بیوی داخلی معاملات کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کبھی اپنے اس بندے کو اکیلا نہیں چھوڑتا جو اس پر اعتماد کرتا ہے یا اس کے ساتھ جڑا رہتا ہے اور جیسا کہ تنگی کے ساتھ وسعت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری دو دعائیں، جو میں ہمیشہ مانگتی تھی، قبول کیں۔ پہلی یہ کہ اللہ مجھے نیک شوہر عطا کرے اور دوسری یہ کہ میں بون شہر منتقل ہو جاؤں۔ بفاریہ جیسے چھوٹے شہر میں زندگی مشکل ہوتی ہے، بالخصوص اس لیے کہ کوئی نہیں ملتا جو آپ کے ساتھ آپ کے دین پہ تعاون کرے۔ جب کہ بون اس لحاظ سے مشہور تھا کہ وہاں مسلمان موجود ہیں۔ تو اللہ نے میری دعا قبول کی اور مجھے بون شہر میں شوہر عطا کیا۔ جب ابو طلحہ نے میری طرف شادی کا پیغام بھیجا تو ہجرت اور جہاد کو اس شادی کی شروط رکھا اور میرے اوپر ان دونوں کی اہمیت واضح کر دی۔ میں سمجھ گئی کہ میرے اوپر واجب ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کے سامنے جھک جاؤں اور میں، جو کچھ میرے بس میں ہو، دین کی نصرت کے لیے خرچ کروں۔ اور یہی ہماری مبارک ازدواجی زندگی کی بنیاد کا اہم پتھر تھا۔ اور اللہ ہی کے لیے ساری تعریفیں ہیں۔ کچھ عرصہ بعد اللہ نے ہمیں بیٹا دیا اور دو گھنٹوں بعد ہی اللہ نے اسے واپس لے کر ہمارے اوپر آزمائش ڈالی، وانا للہ وانا الیہ راجعون۔ الحمدللہ اللہ نے ہمیں اب ایک اور بیٹا عطا کیا ہے اور ان شاء اللہ یہ بیٹا آپ کی طرح بنے گا اے میرے شیخ!

ارض جہاد کی طرف ہجرت نے تھوڑا سا زیادہ وقت لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے پاس نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے انداز سے کہ جس کی کبھی کوئی مثال نہ ہو، میرے اوپر یہ واضح کیا کہ جب اللہ کوئی ارادہ فرمائے تو 'کن' کہتا ہے اور وہ ہو جاتا ہے۔ اور میں عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث اپنی زندگی میں شاید اس قدر گہرائی سے کبھی نہ سمجھ پاتی جس طرح اس کے بعد میں نے اسے سمجھ لیا[1]۔ میرا یہاں (وزیرستان) پہنچنا درحقیقت اللہ کی طرف سے ایک معجزہ ہی تھا۔ میرے محترم امیر! میں چاہتی تھی کہ میں آپ کو افغانستان تک پہنچنے کی ان دو کوششوں کی روداد تفصیل سے لکھوں جو میں نے کی تھیں اور جن سے ایک اندھے کے سامنے بھی واضح ہو جاتا کہ اللہ ہی المدبر ذات ہے۔ لیکن اس وجہ سے تفصیل نہیں لکھتی کہ آپ کا وقت قیمتی ہے۔ میں اپنی طرف سے یہ تاکید کرتی ہوں اور سب کے سامنے یہ کہتی ہوں کہ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور اللہ باقاعدہ ہمیں محسوس کراتا ہے کہ اس کے وعدے حق ہیں۔ ہاں آزمائشیں میزان ہوتی ہیں، مومن کی سچائی، اس کے اخلاص، اس کے ثبات اور اس کے صبر کا۔ جب میں نے پہلی مرتبہ یہاں آنے کی کوشش کی تو میں تنہا تھی اور میرا بیٹا میرے پاس تھا۔ اس وقت میں نے سوچا کہ ہاجرہ اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی ہجرت کیسی تھی اور انہوں نے کیسا محسوس کیا ہو گا جب انہیں تنہا مکہ میں چھوڑا گیا، باوجود اس کے کہ انہیں یقین تھا کہ جب یہ اللہ کا امر ہے تو اللہ ان کو کبھی ضائع نہیں کریں گے۔ پہلی کوشش میں مشکلات اور اس کی ناکامی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ہمیں واضح معجزات دکھائے اور دشمن کی نظروں سے ہمیں بچایا۔

میں اللہ سے یہ دعا کرتی ہوں کہ اللہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو جنت الفردوس عطا فرمائے کہ آپ لوگوں نے ہمیں کفار کے علاقے سے نکلنے میں مدد کی اور ہمیں مجاہدین کی زمین پر آنے کا موقع عطا کیا تاکہ ہم کفار کے خلاف جہاد کریں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ مجھے اخلاص، صدق، صبر و ثبات دے اور میں آپ سے بھی یہ درخواست کرتی ہوں کہ آپ میرے خاندان کے لیے دعا کیجیے کہ اللہ انہیں ہدایت دے۔ یہ گزارش بھی آپ سے کرتی ہوں کہ میرے لیے، میرے شوہر اور میرے بیٹے کے لیے دعا کریں کہ اللہ ہمیں اپنے کلمے کی سربلندی کے لیے استعمال کرے اور ہمیں اپنے رستے میں شہادت عطا کرے۔ میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ جو کچھ آپ نے اسلام اور مسلمانوں کے لیے قربان کیا اور کر رہے ہیں، اللہ آپ کو اس کا اجر دے۔ اللہ آپ کی حفاظت کرے اور آپ کے خاندان کی بھی اور اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کی نصرت کے ذریعے آپ کے دلوں میں سرور پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قوت دے، صحت دے اور لمبی زندگی دے اور آپ کے لشکروں کو کفار کے خلاف قتال کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مبارک حملوں کے ذریعے امت مسلمہ کی ذلت دور فرمائے۔

(باقی صفحہ نمبر 20 پر)

[1] حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ سے فرمایا: ”اے لڑکے! کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھا دوں جن کے ذریعے اللہ تمہیں فائدہ دے“؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ”اللہ کی حفاظت کرو (یعنی اس کے احکام کی) اللہ تمہاری حفاظت کرے گا، اللہ کی حفاظت کرو تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے، تم اسے خوشحالی میں یاد رکھو وہ تمہیں تکلیف کے وقت یاد رکھے گا، جب مانگو تو بس اللہ سے مانگو، جب مدد چاہو تو اللہ سے چاہو اور جان رکھو! اگر ساری دنیا مل کر بھی تمہیں نفع پہنچانا چاہے تو تمہیں نفع نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر وہ سارے مل کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں تو تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے اور صحیفے خشک ہو چکے اور یاد رکھو! مصائب پر صبر کرنے میں بڑی خیر ہے کیونکہ مدد صبر کے ساتھ ہے، کشادگی تنگی کے ساتھ ہے اور آسانی سختی کے ساتھ ہے“۔ (مسند احمد)

یوم تفریق

# القاعدہ نے گیارہ ستمبر کے حملے کیوں کیے؟

از شیخ ابو بصیر ناصر الوحیشی شہید رحمۃ اللہ علیہ (اردو ترجمہ: عفّان غنی شہید رحمۃ اللہ علیہ)

شیخ ابو بصیر شیخ اسامہ بن لادن کے رازدان اور قریبی ساتھی تھے اور ۲۰۱۵ء میں تادمِ شہادت شیخ ایمن الظواہری کی امارت میں پوری دنیا میں تنظیم القاعدہ کے نائب امیر رہے۔ زیرِ نظر مضمون دراصل شیخ ابو بصیر کی ایک گفتگو ہے جو انہوں نے ساتھی مجاہدین کی ایک مجلس میں کی۔ اس گفتگو میں شیخ ابو بصیر گیارہ ستمبر کی کارروائیوں کے حملہ آور و شہیدی مجاہدوں، اس کارروائی کی تنفیذ کرانے والوں، القاعدہ سے منسلک مجاہدین کی عمومی سوچ و فکر اور امارتِ اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین خاص کر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کا ذکر کیا ہے۔ چونکہ یہ گفتگو مجاہد ساتھیوں کی محفل میں گپ شپ کے انداز میں کی گئی ہے اس لیے اس مضمون میں بعض مقامات پر شاید باہمی ربط پیدا کرنا مشکل ہو، بہر کیف بہت سے قیمتی تجربات اور نادر واقعات اس میں بیان ہوئے ہیں۔ (ادارہ)

ہمارے مذہبی دینی معاشروں میں برپا جہادی تحریکیں جاہلیت کا اور اس جاہلیت کے حاملین کا سامنا کر رہی تھیں، ان کا یہ ٹکراؤ اور معرکہ نہایت شدت اختیار کرتا جا رہا تھا کیونکہ جہادی تحریکیں مسلمان عوام کو یہ سمجھانے میں کامیاب نہ ہو پا رہی تھیں کہ دراصل اُن کے اہداف کیا ہیں اور اُن کے جہادی تحریک کو کھڑا کرنے کے پیچھے کیا مقاصد ہیں؟ جس کی وجہ سے ان کا منشور اور مقصد مسلمان عوام کی سمجھ سے بالاتر بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ جہادی تحریکوں کے مقاصد اُن کے لیے ناقابلِ فہم تھے۔

اس مرحلے پر اسلامی دنیا میں بہت سی جہادی تحریکیں موجود تھیں جو کہ امتِ مسلمہ کے مختلف علاقوں میں جہاد فی سبیل اللہ کی عبادت سرانجام دے رہی تھیں، وہ نہایت ہی اخلاص، شدت اور جذبے کے ساتھ مقامی طواغیت کے خلاف برسرِ پیکار تھیں، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کبھی مجاہدین کا پلڑا بھاری ہو جاتا اور کبھی نظام و طواغیت ان پر حاوی ہو جاتے۔ مجاہدین نہایت ہی شدید حالات میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ طواغیت اور نظام اکثر و بیشتر جہادی تحریکوں کو مختلف وسائل و طریقہ کار کے ذریعے سے گھیرنے میں کامیاب ہو جاتے جو ہماری اس گفتگو کا موضوع نہیں ہے، کہ کیسے انہوں نے اسلحہ حاصل کیا؟ انہوں نے امتِ مسلمہ کے دفاع میں لڑنے والوں کے گرد اپنا گھیرا کیسے تنگ کیا؟ کس طرح وہ عامۃ الناس کے اذہان کو اپنے قابو میں کر پائے؟ انہوں نے ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے معصوم لوگوں کے ذہنوں کو کیسے اپنے حق میں موڑ لیا؟ لیکن مختصر عرض یہ ہے کہ مجاہدین اور جہادی تحریکوں کے گرد گھیرا تنگ ہو چکا تھا، چنانچہ انہیں افغانستان کی صورت میں ایک بہترین ٹھکانہ میسر آیا جہاں اکٹھے ہونے کے بعد بھی دشمن کی جانب سے ان کا پیچھا نہ چھوڑا گیا بلکہ تمام عالمی و مقامی طواغیت اس کے درپے ہو گئے۔

ہماری جہادی قیادت نے اس صورتحال کا نہایت ہی درست انداز میں تجزیہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ کیا اسباب ہیں جن کی بابت جہادی تحریک کو اس مشکل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور اس مشکل سے نکلنے کا کیا حل ہے؟ اس موضوع پر گفت و شنید کے لیے کابل و قندھار میں مشائخ کی آپس میں بہت سی مجالس منعقد ہوئیں۔

شیخ اسامہ کی سوچ یہ تھی کہ جہادی تحریک کو ایک ایسے دشمن کا سامنا کرنا چاہیے جس کا کفر واضح ہو بجائے اس کے کہ اس دشمن کا کفر شدید ہو۔ لہٰذا اگر مرتدین اور مقامی طواغیت شدید اور گندے کافر ہیں تو عالمی صلیبی صہیونی اتحاد کا کفر نہایت واضح اور روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ یعنی آپ کے ساتھ دو افراد بھی یہود و نصاریٰ کے خلاف قتال کرنے پر اختلاف نہیں کریں گے لیکن اگر آپ مقامی طواغیت اور مرتد حکمرانوں کے خلاف اپنے ملک میں قتال شروع کر دیں گے تو آپ کے اپنے لوگ ہی آپ کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ دینی اور جہادی جماعتیں بھی اس ہدف پر آپ کے ساتھ متفق نہیں ہو پاتیں، جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان جہادی و دینی جماعتوں کی اپنی ترجیحات ہوتی ہیں مثلاً وہ آپ سے کہیں گے کہ ہم مقامی حکمرانوں کے خلاف فی الحال قتال شروع نہیں کر سکتے، وغیرہ وغیرہ......

ایسے افکار کے حاملین کا یہ بھی کہنا تھا کہ...... حق کو واضح کرنے کے بعد ہی آپ کو مقامی طواغیت کے خلاف قتال شروع کرنا چاہیے کیونکہ بعد میں قتال کے زور و شور میں حق کو واضح کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ مثال کے طور پر آپ نے سعودی شاہی خاندان کے خلاف جہاد کا علم بلند کیا تو سب سے پہلے آپ کے خلاف کون کھڑا ہو گا؟ بہت سی دینی تحریکیں! کیوں؟ کیونکہ وہ اس معاملہ میں آپ کے ساتھ ہم آہنگ نہیں، وہ کہیں گی کہ ہمارے پاس استطاعت نہیں ہے، ہمارے لیے فی الحال ممکن نہیں ہے، تمہاری وجہ سے ہم بھی مشاکل و مسائل کا شکار ہو جائیں گے، تم ہمیں بھی جیل کی سلاخوں کے پیچھے بند کرواؤ گے۔ ان کے ساتھ مقابلہ اور لڑائی میں جلدی نہ کرو، وقت کا انتظار کرو، یہ وقت نہیں ہے، یعنی اس قسم کی گفتگو کرتے ہیں اور اس قسم کی توجیہات پیش کرتے ہیں۔

اسی لیے شیخ اسامہ کا کہنا تھا کہ ”ہم اپنے دشمنوں میں سے واضح دشمن کی جانب رخ کریں گے جو کہ امریکہ ہے۔ اس پر تمام لوگ متفق بھی ہیں کہ یہ ہمارا دشمن ہے، اسلام کا دشمن ہے۔ لہٰذا ہم لوگوں کو فتنے میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہی ہم انہیں کسی شش و پنج میں رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ اس لیے کیونکہ آپ کے ساتھ ہر مسلمان امریکہ کے کفر اور اس کے خلاف قتال کے لیے موافق ہے۔ لہٰذا یہ تو فائدہ ہمیں ضرور مل جائے گا کہ اسلامی تحریکیں خود بخود اس واضح کفر کے خلاف آپ کی ہم نوا ہو جائیں گی“۔

چنانچہ ایسے افکار و خیالات کے گرد افغانستان میں موجود جہادی تحریک کے مابین بہت سے مذاکرے اور بحث مباحثے ہوئے۔ لہٰذا وہاں موجود اکثر و بیشتر جماعتیں اس منہج کے حوالے سے مکمل طور پر متفق اور قائل تھیں۔ وہ اس امر پر شیخ اسامہ کے ساتھ متفق تھے کہ ہم یہودیوں اور صلیبیوں کے خلاف ایک اسلامی جہادی محاذ قائم کریں گے۔ بعض جماعتوں نے اس سے اختلاف بھی کیا مثلاً لیبیا کی ایک جہادی جماعت نے یا مصر کی جماعت الاسلامیہ نے پہلے موافقت ظاہر کی لیکن بعد میں اس نے اپنے موقف بلکہ نفسِ جہاد ہی سے رجوع کر لیا، اسی طرح مراکش کی ایک جہادی تنظیم نے بھی اس موضوع سے اختلاف کیا لیکن اکثر جہادی جماعتیں اور افراد شیخ اسامہ کے ہم نوا تھے کہ یہودیوں اور امریکیوں کے خلاف قتال ہونا چاہیے۔

یہ اتفاق اور موافقت ۱۹۹۸ء میں ہوئی چنانچہ شیخ نے ۱۹۹۸ء ہی میں خوست کے مقام پر ایک پریس کانفرنس بلوا کر ''عالمی محاذ برائے قتالِ یہود و امریکہ'' کا اعلان فرمایا۔

یہ وہ وقت تھا جب افریقہ میں بالعموم امریکہ کو ضرب لگانے کی تیاری اپنے آخری مراحل میں داخل ہو چکی تھی۔ اس لیے شیخ کی یہ بھرپور کوشش تھی کہ زیادہ سے زیادہ اجتماعات اور مجالس کا انعقاد کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد کو اس منہج اور سوچ و فکر پر اکٹھا کیا جا سکے، ان سے بحث مباحثے کا باب کھولا جائے اور ایک نتیجے و موقف پر اکٹھا ہوا جائے، اس سے قبل کہ حالات تنگ ہو جائیں اور امریکہ کی جانب سے مزید دباؤ میں اضافہ ہو۔ یوں ایک ماہ کے عرصہ ہی میں کینیا اور تنزانیہ کے امریکی سفارت خانوں پر کارروائیاں ہو گئیں۔ ان کارروائیوں کے بعد بعض جہادی جماعتوں نے شیخ سے اختلاف کیا کہ ہم امریکہ کو مارنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور اس طرح تو آپ تمام افغانستان اور جہادی نظام کے لیے مشکلات کھڑی کر دیں گے۔ لیکن شیخ نے نہایت نرمی سے ان کے ساتھ بحث کی اور انہیں سمجھایا کہ 'کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم پہلے ایک ایجنٹ کے پیچھے پڑیں، پھر اسے ختم کر کے دوسرے کے پیچھے جائیں، پھر تیسرے اور پھر آخر میں ایجنٹوں کے باپ امریکہ کو ہدف بنائیں؟ کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم ایک ہی بار ایجنٹوں کے باپ اور سرغنہ کے خلاف محاذ کھولیں اور اسے آنِ واحد میں متحد ہو کر نشانہ بنائیں تاکہ اس کا زبردست طریقے سے اختتام ہو سکے'۔

ان کارروائیوں کے بعد صلیبیوں کے خلاف کارروئیوں کی منصوبہ بندی میں تیزی آ گئی، اور بہت بڑی تعداد میں لوگ اس منہج اور سوچ کے ساتھ موافق ہوتے ہوئے مختلف جماعتوں سے شیخ اسامہ کے پاس آ کر اکٹھا ہونا شروع ہو گئے۔ اس عرصہ میں امریکہ کو زمین سے نشانہ بنایا جا چکا تھا، سمندر میں اس پر حملے کی کوششیں بھی زیرِ غور تھیں مگر فضا سے حملہ کرنا کسی کے ذہن میں نہ تھا اور نہ ہی جہازوں کو استعمال کرنے کی سوچ و فکر موجود تھی۔

ایک صاحب تھے جن کا نام محمد البطوطی تھا، یہ صاحب مصر سے تعلق رکھتے تھے اور البطوطی پائلٹ کے نام سے معروف تھے۔ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں کہ یہ پائلٹ کون تھے مگر انہوں نے ایک جہاز جس میں مصری و اسرائیلی افسران سوار تھے، تو انہوں نے ان سمیت اپنے جہاز کو سمندر میں ڈبو ڈالا اور سب کے سب افسران جہنم واصل ہو گئے۔ جب یہ واقعہ پیش آیا تو شیخ اسامہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جہاز کو کسی عمارت میں لے جا کر کیوں نہیں مارا۔ چنانچہ اس کے بعد سے یہ سوچ و فکر پنپنا شروع ہوئی اور اس سوچ کو دوام ملنا شروع ہوا کہ جہاز اُن عمارتوں کے ساتھ ٹکرائے جائیں جو ہمارا ہدف ہیں۔ غرض یہ بنیادی سوچ و فکر تھی۔

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ جب روس افغانستان میں لڑ رہا تھا اور اسے مجاہدین کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانی پڑی یہاں تک کہ وہ خوار اور تباہ و برباد ہو کر افغانستان سے نکلا...وہ زوال پذیر ہوا۔ اس عرصہ میں بھی مجاہدین کے مابین یہ سوچ و فکر عام موجود تھی کہ امریکیوں کو بھی نشانہ بنایا جائے۔ شیخ عبد اللہ عزام رحمہ اللہ مجاہدین کے مابین اس جدید فکر کو عام کرتے، اور آپ کے آخری خطبوں میں سے کسی ایک خطبہ میں یہ بات ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر اللہ مجھے زندہ رکھیں تو میں آپ لوگوں کو بم بنا کر امریکیوں پر برساؤں گا''۔ غرض شیخ عبد اللہ عزام مغرب اور اس کی افواج کے خلاف شدید رائے رکھتے تھے۔

خالد شیخ محمد فک اللہ اسرہ، مجاہدین کے بڑے بزرگوں اور رہنماؤں میں سے تھے اور اس دور میں اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے تھے، جن کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ نے امریکیوں کو کاری ضرب پہنچانے کا عظیم کام لیا۔ اسی طرح رمزی فک اللہ اسرہ، یعنی رمزی یوسف جو کہ خالد شیخ محمد کے بھانجے تھے۔ یہ عظیم بطل اور اللہ کے اولیاء میں سے ایک ولی جنہیں جیل کی آزمائش سے گزرنا پڑا اور وہ اس عظیم فتح اور کامیابی یعنی گیارہ ستمبر کے حملوں کی خوشی کا ذائقہ نہ چکھ سکے......اللہ انہیں رہائی دیں، آمین۔

اسی طرح 'ازمرے' جن کے بارے میں شیخ اسامہ رحمہ اللہ کا کہنا تھا کہ: ''میں اس سے بڑھ کر کسی کو شجاع نہیں پاتا، اس شخص کے تو دل میں خوف نام کی کوئی شے موجود ہی نہیں ہے''۔

یہ حضرات اپنی ایک کارروائی کی کوشش میں مگن تھے جس میں ان کا ہدف امریکی صدر بل کلنٹن کی متوقع طور پر عیسائی پوپ کی فلپائن کے دورے کے موقع پر ملاقات کے دوران حملہ تھا......اس مقصد کے لیے بارود کی تیاری اور بارودی سرنگیں بنانے میں مشغول تھے۔ 'ازمرے' مائن بنا رہے تھے کہ اچانک کچھ خرابی پیش آئی اور بہت کثیف دھواں نکلنا شروع ہو گیا اور دھواں اس اپارٹمنٹ سے باہر آنے لگا جہاں وہ رہائش پذیر تھے۔ ساتھیوں نے صورتحال پر قابو پانے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ملی تو وہ فرار ہو گئے۔ جب فائر بریگیڈ وہاں پہنچا تو اس کا گمان تھا کہ اندر کوئی جلا ہوا شخص ہو گا لیکن اندر جب کسی کو نہ پایا تو انہیں اصل منصوبہ

کی خبر ہو گئی۔ لیکن تمام ساتھی فرار ہو چکے تھے۔ ازمرے ایک قبرستان میں جا کر بیٹھ گئے جبکہ رمزی و خالد شیخ بھی فرار ہو گئے۔

اس کے بعد ازمرے فلپائن سے نکلنے کی کوشش میں تھے تو ایئر پورٹ کے باہر شک کی بنیاد پر حکام نے انہیں گرفتار کر لیا اور انہیں جیل میں بند کر دیا۔ اس بھائی کو اللہ نے بہت ذہانت سے نوازا تھا، وہ بہت ذہین اور شجاع تھے۔ انہوں نے ہر چیز کی تربیت حاصل کر رکھی تھی یہاں تک کہ مجاہدین کے پاس آنے سے قبل وہ ایک جزیرہ پر گئے تاکہ حیوانات اور مگرمچھوں کے ساتھ جنگ کرنے کا فن سیکھ سکیں۔ انہیں جہاز سے پھینکا جاتا تھا عین جنگل کے مابین جہاں وہ ان وحشی جانوروں سے لڑائی کرتے تھے۔ انہیں جسمانی تربیت بہت مرغوب تھی اور اس کا جنون تھا، اسی طرح وہ نہایت مہم پسند (Adventurous) اور چیلنج قبول کرنے والے تھے۔ ازمرے جیل میں اس قابل ہوئے کہ وہ جیلر پر قابو پا لیں چنانچہ انہوں نے اس پر قابو پایا اور اسلحہ لے کر جیل سے فرار ہو گئے۔ پھر پشاور میں اپنے ساتھیوں سے رابطہ کیا کہ میں فلاں جگہ پھنسا ہوا ہوں مجھے پاسپورٹ ایک مقام پر بھیجو اور جب تم پہنچو گے تو میں تم سے دوبارہ رابطہ کروں گا اور اپنی خاص جگہ تمہیں بتاؤں گا۔ ہمارے ساتھی ان کے پیچھے پاسپورٹ کے ہمراہ فلپائن پہنچے اور اللہ کے حکم سے وہ ازمرے سے ملے اور دوسری مرتبہ وہ ایئر پورٹ سے نکلنے میں کامیاب ہوئے اور سفر کر کے ساتھیوں کے پاس آ پہنچے، الحمد للہ۔

رمزی یوسف نے ایک مرتبہ فلپائن میں ایک غیر ملکی جہاز میں مائن رکھی، وہ مائن پھٹی مگر جہاز تباہ نہ ہو سکا کیونکہ جس سیٹ کے نیچے انہوں نے مائن رکھی تھی وہاں ایک بجلی کا پوائنٹ تھا، جب مائن پھٹی تو وہ مقام تو تباہ ہوا مگر اس نے پورے جہاز کو نقصان نہ پہنچایا۔ یہ مائن رمزی نے خود رکھی تھی اور وہ یہ مائن رکھ کر خود اس قابل ہو سکے کہ راستے میں ایک ایئر پورٹ پر جب جہاز رکا تو وہ خود اتر گئے اور پیچھے مائن پھٹی، جس میں ٹائمر نصب تھا۔

خالد شیخ محمد فک اللہ اسرہ کویت میں رہتے تھے اور وہ اخوان المسلمین کے ساتھ تھے۔ انہوں نے نوجوانی میں ایک مرتبہ ایک تھیٹر ڈرامہ کیا جس میں انہوں نے ایک ایسے نوجوان کا کردار ادا کیا جو اکثر یہ پوچھتا تھا کہ امریکی جہاز کیسے گرایا جاتا ہے۔ وہ اس وقت ایک کم عمر نوجوان تھے۔ یہ ڈرامہ موجود ہے میں نے اسے نیٹ پر تلاش کروانے کی کوشش کی مگر مجھے نہیں مل سکا، ایک بھائی کے ذمہ میں نے لگایا ہے کہ اگر وہ ڈرامہ مل سکے، شاید اس کا نام معلوم نہیں اگر نام معلوم ہو جائے تو شاید مل سکے، واللہ اعلم۔ الغرض خالد شیخ ہی تھے جنہوں نے اس ڈرامہ کو تحریر کیا تھا، یعنی وہ چھوٹی عمر ہی سے اس بارے میں سوچ بچار کرتے تھے، اللہ انہیں رہائی دیں۔ بعد میں انہوں نے ایک مرتبہ ۱۲ امریکی جہازوں کو ایک ساتھ ہی فضا میں تباہ کرنے کے منصوبہ کے بارے میں منصوبہ بندی شروع کی۔ آپ کا مجموعہ مغربی ممالک میں کام کرنے والا ابتدائی مجموعہ تھا۔

شیخ اسامہ کی خالد شیخ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے خالد کے سامنے اپنی عمارتوں کو نشانہ بنانے کا منصوبہ پیش کیا جبکہ خالد نے اپنا منصوبہ یعنی ہوا میں تباہ کرنے کا پیش کیا، چنانچہ یہ دونوں افکار اور منصوبہ اکٹھے ہوئے اور منصوبہ اور بہتر ہوا۔ چنانچہ اب ایسے ساتھیوں پر غور شروع ہوا جن کے پاس بیرونی پاسپورٹ تھے یا جو امریکہ کا سفر کر سکتے تھے۔ ان میں ایک ساتھی شیخ عبد الرحمان تھے۔ ابتدائی افراد میں ایک بھائی ربیعہ جن کا نام نواف حازمی رحمہ اللہ تھا اور خالد المحضار بھی شامل تھے جنہیں امریکہ بھجوایا گیا تاکہ وہ جہاز اڑانے کی تربیت حاصل کریں۔ انہیں اس مقصد کے لیے شیخ اسامہ نے بھجوایا تھا جبکہ وہ اپنے اصل اہداف سے بالکل بے خبر تھے۔ یہ جب اپنی تربیت مکمل کر کے آئے تو ان کے ہمراہ بھائی مروان الشحی بھی تھے جو کہ متحدہ عرب امارات سے تعلق رکھتے تھے اور پائلٹ تھے۔ یہ قندھار آئے اور جرمنی میں موجود اپنے ساتھیوں کے بارے میں بتایا اور اجازت طلب کی کہ میں جرمنی جاؤں۔ لیکن شیخ نے انہیں کہا کہ وہ ان کے ہمراہ دو ہفتے رہیں۔ اسی دوران محمد عطاء، زیاد الجراح اور رمزی بن الشیبہ تین ساتھی بھی آ گئے۔ غرض یہ چار ساتھی تھے بشمول مروان الشحی کے۔ اب شیخ اسامہ نے مروان الشحی سے کہا کہ وہ جائیں اور جرمنی میں اپنے ساتھیوں سے رابطہ بحال کریں۔

شیخ اسامہؒ ان نوجوانوں سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے۔ اور انہوں نے ان بھائیوں کا بہت عرق ریزی سے چناؤ کیا تھا۔ شیخ ان پر بہت قریبی نظر رکھتے اور ہر ساتھی کی ذاتی طور پر سرپرستی و رہنمائی فرماتے اور اگر وہ دور ہوتے تو اکثر ان ساتھیوں کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے۔ بالخصوص وہ مجموعہ جس کے خالد امیر تھے اور جس میں معتز، عکرمہ، جہاد، جلبیب اور مہند الشہری شامل تھے جبکہ دوسرا مجموعہ جو ہمارے ساتھ موجود تھا یعنی وائل، ولید، ابو ہاشم اور احنف۔ ان دونوں مجموعوں کے بارے میں شیخ بہت زیادہ فکر مند رہتے اور ان کے لیے زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔

جہاں تک بھائی محمد عطاء، طارق اور رمزی کا تعلق ہے تو انہیں شیخ نے امر کیا کہ وہ امریکہ چلے جائیں۔ یہ بات محمد عطاء کے نفس پر بہت بھاری گزری کیونکہ وہ امریکہ اور مغرب کی طرزِ زندگی سے بیزار تھے اور انہیں دوبارہ جانا قطعاً ناپسند تھا۔

رمزی اور طارق امریکہ چلے گئے مگر جب محمد عطاء کی باری آئی اور انہیں کہا گیا کہ اللہ پر توکل کریں اور نکلیں۔ ہم نے انہیں رخصت کیا تو وہ رونا شروع ہو گئے، بہت شدید روئے اور کہنے لگے کہ میں جانا نہیں چاہتا، میں اسی مبارک سرزمین پر رہنا چاہتا ہوں۔ لیکن شیخ نے انہیں تسلی دی کہ "اے محمد! آپ کا وہاں کام زیادہ افضل ہے"۔

محمد عطاء ایک صالح نوجوان تھے جو مغرب سے شدید نفرت رکھتے تھے، اس کے طرز حیات سے نفرت کرتے تھے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ مغرب کے لوگ خنزیر کھاتے ہیں اور دیگر ایسے حرام کاموں کے مرتکب ہوتے ہیں، نعوذ باللہ۔

انہوں نے ہمیں سلام کیا اور پاکستان چلے گئے۔ پاکستان میں ایک ٹیکسی کے ذریعے سے منتقلی کے دوران ان کا پاسپورٹ گم ہو گیا کیونکہ انہیں لے جانے والے خالد شیخ گاڑی میں ایک لفافہ بھول گئے جس میں ان کا پاسپورٹ تھا۔ جب وہ اترے تو محمد عطاء سے خالد شیخ نے کہا کہ میرا لفافہ گاڑی میں رہ گیا ہے اور اسی میں تمہارا پاسپورٹ تھا تو محمد نے خوشی سے کہا اللہ اکبر! خالد شیخ نے دیکھا تو حیران ہو کر کہا کیا تم دیوانے ہو؟ محمد نے کہا اب تو میں واپس افغانستان جاؤں گا۔

خالد شیخ نے مختلف اخباروں میں گمشدہ پاسپورٹ کا اشتہار دیا اور انعام کا اعلان بھی کیا۔ الحمد للہ پاسپورٹ مل گیا اور محمد عطاء امریکہ روانہ ہو گئے۔

حملہ آوروں میں سے بعض بھائی بلادِ حرمین جاتے، جہاں سے امریکی ویزہ حاصل کر کے وہ امریکہ روانہ ہوتے اور اسی رستہ سے واپسی بھی کرتے۔ اسی عرصہ میں میڈیا پر طالبان کے بارے میں گفتگو بڑھ گئی اور ان پر آہستہ آہستہ شیخ اسامہ سے متعلق دباؤ بڑھایا جانے لگا اور کہا گیا کہ طالبان عالمی نظام حکومت سے خارج ہو کر کام کر رہے ہیں۔ اسی عرصہ میں شیخ اسامہ ذرائع ابلاغ کے ساتھ بھی رابطہ میں رہا کرتے تھے۔

انہی دنوں ساتھیوں کے مابین یہ گفتگو جاری رہتی تھی کہ کیا طالبان امریکہ کے خلاف کارروائی کرنے کے بعد دباؤ برداشت کر پائیں گے یا نہیں۔ اور کیا امریکہ کے جوابی حملہ کو سہہ سکیں گے؟ مجھے یاد ہے میں نے شیخ اسامہ سے سوال کیا تھا کہ افغانستان میں جنگ کتنے سال جاری رہے گی، دو سال، تین یا کتنا عرصہ؟ تو شیخ کا جواب تھا کہ نہیں! شاید یہ جنگ دہائی یا دو دہائیوں تک جاری رہے کیونکہ استعماری ریاستوں کی زندگی یا مدت سالوں میں شمار نہیں کی جاسکتی، یہ تو دہائیوں پر مبنی سلسلہ ہے۔ لیکن کم سے کم ہمارے لیے یہ امر اہم ہے کہ ہم ۱۵ سال تک امریکہ کے خلاف جنگ جاری رکھنے کی کوشش کریں اور اگر اس میں ہم کامیاب رہے تو یہ ریاست اور استعمار اپنے ہی بوجھ تلے سکڑتے سکڑتے ختم ہونا شروع ہو جائے گی۔ شیخ جانتے تھے کہ امریکہ کارروائی کی صورت میں ضرور بالضرور جواب دے گا اور ہمارے خلاف اعلانِ جنگ کرے گا۔ لیکن اسی کے بعد ہی یہ استبدادی ریاست اقتصادی و عسکری طور پر سکڑنا شروع ہو گی۔

ہمارا ذرائع ابلاغ کا شعبہ اسی عرصہ میں ''واقع الامۃ'' یعنی ''امت کے حالات'' نامی فلم پر کام کر رہا تھا، اس فلم کی تیاری کے لیے شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے اور اس فلم کے چھوٹے چھوٹے معاملات پر بھی شیخ کی نظر تھی۔

طالبان کے حوالے سے بات کرتے ہیں، ہم نے طالبان کے ساتھ امریکہ کے خلاف کارروائی کرنے کے حوالے سے کیسے بات کی، مجھے یاد ہے کہ طالبان کا وفد جس میں محمد حسن[۱]، معتصم آغا، عبد الحلیم، سعید آغا اور دیگر افراد شیخ اسامہ اور ان کے ساتھیوں سے قندھار ایئرپورٹ کے قریب ایک مقام پر ملنے آئے تو شیخ اسامہ نے ان کا استقبال کیا اور ان کا اکرام کیا۔ مجھے اس مجلس کے شرکاء میں سے جو افراد یاد ہیں ان میں شیخ ابو الخیر رحمہ اللہ، شیخ ابو حفص رحمہ اللہ، شیخ ایمن الظواہری، شیخ مصطفیٰ ابو الیزید، شیخ عبد الرحمان مہیمن وغیرہ شامل تھے۔ شیخ اسامہ نے ان سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ''اے افغان قوم کے حضرات! تاریخ یقیناً آپ لوگوں کے بارے میں لکھے گی۔ پہلی بات یہ کہ آپ نے عربوں کی امریکیوں سے حفاظت کی، یہ تو آپ کے ہی شایانِ شان ہے، جبکہ دوسری بات یہ کہ کیا آپ عربوں سے امریکیوں کو بچائیں گے؟ یہ بات آپ پر قرض ہو گی''۔ شیخ اسامہ کی یہ بات سن کر ملا حسن جو کہ حکومتی وزیر تھے نے فوراً جواب میں کہا کہ ''نہیں نہیں اے شیخ! ایسا بالکل نہیں، ہم بالکل آپ لوگوں کے ساتھ ہیں''۔

اس گفتگو کے بعد شیخ اسامہ نے ہمیں امر کیا کہ ایک فائل تیار کریں جس میں فلسطین کی تصاویر ہوں، یہود کی جانب سے مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کی تصاویر ہوں، خواتین پر تشدد کی تصاویر ہوں۔ یہ فائل تیار ہوئی تو شیخ نے یہ فائل محمد آغا کے ذریعے سے بھجوائی کہ یہ فائل امیر المومنین کو دکھائیں اس میں چند تصاویر ہیں۔ محمد آغا نے کہا کہ ''یہ تو بالکل ناممکن ہے کہ امیر المومنین تصاویر دیکھیں وہ تصویریں نہیں دیکھتے''۔ شیخ اسامہ نے ان سے کہا کہ ''نہیں! یہ نہایت ضروری ہے اور لازمی ہے کہ وہ یہ تصاویر دیکھیں، بسا اوقات ڈاکٹر بھی پوشیدہ مقامات کے علاج کی خاطر انہیں دیکھ سکتا ہے، امیر المومنین ہمارے اور پوری امت کے طبیب ہیں آپ انہیں یہ فائل ضرور دکھائیں''۔

محمد آغا امیر المؤمنین ملا عمر کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ میرے پاس ایک فائل ہے جو عرب مجاہدین نے دی ہے اور وہ آپ کو دکھانا چاہتے ہیں اور وہ فائل انہیں دی، امیر المومنین نے جب وہ تصاویر دیکھیں تو نہایت شدید غضب ناک ہوئے اور فوراً فائل بند کی اور محمد آغا سے کہا کہ شیخ اسامہ کو فوراً بلواؤ، مجھے ان سے ضروری کام ہے۔

شیخ اسامہ یہ پیغام ملتے ہی فوراً امیر المومنین کے پاس حاضر ہوئے۔ ہمارے ہمراہ زبیر الحائلی فک اللہ اسرہ بھی تھے۔ ہم دو یا تین گاڑیوں میں سوار ہو کر امیر المومنین کے گھر پہنچے۔ ان کے گھر پر شیخ محمد مجید محمدی رحمہ اللہ موجود تھے جو کہ طالبان کے بڑے عالم تھے اور روس کے خلاف قتال میں شریک رہے تھے۔ وہ امیر المومنین کے گھر کے باہر کھڑے تھے۔ شیخ اسامہ نے امیر المومنین کے گھر پہنچتے ہی جب انہیں دیکھا تو فوراً گاڑی سے اترے اور انہیں سلام کیا اور کہا ''شیخ محمد! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا ''میں آپ کو کیسے بھول سکتا ہوں ہمارے اور آپ کے مابین تو ایک ایسی تاریخ ہے جسے بھلایا نہیں جا سکتا''۔ شیخ اسامہ نے ان کی صحت کے بارے میں حال احوال دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ''الحمد للہ... اب عمر زیادہ ہو چکی ہے اور ضعیف ہو گیا ہوں''۔

---

[۱] حالاً افغانستان کے وزیر اعظم 'ملا محمد حسن اخوند'۔

یہ گفتگو جاری تھی کہ اچانک امیر المومنین گھر سے باہر ننگے پاؤں ہی تشریف لے آئے، میرے ساتھ زبیر تھے جو انہیں نہیں جانتے تھے۔ میں نے جب اسے بتایا کہ یہ امیر المومنین ہیں تو زبیر اس سادگی پر اتنا متعجب ہوا کہ شاید اس نے میری بات پر یقین ہی نہ کیا ہو۔

امیر المومنین شیخ اسامہ کے پاس آئے، انہیں سلام کیا اور فوراً انہیں لے کر مسجد چلے گئے جہاں ان کی نشست ہوئی۔ ان کے ہمراہ جو افراد مجھے یاد ہیں شیخ ابو الخیر، شیخ ایمن الظواہری اور شیخ ابو حفص بھی اس مجلس میں شریک تھے۔ ملا عمر نے ان سے کہا کہ "اے شیخ اسامہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کسی بھی علاقے میں کسی بھی مقام پر یہودیوں کے خلاف کارروائی کریں اور انہیں سبق سکھائیں۔ شیخ اسامہ نے یہ بات سنتے ہی کہا کہ "اے امیر المومنین ہم سنتے ہیں اور اطاعت کرتے ہیں، ان شاء اللہ سورج غروب نہیں ہو گا اور ہم یہودیوں کے خلاف کارروائی کی منصوبہ بندی شروع کر چکے ہوں گے"۔

جب اس گفتگو کے بعد شیخ اسامہ نکلے تو نہایت ہی پر سکون اور مطمئن تھے اور ان کے چہرے پر ایک دھیمی سی مسکراہٹ تھی۔ میں یہ دیکھ کر بہت متعجب ہوا کیونکہ مجھے ان کی ملا عمر کے ساتھ ہونے والی گفتگو کا اندازہ نہیں تھا۔

پھر شیخ اسامہ بن لادن نے ہمیں بتایا کہ: امیر المومنین نے کارروائی کی اجازت دے دی ہے۔ چنانچہ اگلے ہی دن سے اس کام پر پیش رفت شروع ہو گئی اور کارروائیوں کی منصوبہ بندی شروع ہوئی، ان میں سے بعض کارروائیاں کامیاب ہو سکیں جبکہ بعض مکمل نہ ہو سکیں۔

انہی دنوں سعودی عرب سے ترکی بن فیصل اور عبد المحسن الترکی افغانستان آئے، ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ طالبان سے گفت و شنید کر کے شیخ اسامہ کو افغانستان سے نکال کر واپس اپنے ملک لے جا سکیں۔ انہوں نے طالبان کو قائل کرنے کی کوشش کی، اس مقصد کے لیے انہوں نے ملا وکیل احمد متوکل کو خطوط لکھے اور انہیں یہ پیغام بھیجے کہ اسامہ ہمارے حوالے کر دیں ورنہ وہ آپ لوگوں کے لیے مشکلات کھڑی کر دے گا، وہ اس بارے میں کبھی نرمی سے اور کبھی سختی سے دباؤ مختلف اطراف سے بڑھانے کی کوشش کرتے۔

گیارہ ستمبر کی کارروائیوں کے حملہ آور بھائیوں کی بعض خصوصی صفات تھیں، وہ دیگر نوجوانوں سے بہت ممتاز تھے، وہ ساتھیوں کو ہمیشہ خوش رکھتے تھے اور خود بھی خوش رہتے تھے (جو کہ مومنین کی صفات میں سے ہے)۔ ان بھائیوں کے ساتھ بات کرنے میں آپ کو کسی قسم کی مشکل یا رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ آپ اگر ان بھائیوں میں سے کسی کے بھی ساتھ بیٹھتے تو ایسا محسوس کرتے جیسا کہ آپ انہیں سالوں سے جانتے ہیں، ان کا ایثار ان کی نمایاں صفت تھی۔ وہ مستقل پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے اور ان کے لیے معتز بھائی رحمہ اللہ اپنے ذاتی اموال سے مختلف اشیاء خرید کر لاتے تھے، یہ ان کا معمول تھا۔

المختصر بات یہ ہے کہ وہ بھائی فطرت پر تھے، ان کے دل اللہ کی قسم صفائی اور پاکیزگی میں ایسے تھے جیسے بچوں کے دل ہوتے ہیں، اللہ ان تمام پر رحمتیں نازل فرمائیں اور انہیں اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائیں اور ان کے درجات بلند فرمائیں بے شک اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ایک عظیم کام کے لیے چنا تھا۔

ان بھائیوں میں ایک بھائی ہانی حنجور تھے، وہ عسکری پائلٹ تھے اور سعودی عرب سے ۱۹۹۶ء میں فارغ التحصیل ہوئے تھے۔

حملہ آور ساتھیوں کا ایک مجموعہ امریکہ پہنچ گیا اور اس نے وہاں اپنی تیاریاں مکمل کرنا شروع کر دیں، یہ حملوں سے کم و بیش ایک سال قبل کی بات ہے، امریکہ اس دوران افغانستان پر حملہ کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا تھا، وہ شیخ اسامہ کو پناہ دینے کے جرم میں طالبان کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ وہ اپنی تیاری مکمل کر چکا تھا، اس مقصد کے لیے تاجکستان کے دارالحکومت دوشنبے میں امریکہ کے وزیر خزانہ، وزیر انصاف اور وزیر دفاع نے روس کے وفد کے ساتھ ملاقات کی اور روس کے ساتھ یہ طے کیا کہ روس زمینی طور پر افغانستان میں افواج داخل کرے گا اور امریکہ فضا سے بمباری کرے گا۔ طالبان کے ایک رکن عبد الحی مطمئن کو یہ امریکہ کی جانب سے واضح پیغام ملا بلکہ یک نکاتی پیغام ملا کہ "اسامہ بن لادن کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ ہم افغانستان پر حملہ کر دیں گے!"۔

ایسی خبروں اور امریکی تیاریوں کی وجہ سے شیخ اسامہ کی خواہش تھی کہ نیویارک اور واشنگٹن کے حملے تھوڑے مؤخر کر دیے جائیں اور افغانستان پر حملہ کی صورت میں یہ کارروائیاں ایک جوابی کارروائی کے طور پر سر انجام دی جائیں، یعنی پہلے امریکہ حملہ کرے تو ہم اس کے حملے کا جواب دیں جس سے ہمارے پاس حملے کا جواز بھی پیدا ہو جائے گا۔ لیکن اس کا موقع نہیں تھا، امریکہ میں موجود ساتھیوں کے پیغامات وصول ہونا شروع ہو گئے کہ ہم انتظار نہیں کر سکتے۔

ابھی دوسرا مجموعہ افغانستان سے امریکہ کے لیے روانہ نہیں ہوا تھا کہ پہلے مجموعے نے پیغامات بھیجنے شروع کر دیے کہ جلد از جلد باقی مجموعات بھجوا دیں کیوں اندرون امریکہ میں ان کے سیکورٹی حالات اس کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ مزید انتظار کریں اور معمولی سے شبہ پر انہیں دھر لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ تمام مجموعات ایک کے بعد ایک کر کے مختلف وقفوں سے نکلتے گئے لیکن ان میں ایک آخری مجموعہ رہ گیا جس میں بھائی عبد العزیز العمری الزہرانی (ابو العباس) رحمہ اللہ بھی تھے جو کہ ایک فاضل عالم دین ساتھی تھے۔ ان کے ہمراہ بھائی ابو احمد الاماراتی، زیاد الجراح، سالم الحازمی اور محمد القحطانی جن کی کنیت فاروق تھی، بھی تھے۔ اللہ ان سب کو قبول فرمائیں، آمین۔

غرض بعد میں یہ تمام مجموعے بھجوا دیے گئے اور کسی کو بھی نہ روکا گیا، یہ تمام ساتھی امریکہ داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے جن کی کل تعداد ۱۹ تھی اور ایک بھائی امریکی سرزمین میں داخل نہ ہو سکے۔

حالات بہت ہی کشیدہ اور تناؤ کا شکار ہو چکے تھے، ان تمام بھائیوں کو کسی بھی لمحے دشمن پکڑ سکتا تھا۔ افغانستان میں بھی حالات بہت کشیدہ ہو چکے تھے، شیخ اسامہ نے اسی دوران نہایت صراحت سے کہہ دیا تھا کہ ہمارے کچھ بھائی عصرِ حاضر کے طاغوت کے خلاف ایک بڑی کارروائی کے لیے روانہ ہو چکے ہیں، وہ سب سے دعا کا مطالبہ کرتے اور بار بار یہ بات ساتھیوں کے ذہنوں میں ڈالتے کہ آپ کے بھائی موت کی خاطر جانیں ہتھیلی پر لیے نکل کھڑے ہوئے ہیں اور اللہ سے دعا ہے کہ وہ ان کے کاموں کو آسان کر دیں۔

یہاں ایک اور واقعہ مجھے یاد ہے کہ قندھار میں ایک مسجد میں ساتھی مجتمع تھے اور شیخ ان کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے۔ وہ انہیں کہہ رہے تھے کہ ہم امریکہ کو ایسی قوی ضرب لگانے والے ہیں کہ وہ اس بارے میں سوچ بھی نہ سکے گا۔ شیخ مصطفیٰ ابو الیزید رحمہ اللہ نے اس بات سے اختلاف کیا اور کہا کہ یہ کارروائی ایک اجتہادی مسئلہ ہے جسے کرنے کے لیے امیر المومنین کی اجازت نہایت ضروری ہے اور اس کے نہایت خطرناک نتائج ہوں گے اس لیے خیال کے ساتھ اور مشورے کے ساتھ کام کیا جانا چاہیے۔ یہ بات سن کر شیخ اسامہ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے خطاب کو بنیاد بناتے ہوئے ایک مؤثر خطاب فرمایا اور کہا کہ ”میں زندہ ہوں اور ہمارے دین کی بے حرمتی کی جا رہی ہے، دین کو کمزور کیا جا رہا ہے“۔ یہ بات کہتے ہوئے آپ رو پڑے اور آپ نے کہا کہ ”ہمارے پیچھے ایک امت ہے جو ہماری منتظر ہے کہ ہم اس کے دفاع میں کیا کرتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ ہم کچھ نہ کچھ کریں (یعنی اس امت کا بدلہ لیں)۔ جہاں تک امیر المومنین کی اجازت کا سوال ہے تو انہوں نے ہمیں یہودیوں کو مارنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ جبکہ فقہ یہ کہتی ہے کہ اگر بعض مسلمانوں کے پاس حملہ آور دشمن یعنی عدوِ صائل کو مارنے کا موقع میسر ہو اس سے پہلے کہ وہ مسلمانوں کے علاقوں پر چڑھ دوڑے اور مسلمانوں پر حملہ آور ہو تو ایسے موقع پر امیر کی اجازت کے بغیر بھی دشمن کو مارا جا سکتا ہے۔ یعنی اگر امیر سے اجازت لینے میں تاخیر کا امکان ہو اور دشمن کو موقع مل جائے۔ جبکہ ہمیں امیر کی اجازت نہیں بلکہ حکم ملا ہے“۔

مجھے یاد ہے کہ طالبان اور شیخ اسامہ کے مابین جو مراسلت چلتی تھی ان میں سے ایک بار شیخ ابو حفص رحمہ اللہ کو شیخ اسامہ نے ملا عمر کے پاس بھجوایا۔ شیخ ابو حفص رحمہ اللہ نے ملا عمر رحمہ اللہ سے کہا ”آپ ہمیں کیا امر دیتے ہیں؟ عرب مجاہدین سے آپ کیا خواہش رکھتے ہیں؟ ہم چاہتے ہیں کہ اللہ کے دین اور جہاد کی کچھ خدمت کریں اور ہم آپ ہی کے سپاہی ہیں“۔

(باقی صفحہ نمبر 43 پر)

## ماہ ربیع الاول میں پیش آنے والے تاریخی واقعات

- ربیع الاول میں ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔
- ربیع الاول کے مہینے میں نبی کریم ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔
- ربیع الاول ۲ھ کو غزوۂ ”بواط“ پیش آیا جو کہ ہجرت کے بعد نبی کریم ﷺ کا دوسرا غزوہ تھا۔
- ربیع الاول ۴ھ کو غزوۂ ”بنی نضیر“ بعد از غزوۂ احد پیش آیا۔
- ربیع الاول ۱۱ھ کو نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی اور بیعتِ خلافت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر ہوئی۔
- ربیع الاول ہی کے مہینے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو روم پر لشکر کشی کے لیے روانہ کیا۔
- ربیع الاول ۱۲ھ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھوں ”الحیرہ“ فتح ہوا۔

ربیع الاول اسلامی تاریخ کا ایک روشن باب جسے ہرگز نہیں بھلایا جاسکتا!

# اجنبی ___ کل اور آج

الشیخ المجاہد انجینئر احسن عزیز شہید رحمہ اللہ

الشیخ المجاہد احسن عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ کی آج سے بیس سال قبل تصنیف کردہ نابغہ تحریر ’اجنبی ___ کل اور آج‘، آنکھوں کو رلاتی، دلوں کو نرماتی، گرماتی، آسان و سہل انداز میں فرضیتِ جہاد اور اقامتِ دین سمجھانے کا ذریعہ ہے۔ جو فرضیتِ جہاد اور اقامتِ دین (گھر تا ایوانِ حکومت) کا منہج سمجھ جائیں تو یہ تحریر ان کو اس راہ میں جتے رہنے اور ڈٹے رہنے کا عزم عطا کرتی ہے، یہاں تک کہ فی سبیل اللہ شہادت ان کو اپنے آغوش میں لے لے (اللهم ارزقنا شهادة في سبيلك واجعل موتنا في بلد رسولك صلى الله عليه وسلم يا الله!)۔ ایمان کو جِلا بخشتی یہ تحریر مجلہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ میں قسط وار شائع کی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

## ترقی جس کو سمجھے ہم وہ اُنؓ کے ہاں ہلاکت تھی!

ان تعلیمات کے صحابہؓ پر نہایت گہرے اثرات تھے۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ آج ہمیں دنیا میں اسلام کا جو پھیلاؤ نظر آتا ہے، وہ صحابہؓ کے انھی تصوّراتِ فلاح و ترقی (اور امن) کا ثمرہ ہے۔ آسمان نے یہ منظر دیکھا ہے کہ جب ایک صحابی حرامؓ بن مِلحان کے پیٹ سے نیزہ آر پار ہوا تو جانے والا خون کے قطرے اپنے چہرے اور سر پر چھڑک کر پکار اٹھا: ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ! فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَة “(البخاري، كتاب المغازي)”اللہ ہی سب سے بڑا ہے، ربِّ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا“۔ کامیابی کا یہ اعلان اُس جہنم سے چھٹکارے اور اُس جنت میں داخلے سے متعلق تھا جہاں انسان کو ہمیشہ رہنا ہے۔ کتنا عرصہ؟ لاکھ، کروڑ، ارب، کھرب، نیل، پدم، سنکھ ___ سال؟ نہیں بلکہ لا محدود مدّت تک، کیونکہ موت تو ذبح ہو چکی ہو گی۔ اتنے بڑے فائدے کو فلاح (مکمل کامیابی) نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے؟

اخروی کامیابی کی اس قدر و قیمت کا احساس عام تھا۔ حیاتِ صحابہؓ پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر پانچ میں سے چار اصحابؓ رسول کو میدانِ جہاد میں ___ اور صرف ایک کو بستر پر موت آئی۔ اس طرح جنگی معرکوں میں شہید ہونے والے صحابہؓ کا تناسب اسّی فیصد تک پہنچتا ہے۔ یہ بات بھی اپنی جگہ اہم ہے کہ جہاد کے احکام اترنے کے بعد فلاح کا ایسا لائحہ عمل جو اس عظیم عبادت کی ادئیگی سے تہی ہو، ان کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں تھا:

......لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ (سورۃ التوبۃ:۸۸)

”......ہاں لیکن رسول اور جو لوگ ان کی ہمراہی میں ایمان لا چکے ہیں، انھوں نے اپنے مال اور جان سے جہاد کیا۔ اور ساری بھلائیاں انھی کے لیے ہیں اور یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔“

اس کامیابی کے مقابلے میں ”ہلاکت“ کی تعریف ان کے نزدیک کیا تھی؟ اس کا اندازہ حضرت ابو عمرانؒ کی زبانی سنن ترمذی اور ابو داود میں روایت شدہ اس صحیح حدیث سے ہوتا ہے:

”كُنَّا بِمَدِيْنَةِ الرُّوْمِ فَاَخْرَجُوْا اِلَيْنَا صَفًّا عَظِيْمًا مِنَ الرُّوْمِ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِثْلُهُمْ اَوْ اَكْثَرُ، وَعَلٰى اَهْلِ مِصْرَ عُقْبَةُ ابْنُ عَامِرٍ وَ عَلَى الْجَمَاعَةِ فَضَالَةُ بْنُ عُبَيْدٍ فَحَمَلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى صَفِّ الرُّوْمِ حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَصَاحَ النَّاسُ وَقَالُوا: سُبْحَانَ اللّٰهِ ، يُلْقِي بِيَدَيْهِ اِلَى التَّهْلُكَةِ فَقَامَ اَبُوْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ لَتُأَوِّلُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ هٰذَا التَّأْوِيْلَ، وَاِنَّمَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْنَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ لَمَّا اَعَزَّ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ وَكَثُرَ نَاصِرُوْهُ۔ فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ سِرًّادُوْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَمْوَالَنَا قَدْ ضَاعَتْ وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَعَزَّ الْاِسْلَامَ وَكَثُرَ نَاصِرُوْهُ فَلَوْ اَقَمْنَا فِيْ اَمْوَالِنَا فَاَصْلَحْنَا مَا ضَاعَ مِنْهَا، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْنَا مَا قُلْنَا، ’وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ‘ (البقرة:١٩٥) فَكَانَتِ التَّهْلُكَةُ الْاِقَامَةَ عَلَى الْاَمْوَالِ وَ اِصْلَاحَهَا وَتَرْكَنَا الْغَزْوَ۔ فَمَا زَالَ اَبُوْاَيُّوْبَ شَاخِصًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى دُفِنَ بِاَرْضِ الرُّوْمِ.“ (الترمذي، ابواب تفسير القرآن)

”ہم روم کے ایک شہر میں تھے تو ہمارے مقابلے میں رومیوں کی ایک بڑی فوج میدان میں اتری۔ ادھر مسلمانوں کی طرف سے ان کے مقابلے پر انھی جیسا یا ان سے بھی ایک بڑا لشکر میدان میں اترا۔ مصر والوں کی قیادت عقبہ بن عامر فرما رہے تھے جبکہ پورے لشکر کے سالار فضالہ بن عبید تھے کہ ایسے میں مسلمانوں میں سے ایک شخص نے (تن تنہا) رومیوں کی فوج پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ وہ ان کی صفوں کو چیرتا ہوا ان کے اندر جا گھسا۔ اس پر لوگ چیخ اٹھے، یہ کہتے ہوئے کہ ’سبحان اللہ، اس شخص نے اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاک کر دیا‘۔ (لوگوں کا اشارہ سورۂ بقرہ کی آیت کی طرف تھا)۔ اس بات پر ابو ایّوب انصاریؓ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے ’اے لوگو! کیا تم اس آیت کی یہ تاویل کر رہے ہو؟ حالانکہ بالیقین یہ آیت ہم انصار ہی کے بارے میں نازل ہوئی تھی، جب اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور کثرت سے اس کے مددگار پیدا ہو گئے۔ تو ہم میں بعض نے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائے بغیر چپکے سے آپس میں یہ بات

کی کہ بے شک ہمارے اموال (مسلسل آزمائشوں کے نتیجے میں) ضائع ہو گئے ہیں اور بے شک اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے اور اس کے مدد گار بھی بہت زیادہ ہو گئے ہیں تو کیوں نہ ہم اپنے مال اسباب میں ٹھہر جائیں تاکہ جو کچھ ضائع ہو چکا ہے اس کو پھر سے درست کر سکیں۔ اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہماری بات کے ردّ میں اپنے نبیؐ پر یہ آیت نازل فرمائی: 'اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو'۔ پس اپنے مال اسباب کی دیکھ بھال (اور افزائش) میں پڑ جانا اور جنگ کو چھوڑ بیٹھنا ہلاکت تھا۔ چنانچہ ابو ایّوب انصاریؓ ہمیشہ اللہ کی راہ میں نکلتے رہے یہاں تک کہ سرزمینِ روم میں دفن ہوئے۔“

قرآن کی یہ تفسیر میزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عین تلواروں کے سائے میں کھڑے ہو کر بیان فرمائی۔ کفار سے مقابلہ کرنے کے بجائے مادی مفادات کو ترجیح دینا، دنیاداری میں مگن ہو جانا___ یہ تھا وہ تصورِ ہلاکت جو صرف اُن کے لیے نہیں___ بلکہ ہر اہلِ ایمان کے لیے آسمان سے اترا تھا، لیکن صحابۂ کرامؓ نے اسے سمجھا اور اس پر عمل کا حق ادا کر دیا۔ تب سننے والوں کے پاس ترقی کا کوئی ایک نہیں___ بلکہ سو درجے تھے۔ یہی ان کا 'کیریئر' تھا۔ اسی 'اسٹیٹس' کے خواب وہ دیکھتے تھے:

”اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ، فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْاَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَاِنَّهٗ اَوْسَطُ الْجَنَّةِ، وَاَعْلَى الْجَنَّةِ وَ فَوْقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ“ (صحيح البخاري، كتاب الجهاد و السير)

”بے شک جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں ہے، تو جب تم اللہ سے مانگو تو فردوس کا سوال کرو، کیونکہ وہ جنت کا سب سے اونچا اور بیچ کا حصہ ہے اور اس کے اوپر رحمن کا عرش ہے اور اسی (فردوس) سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں“۔

یہ تھے وہ تصوراتِ کامرانی و ترقی، جو اسلام کی اُس نسل نے اختیار کیے، جس نے دینِ حق کو اپنی جانوں پر___ اور اس زمین پر غالب کیا۔

غرض کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کے سامنے اسلام کی دعوت رکھی تو نہ سہولیاتِ تمدّن، نہ مادی ترقیات، نہ غربت، نہ علومِ دنیا، نہ صحت، نہ امنِ مطلق اور نہ اتحادِ محض کو موضوعِ دعوت بنایا، نہ ہی (معاذاللہ) ان نعروں پر لوگوں کو جمع کر کے اپنے پیچھے چلایا۔ سننے والوں کو بھی معلوم تھا کہ پکارنے والے نے کس چیز کی طرف پکارا ہے: رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا (سورۃ آلِ عمران:۱۹۳) ”اے ہمارے ربّ! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہے ہیں کہ تم اپنے ربّ پر ایمان لاؤ، سو ہم ایمان لے آئے“___ لبیک کہنے والوں کو بھی معلوم تھا کہ نتیجے میں ہمیں اپنے مالک سے ہر چیز سے بڑھ کر کیا لینا ہے: رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (سورۃ آلِ عمران:۱۹۳) ”اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرما دیجیے اور ہماری برائیوں کو بھی ہم سے زائل کر دیجیے اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دیجیے“۔

لاریب کہ اسلامی تہذیب کا دورِ عروج دورِ رسالت مآب ہی تھا۔ بعد میں بھی جب تمدن نے اپنے بازو پھیلائے، ملک فتح ہوئے، نئے شہر بسائے گئے اور تمدّنی انتظامات، ضروری تعمیرات اور محکمہ جات کے قیام کے مراحل پیش آئے تو بھی خلفائے راشدین نے غیروں (عجمیوں) کی تہذیبی و تمدنی چکا چوند کو اپنے سامنے معیار نہیں بنایا حالانکہ فارس و روم کی مادی ترقیات اور اہتمامِ دنیا کے نظارے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اسے اپنے پیروں کی ٹھوکر میں رکھ کر ہی وہ پورے عالم کو اسلام کی آغوشِ رحمت میں لا پائے تھے۔ اقتدار و فتوحات کے اس مرحلے پر بھی اللہ کی عبادت اور اس کے دین کی نصرت، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا اور اللہ کے کلمے کی سربلندی ان کا بنیادی ہدف تھا:

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ○ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ○ (سورۃ الحج:۴۱-۴۲)

”اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اس (اللہ) کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غلبے والا ہے۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار سونپ دیں تو یہ لوگ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔“

یہ تھے زندگی کے وہ اعلیٰ و ارفع مقاصد جن کو اپنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں نے دین کی غربت و اجنبیت کا خاتمہ کیا اور یوں ایمان کی بہار سے پورا عالم مہکنے لگا۔

اس اطاعت کی برکت سے زمین نے اپنے خزانے اُگلے، آسمان نے موتی برسائے اور تجارتوں نے مٹی کو سونا بنا دیا۔ علم و فضل، امن و اخوت اور خوشحالی و اطمینان اور ہیبت و قوت کی نعمتیں انھیں اپنے ربّ سے ملیں۔ دنیا کے وسائل ان کے قدموں میں ڈھیر تھے، لیکن وہ جب بھی اپنا

دامن جھاڑ کر اس سے گزر گئے۔ ان میں سے ہر ایک نے آخرت کو اپنا غم بنایا تھا، اللہ نے انھیں دنیا کے سب غموں سے آزاد کر دیا اور دنیا ان کے پاس آئی مگر ناک رگڑتی ہوئی:

”مَنْ جَعَلَ الْهَمَّ هَمًّا وَاحِدًا كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ دُنْيَاهُ وَمَنْ تَشَعَّبَتْهُ الْهُمُوْمُ لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ فِيْ اَيِّ اَوْدِيَةِ الدُّنْيَا هَلَكَ“ (رواه الحاكم،وصححه ووافقه الذهبي)

”جس نے بس ایک غم (یعنی آخرت اور رضائے الٰہی) کو ہی اپنا غم بنا لیا، اللہ اس کے لیے دنیا کے غم اور فکر میں کافی ہو گیا۔ اور جس کو (طرح طرح کی دنیاوی) فکروں نے الجھا دیا، تو اللہ تعالیٰ نے بھی پروا نہیں کی کہ وہ دنیا کی کس گھاٹی میں گر کر ہلاک ہوا۔“

حوض پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کی خواہش، جنت کی حرص، آخرت طلبی اور دنیا سے بے رغبتی (زہد) نے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات کے تمام نشیب و فراز میں ___ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی کے لیے مستعد رکھا۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا، بیماروں کی عیادت، یتیموں بیواؤں کی سرپرستی، تنگدستوں کی کفالت، مصیبت زدوں کی دادرسی، مسافروں کی خدمت و تواضع اور مہمانوں کی مدارت ___ ان نیکیوں میں تو وہ اس زمانے میں بھی پیچھے نہ رہتے تھے جب دنیا والے ان کے منہ سے نوالہ اور سر سے چھت کا سایہ تک چھیننے کے درپے تھے، لیکن جب آسودگی کے دن آئے، رزق کی فراوانی ہوئی اور شاہانِ عرب و عجم کی غنیمتیں ان کے ہاتھ لگیں تو بھی مُصحفِ قرآنی میں پڑھا جانے والا ہدایت و فلاح کا پہلا درس وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ان کی نگاہوں سے اوجھل نہ تھا۔

ایک طرف اللہ کے معاملے میں وہ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ (الزمر:۵۴) ”اپنے ربّ کی طرف رجوع کرو“ اور فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ (الذّٰریٰت:۵۰) ”اللہ کی طرف بھاگو“ کی تصویر تھے تو دوسری طرف اللہ کے بندوں کے لیے وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر۹:۵۹) ”اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں“ جیسے اخلاق سے متصف تھے۔

جب دنیا ان کے پیغام سے نامانوس تھی تو بھی وہ اُولٰۗىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ (المؤمنون:۶۱) ”یہی ہیں جو نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑ جانے والے ہیں“ کے مصداق تھے اور جب اسلام کی یہ کھیتی برگ و بار لائی تو بھی ان کا حال یہی تھا کہ: تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (الفتح:۲۹) ”تم انھیں دیکھو گے کہ رکوع و سجود میں مشغول ہیں، اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی کی تلاش میں لگے ہیں“۔

پس ترقی ان کے لیے نیکیوں اور اصلاح میں ترقی تھی، فلاح ان کے لیے آخرت کی فلاح تھی۔ دعوت ان کی ہمیشہ اللہ کی طرف (دعوت الی اللہ) ہوتی تھی، فضیلت کا معیار صرف تقویٰ تھا، اخوت صرف اہلِ ایمان کے لیے تھی، امن اہلِ فساد کے لیے نہیں بلکہ اللہ کی عبادت کے لیے مطلوب تھا اور اہلِ توحید کی خاطر تھا، یا پھر ان کے لیے جو اہلِ توحید کی شرائطِ امن کو پورا کرتے ہوں مثلاً ذمّی، مستأمن، معاہد وغیرہ۔

یہ دعوتِ ایمان قبول کرنے والوں کو آج ___ فلاح، ترقی، امنِ مطلق، مساواتِ انسانی، حقوقِ انسانی وغیرہ کے جدید جاہلی تصورات کو صرف چھوڑنا نہیں، بلکہ ان سے جنگ کرنا ہو گی: فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (الفرقان:۵۲) ”پس کافروں کی بات ہر گز نہ مانو اور اس قرآن کو لے کر ان کے ساتھ جہادِ کبیر کرو“۔ خیر و شر، فوز و خسران، حقوق و فرائض، مساوات و عدل، امن و فساد کے ان مغربی پیمانوں کو قبول کرنا اللہ پر افتراء باندھنا ہے۔ سچ یہ ہے کہ جس چیز کی طرف یہ بلاتے ہیں اور زندگی کے جس لائحہ عمل میں مشغول رکھنا چاہتے ہیں وہ دھوکہ ہے نہ کہ کامیابی: اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (النحل:۱۱۶-۱۱۷) ”بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹے افترا باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے، بس دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا فائدہ (ہی ان کی کل متاع ہے) اور (مرنے کے بعد) ان کے لیے دردناک سزا ہے“۔ لہٰذا بطور مسلمان ہمیں اپنے ذہنوں میں یہ عقیدہ اچھی طرح راسخ کرنا ہو گا کہ مغرب کی دھوکے باز (دجّالی) دنیا میں رہنے اور ان کی تہذیب و اقدار کو اختیار کرنے والا کافر چاہے کتنے ہی عیش میں ہو ہمارے لیے وہ تباہ حال ہے، عبرت کا نشان ہے اور قابلِ ترس حالت میں جی رہا ہے اس لیے کہ وہ ”عبد الدنیا“ ہے اور شَرُّ الْبَرِيَّةِ ”بدترین خلائق“ میں سے ہے، اور ایسے میں یہ کبھی فلاح نہیں پائے گا اور سرتاسر نقصان میں ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (العنکبوت۲۹:۵۲)

”اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور اللہ کا انکار کیا وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔“

جب کہ اس کے مقابلے میں اللہ کی اطاعت کرنے والا مومن، چاہے ان تمدنی سہولیات سے کتنا دور ہو، چاہے غاروں یا کہیں دشت و جبل میں رہ کر اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس کی عبادت کر رہا ہو، ایمانی تقاضوں کو پورا کر رہا ہو تو وہ ہمارے لیے مثال ہے، نمونہ ہے اور قابلِ رشک حال میں ہے کیونکہ وہ اللہ کا بندہ ہے، ان میں سے ہے جو: خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ”بہترین خلائق“ ہیں۔ اور اس نے وہ راستہ اختیار کیا ہے جس میں فلاح یقینی ہے: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ...... (المؤمنون:۱) ”یقیناً ایمان والے فلاح پا گئے......“۔

پھر اس بنیادی فرق کی وجہ سے ان میں کبھی مساوات قائم نہیں ہو سکتی، کبھی یہ اور وہ ایک سے نہیں ہو سکتے ___ حقوق میں، احترام میں، آراء میں۔ بھلے انسانی حقوق کا چارٹر اس بارے میں کچھ کہے، کیونکہ اللہ کی آیات ہمارے لیے کافی ہیں:

(باقی صفحہ نمبر 42 پر)

# اسلامی تہذیب و معاشرت کے بقاو تسلسل میں خواتین کی ذمہ داری

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا(سورۃ الاحزاب: ۳۵)

”جو لوگ خدا کے آگے (سرِ اطاعت خم کرنے والے ہیں یعنی) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں، اور فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں، اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں، اور پاک دامن مرد اور پاک دامن عورتیں، اور خدا کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، کچھ شک نہیں کہ ان کے لیے خدا نے بخشش اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں دس صفات کا ذکر کیا ہے، لیکن ہر مرتبہ وہ تذکیر و تانیث کے الگ الگ صیغوں میں مردوں اور عورتوں کا ذکر فرماتا ہے، اور ان کی ایک ایک صفت کا ذکر کرتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کو اپنی بندیوں سے کتنی محبت ہے، اور ان کے لیے ہر عمدہ صفت اور کمال میں ترقی و امتیاز حاصل کرنے کا کتنا امکان اور وسیع میدان ہے۔ اس سے اس کا بھی اشارہ ملتا ہے (اور مذاہب و اخلاقیات کی تاریخ پر نظر رکھنے والے اس کی تصدیق کریں گے) کہ بہت سے قدیم مذاہب اور نظام ہائے اخلاق میں طبقہ نسواں کو بہت سے اخلاقی فرائض اور کمالات سے مستثنیٰ سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ اس کے لیے عیب نہ تھا۔ اعمال کی یہ طویل فہرست اس لیے بیان کی تاکہ معلوم ہو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جس طرح اپنے بندوں پر شفقت کرتا ہے، اسی طرح اپنی بندیوں پر شفقت کرتا ہے، اس کی صفتِ ربوبیت اور اس کی صفتِ رحمت مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے عام اور ان پر سایہ فگن ہے۔ اس کا پورا امکان تھا کہ ایمان و یقین، عبادت و اطاعت، صداقت و خلوص، صبر و ایثار، خوف و خشیت، صدقہ و خیرات اور پاک بازی اور پاک دامنی کے میدان میں پوری اجارہ داری مردوں کی ہو جائے، اس لیے کہ یہ اوصاف و خصوصیات، بلکہ کمالات و امتیازات، بڑی ہمت و عزم اور قربانی و ایثار کے طالب ہیں، اور مذاہب و اخلاق اور علم و تمدّن کی تاریخ میں زیادہ تر بلکہ تمام تر مردوں ہی کے نام آتے ہیں، پھر عورتوں کی بہت سی ایسی صنفی ذمہ داریاں اور فرائض ہیں جن سے مرد آزاد ہیں، مثلاً خانہ داری کی ذمہ داریاں، اولاد کی پرورش، ان کی غذا اور پوشاک، ان کی دیکھ بھال اور تیمارداری۔

کم سے کم ولایت کے سلسلہ میں بالکل امکان تھا کہ ہم صدہا بلکہ ہزاروں اولیاء اللہ سے واقف ہوتے، اور اس سلسلہ میں ایک خاتون کا نام بھی نہ سنا ہوتا۔ لیکن اس نورانی فہرست میں بھی حضرت رابعہ بصریہ کا نام درخشاں اور تاباں نظر آتا ہے، اور ان کا نام اب بھی زندہ ہے۔ کتنی بچیوں کا نام تبرّکاً یہی رکھا جاتا ہے۔ سوانح اور سِیَر کی تاریخوں اور تصوف و سلوک کی کتابوں میں ان کی عبادات، ولایت و کرامات، اور مقبولیت و عظمت کے واقعات درج ہیں۔ اسی طرح صدہا مقبولین بار گاہِ الٰہی، اور پیشوایانِ طریقت و سلوک کی روحانی تربیت و ترقی میں ان کی ماؤں کا بنیادی حصہ ہے، اور انہوں نے خود اس کا اظہار و اعتراف کیا ہے۔ ان سب کے نام لینا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ نمونہ کے طور پر ہم عالمِ اسلام کے سب سے مشہور و مقبول بزرگ پیرانِ پیر سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا، اور ہندوستان کے مشہور و مقبول بزرگ محبوب الٰہی سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا نام لیتے ہیں۔ ان کے تذکرے، حالات و سوانح کی کتابیں پڑھی جائیں تو معلوم ہوگا کہ وہ اپنی ماؤں کی تربیت اور اپنے بچپن میں اپنے گھر کی فضا اور ماحول کا کتنی اہمیت اور ممنونیت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، اور اس کے احسان مند اور شکر گزار نظر آتے ہیں۔

علمی کمالات اور علم کی خدمات و اشاعت کے سلسلہ میں مجھے افسوس ہے کہ فضلائے امّت کی تو سیکڑوں تاریخیں ہیں، لیکن فاضلاتِ امّت کی تاریخ بہت کم لکھی گئی ہے، لیکن پھر بھی تذکرہ نویسوں نے خواتین کو بالکل نظر انداز نہیں کیا۔ دینی علوم و ادبی کمالات کے سلسلہ میں ان کے نام آتے ہیں، علمی ذوق و شوق اور شغف کی کامیابی، اور علمی جدوجہد کی یہاں صرف ایک ایسی روشن مثال پیش کی جاتی ہے، جس سے اچھے خاصے واقف آدمی پر بھی ایک عالَمِ تحیر چھا جاتا ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید کے بعد اسلام کے پورے کتب خانہ اور اس کے پورے علمی ذکر یہ میں کس کتاب کا درجہ ہے؟ یہ صحیح بخاری ہے جس کو ”أصح کتاب بعد کتاب اللہ“ کا

لقب دیا گیا ہے۔ وہ ہر مدرسہ اور دار العلوم کے لیے معیارِ فضیلت ہے، ختمِ بخاری کی تقریب بڑے سے بڑے دار العلوم کے لیے قابلِ فخر اور قابلِ شکر تقریب ہوتی ہے، اور اس جامعہ میں بھی اس کے ختم کی تقریب منائی گئی ہے۔ آپ کے علم میں ہے کہ وہ بخاری شریف ہندوستان میں اور اکثر علمی مرکزوں میں کس کی روایت سے پہونچی ہے، اور فضلائے مدارس کو اس کی سند دی جاتی ہے؟ یہ ایک فاضلہ خاتون کریمہ کی روایت ہے، ایک معتبر تذکرہ کی کتاب میں ان کا تعارف ان الفاظ میں آیا ہے:

كريمة بنت احمد بن محمد المروذية محدثة كانت تروى صحيح البخارى قال ابن الأثير انتهى إليها علو الإسناد للصحيح عاشت تقريبا مأة سنة أصلها من مروالروذ ووفاتها بمكة ويقال لهاأم الكرام وبنت الكرام[1]

"کریمہ دختر احمد بن محمد مروالرّوذ کی رہنے والی محدّث خاتون ہیں، جو صحیح بخاری کی خاص راویہ ہیں، مؤرخ ابن الاثیر کہتے ہیں کہ صحیح بخاری کی سب سے اونچی سند انہیں کے ذریعہ سے ہے، تقریباً سو سال کی عمر پائی، مروالرّوذ کی رہنے والی تھیں، انتقال مکہ مکرّمہ میں ہوا، امّ الکرام اور بنت الکرام کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں۔"

اب ادب کے میدان کو لیجیے۔ ولادہ بنت المستکفی اندلس (اسپین) کے حکام میں سے ایک سربر آوردہ شخصیت کی صاحبزادی تھیں، ان کا ادبی ذوق، سُخن فہمی، اور بالغ نظری مسلّم اور ان کا نام اس سلسلہ میں تذکرہ اور تاریخ کی کتابوں میں روشن ہے، ان کا ادبی اور شعری دربار ایسا منعقد ہوتا تھا، جیسے بادشاہوں کے دربار منعقد ہوتے تھے، بڑے بڑے ادباء ان کے پاس استفادہ کے لیے آتے تھے۔[2]

جہاں تک ہمّت و عزیمت، ایثار و قربانی اور جذبۂ جہاد کا تعلق ہے، اس کی ایک مثال دینی کافی ہے، جس کی نظیر اسلام ہی نہیں، دنیا کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا عربی زبان کی مسلّم و مستند اور غیر فانی شہرت کی مالک شاعرہ ہیں، ان کے دو بھائیوں کا انتقال ہو گیا تھا، ان کے لیے انہوں نے ایسے دل دوز مرثیے کہے کہ ان کی نظیر عربی مرثیوں ہی میں نہیں، دنیا کی دوسری زبانوں کے مرثیوں کے ذخیرہ میں بھی ملنا مشکل ہے، یہ واقعہ ان کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے، یہی حضرت خنساء رضی اللہ عنہا جب اسلام لائیں تو اسلام نے ان کی نفسیات میں عظیم انقلاب برپا کر دیا، جس اللہ کی بندی نے اپنے بھائیوں پر رونا اپنا شعار و معمول بنا لیا تھا، اور ان کی شاعری اسی پر مرکوز ہو کر رہ گئی تھی، سب کو معلوم ہے (خاص طور پر ہماری بہنوں اور محترم خواتین کو) کہ بھائی اور بیٹے میں کیا فرق ہوتا ہے، بھائی سے ہزار محبت ہو، بیٹا لختِ جگر اور نورِ نظر ہوتا ہے، اور جان سے زیادہ پیارا، انہیں خنساء رضی اللہ عنہا نے جہاد کے ایک موقع پر اپنے بیٹوں کو بلایا، ایک ایک کو رخصت کیا اور کہا، بیٹا! میں نے اسی دن کو دودھ پلایا تھا، اللہ کے راستے میں جاؤ اور ہم کو سرخ رو کرو۔ اس کے بعد ایک ایک کی شہادت کی خبر سنتی رہیں، جب آخری بیٹے کی شہادت کی خبر سنی تو ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے:

الحمد لله الذي اكرمني بشهادتهم

اس خدا کا شکر ہے جس نے ان کی شہادت کی عزت و نسبت سے مجھے سرفراز فرمایا۔

ان اوصاف و کمالات کے علاوہ دو ایسے میدان ہیں جن میں خواتین کو سبقت حاصل ہے، اور وہ ان میدانوں میں جو کارنامہ انجام دے سکتی، اور اس کے ذریعہ امتِ اسلامیہ کا صرف نسلی تسلسل ہی نہیں، اعتقادی، اخلاقی، ذہنی اور تہذیبی تسلسل کے قائم رہنے میں بنیادی کردار ادا کر سکتی ہیں، وہ انہیں کا حصہ ہے، اور ہر دور میں ان کے نہ صرف تعاون بلکہ اس کی ذمہ داری قبول کرنے اور اس کو سرانجام دینے کے بغیر یہ معنوی تسلسل (جو اس امت کی اصل قیمت اور اس کی ضرورت و افادیت کا ثبوت ہے) قائم نہیں رہ سکتا۔

یہ دو میدان ہیں، ایک نئی نسل کی دینی تعلیم و تربیت کا ابتدائی کام، اور اس کے قلب و ذہن پر اسلام کا نقش قائم کرنا اور اس کو عمیق و مستحکم بنانا، دوسرے اسلامی تہذیب و معاشرت کی حفاظت اور نئی نسل کو غیر اسلامی تہذیب و معاشرت کے اثرات سے بچانا ہے۔

ہماری زبان و محاورہ میں جب یہ بتانا ہوتا ہے کہ فلاں عادت، یا یقین، یا خوبی، یا کمزوری، دل و دماغ میں پیوست ہو گئی ہے، اور اب وہ نکالی نہیں جا سکتی، تو کہا جاتا ہے کہ "یہ چیز گھٹی میں پڑی ہوئی ہے" اور ظاہر ہے کہ یہ گھٹی ماں اور گھر کی شفیق اور مربّی بیبیوں کے ذریعہ ہی بچوں کو ابتدائے شعور میں گھر ہی میں دی جا سکتی ہے۔ ماہرینِ تعلیم و تربیت اور علمائے نفسیات نے اس حقیقت پر بہت زور دیا ہے کہ بچے کے ذہن کی سادہ تختی پر جو ابتدائی نقوش پڑ جاتے ہیں، وہ کبھی نہیں مٹتے، اور خواہ ان کو مٹا ہوا سمجھ لیا جائے، لیکن درحقیقت وہ مٹتے نہیں، دب جاتے ہیں، اور وقت پر ابھرتے ہیں۔ اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے بعد ماؤں اور بچہ کی تربیت کرنے والیوں کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے، جو اس سادہ تختی پر آسانی کے ساتھ اچھے سے اچھے نقش بنا سکتی ہیں، اور جن کو کوئی طاقت اور کوئی تعلیم و تربیت آسانی کے ساتھ مٹا نہیں سکتی۔

ماؤں اور پرورش کرنے والی خواتین اور گھر کی ان بیبیوں کا، جو رشتہ میں بزرگ اور گھر کے ماحول میں اثر انداز اور قابلِ احترام ہوتی ہیں، اتنا ہی فرض اور ذمہ داری نہیں کہ وہ بچوں کو اللہ اور رسول کا نام سکھا دیں، کلمہ یاد کرا دیں، اور جب وقت آئے تو نماز پڑھنا سکھا دیں، یہاں تک کہ قرآن شریف پڑھنا بھی ان کو آجائے، اور اردو پڑھنے کے قابل بھی ہو جائیں، ہندی زبان

[1] الأعلام للذركلي ج ٦ ص ٧٨

[2] ایضا ج ٩ ص ١٣٥-١٣٦

اور رسم الخط کی اس فرماں روائی کے دور میں جب لاکھوں مسلمان بچے اور بچیاں اردو کی ایک سطر پڑھنے اور اپنا نام تک لکھنے کے قابل نہیں ہوتیں، بلکہ اپنا نام زبانی بھی لینے اور بتانے کی ان میں صلاحیت نہیں ہوتی، جس کی درجنوں مثالیں، انٹرویو کی مجلسوں، اسکولوں میں داخلے اور ملازمت کی درخواست دینے کے موقع پر سامنے آچکی ہیں، جو زیادہ تر گھر کے اندر اردو لکھنے پڑھنے کی صلاحیت پیدا ہونے اور اسلامی تاریخ، انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن، اہل بیت رضی اللہ عنہم اور پیشوایانِ اسلام کے ناموں تک سے واقف کرانے کے کام سے غفلت اور سستی کا نتیجہ ہے۔

اس ضروری کام کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ ان بچوں کو کفر و شرک سے نفرت، توحید سے محبت، اس پر فخر، اسلامی نسبت اور مسلمان ہونے اور کہلانے پر مسرّت و عزت کا احساس، دین کی حمیت و غیرت، خدا کی نافرمانی، اور خدا کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق، اور شیدائیت کی حد تک محبت، گناہوں سے نفرت اور گھن، دنیاوی ترقی ہی کو زندگی کا مقصد اور کامیابی اور عروج کی دلیل سمجھنے سے حفاظت، راست بازی اور راست گوئی کی عادت، خدمت و ایثار کا شوق، خدمتِ خلق اور وطن دوستی کا جذبہ پیدا کرنا بھی ان کی ذمہ داری اور انہیں کے کرنے کا کام ہے، اور اگر یہ کام بچپن میں اور گھروں کے اندر نہیں ہوا، تو دنیا کی بڑی سے بڑی دانش گاہ اور سرکاری یا عالمی پیمانہ پر کوئی تربیت گاہ نہیں کر سکتی اور اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔

یہ بھی صفائی سے کہنا پڑتا ہے کہ جب تک مسلمان بچوں کو بُت پرستی اور کفر و شرک سے خواہ وہ کسی بیرونی و ملکی دیومالا اور نصاب تعلیم کے ذریعہ سے ہو، یا ریڈیو، ٹی وی یا لیکچروں کے ذریعہ سے ہو یا خود مسلمان کے دین سے ناواقفیت اور دنیادار اور پیشہ ور گروہوں کے اثر سے ہو، اس طرح نفرت اور گھن نہ پیدا ہو، جیسی گندی اور بدبودار چیزوں سے ہوتی ہے، تو ان کے ایمان کی حفاظت نہیں ہو سکتی، اور ان کے صحیح العقیدہ مسلمان ہونے کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ یہ تربیت، یہ محبت و نفرت جو طبیعت کا خاصّہ اور حواسِ خمسہ کے ساتھ ایک نیا حاسّہ بن جائے، مسلمان گھرانوں کی میراث، اور مسلمان نسلوں کے اعتقادی و معنوی تسلسل کا راز ہے، اور جب تک یہ کام گھروں میں اور ماؤں اور گھر کی بڑی بہنوں اور بزرگ خواتین کے ذریعہ انجام نہیں پائے گا، بڑے سے بڑے پُر اثر مواعظ، مؤثر سے مؤثر دینی کتابیں اور مدارسِ دینیہ عربیہ کے لائق ترین اساتذہ کے ذریعہ بھی اس میں کامیابی حاصل ہونی مشکل ہے۔

دوسرا میدان جس میں خواتین کو امتیاز اور قیادت و رہنمائی کا شرف حاصل ہے، وہ اسلام کی تہذیبی و معاشرتی امتیاز کا باقی رکھنا، اس کا تسلسل و دوام اور غیر اسلامی تہذیبوں اور طرزِ معاشرت سے حفاظت کا مسئلہ ہے۔ اس کے لیے قدرے تفصیل اور قدیم اسلامی تاریخ پر ایک نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔

اسلام کو بالکل ابتدا ہی میں ایک ایسے انوکھے چیلنج کا سامنا کرنا پڑا، جس سے تاریخ میں شاید کسی مذہب کو اس درجہ میں واسطہ نہیں پڑا، جزیرۃ العرب سے نکلنے والے عرب مسلمانوں کو دو ایسے ترقی یافتہ تمدنوں کا سامنا کرنا پڑا جن سے بڑھ کر کسی دوسرے تمدن کا تجربہ، انسانی و تہذیبی تاریخ میں عرصہ سے نہیں کیا گیا تھا۔ یہ دو تمدن رومی و ایرانی تمدن تھے، جو تہذیب، آرٹ، انسانی زندگی کو سنوارنے اور اس کو منظم کرنے، راحت و آسائش کے سامان کی فراہمی اور فراوانی میں کئی منزلیں طے کر چکے تھے، اور ترقی کے آخری درجہ تک پہنچ گئے تھے۔ یہ تمدن اپنی تراش خراش میں بڑی رعنائی رکھتے تھے، اور بڑے دل فریب تھے۔ آلات و وسائل، راحت و دلچسپی کے سامان، زندگی گزارنے کے بلند معیار، خانہ داری کے ترقی یافتہ طور و طریق اور لباس، خوراک، اور گھروں کی زینت و آرائش کے آلات و وسائل سے ان کا تمدن مالا مال تھا۔

اس کے برخلاف عرب اپنے ابتدائی دور میں یا صحیح الفاظ میں تہذیبی طفولیت کے دور میں تھے۔ درحقیقت یہ تجربہ جس سے ابتدائی مسلمانوں کو گزرنا پڑا، بڑا نازک تجربہ تھا۔ اسلام یقیناً آسمانی تعلیمات، عقائد اور اخلاقِ عالیہ، اور آدابِ حسنہ سے آراستہ تھا، لیکن تہذیب و معاشرہ کی قیادت کی باگ ڈور اس وقت رومیوں اور ایرانیوں کے ہاتھ میں تھی، اس لیے اس کا امکان تھا، اور سارے قرائن بتا رہے تھے کہ یہ عرب اور مسلمان جنہوں نے ایک تنگ و تاریک ماحول میں آنکھیں کھولی ہیں، اور جن کے پاس بہت محدود وسائل تھے، جن کی زمین دولت کے سرچشموں سے خالی ہے، ان کی زندگی خیموں اور خام و نیم خام مکانات میں گزری ہے، اور ایک طرح سے "خانہ بدوشانہ" زندگی کہی جا سکتی ہے، تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے کہ جب پہلی مرتبہ عرب مجاہدین و مبلغین نے (ایرانی فتوحات کے زمانہ میں) کھانے میں چپاتیاں دیکھیں تو وہ سمجھے کہ یہ ہاتھ پونچھنے کے لیے دستی رومال ہیں، کھانے کے بعد ہاتھ پونچھنے کے لیے جب انہوں نے ان باریک چپاتیوں کو اٹھایا تو معلوم ہوا کہ یہ تو روٹی ہے، اسی طرح جب ان کو پہلی مرتبہ کافور سے سابقہ پڑا تو وہ سمجھے کہ یہ نمک ہے، اور بعض اوقات انہوں نے اس کو آٹے کے ساتھ گوندھ دیا۔

غرض یہ کہ جب فتوحات کا دور شروع ہوا تو ان بادیہ نشینوں کو ایک ایسے ترقی یافتہ اور دلکش تمدن سے سابقہ پڑا جس کو انہوں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا، اس لیے اس کا پورا امکان ہی نہیں، بلکہ اس کے سب قرائن موجود تھے کہ وہ اس تمدن پر دیوانہ وار اور پروانہ وار گرتے، اور اس کی ہر خو کو اختیار کرتے اور اس پر فخر کرتے، ان کے تمدن و معاشرت روزمرہ کی زندگی اور خوراک و پوشاک کا معیار اتنا اونچا ہو جاتا کہ اس کے حصول کے لیے ان کو حدودِ شریعت ہی نہیں، اپنے عرف و رواج کے حدود سے بھی تجاوز کرنا پڑتا، وہ اس سب کو ایک فیشن، ترقی پسندی، بلکہ بیداری اور حقیقت پسندی کی علامت کے طور پر اختیار کرتے......

(باقی صفحہ نمبر 44 پر)

# رزق کا دارومدار تقویٰ پر ہے

مولانا قاری عبد العزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ

خطوط کا انسانی زندگی، زبان وادب اور تاریخ پر گہرا اثر ہے۔ یہ سلسلہ ہائے خطوط اپنے انداز میں جدا اور نرالا ہے۔ اس کو لکھنے والے القاعدہ برِّ صغیر کی لجنۂ مالیہ کے ایک رکن، عالم و مجاہد بزرگ مولانا قاری ابو حفصہ عبد الحلیم ہیں، جنہیں میادین جہاد 'قاری عبد العزیز' کے نام سے جانتے ہیں۔ قاری صاحب سفید داڑھی کے ساتھ کبر سنی میں مصروفِ جہاد رہے اور سنہ ۲۰۱۵ء میں ایک صلیبی امریکی چھاپے کے نتیجے میں، قندھار میں مقامِ شہادت پر فائز ہو گئے، رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃ۔ قاری صاحب نے میدانِ جہاد سے وقتاً فوقتاً اپنے بہت سے محبین و متعلقین (بشمول اولاد و خاندان) کو خطوط لکھے اور آپ رحمہ اللہ نے خود ہی ان کو مرتب بھی فرمایا۔ ادارہ 'نوائے غزوۂ ہند' ان خطوط کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ پاک ان خطوط کو لکھنے والے، پڑھنے والوں اور شائع کرنے والوں کے لیے توشۂ آخرت بنائے، آمین۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابو کی طرف سے پیارے بچوں کے نام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید قوی ہے کہ بفضل اللہ آپ سب پیارے اپنی والدہ کے ساتھ خیر وعافیت سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ لوگوں کو عافیت میں رکھیں، زیادہ سے زیادہ دین سیکھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دیں، آمین!

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ (سورۃ الحشر: ۱۸-۲۰)

> ”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے (اچھی طرح جائزہ لے) کہ اس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ یقیناً تمہارے ان سب اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے، تو اللہ نے انہیں خود اپنا نفس بُھلا دیا، یہی لوگ فاسق (نافرمان) ہیں۔ دوزخ میں جانے والے اور جنت میں جانے والے کبھی یکساں نہیں ہو سکتے۔ جنت میں جانے والے ہی اصل میں کامیاب ہیں۔“

بچو! قیامت ہماری آخری منزل ہے اور جنت کا حصول ہمارا اصل ہدف ہے۔ آخرت کی کامیابی ہی ہمارا اصل مقصود ہونا چاہیے۔ دنیا تو محض گزر گاہ ہے، اسی دوران ہمیں آخرت کو کامیاب بنانا ہے اور ہر ایک کو یہاں سے چلے جانا ہے اور بس! اس لیے اللہ تعالیٰ کے مذکورہ فرمان کو دھیان میں رکھنا اور اللہ تعالیٰ کو ہمہ وقت یاد رکھنا اور کبھی بھی اس کی یاد سے غفلت نہ برتنا۔

اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے ذکر سے غفلت دنیا و آخرت دونوں کی بربادی کا موجب ہے۔ جو لوگ اللہ کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل رہتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں کہ:

> وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○ (سورۃ الکہف: ۲۸)

> ”(اے رسول ﷺ!) اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلبگار بن کر صبح و شام اسے پکارتے ہیں (یعنی صحابہؓ)، اور ان (صحابہؓ) سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو۔ کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو؟ کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہشِ نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور جس کا طریق کار افراط و تفریط پر مبنی ہے۔“

تم لوگ اس بات کو اپنے ذہن میں ہمیشہ کے لیے راسخ کر لو کہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر رزق تم لوگوں کی تقدیر میں لکھ رکھا ہے اسے ہر حال میں تمہیں دنیا میں مل کر ہی رہے گا خواہ تم لوگ اسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اطاعت گزار بندے بن کر وصول کر لو یا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان بن کر چوری چکاری اور غلط طریقے سے رزق لینا چاہو۔ مگر غلط طریقے سے رزق ذرا مشکل ہی سے ملتا ہے!!!

دراصل رزق کا دارومدار تقویٰ پر ہے۔ اگر تقویٰ کی روش اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے رزق دے گا جو کسی کے وہم و گمان میں نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ (سورۃ الطلاق: ۲-۳)

"جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا۔ اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اس کا گمان بھی نہ جاتا ہو۔"

اور اگر تقویٰ اختیار کرنے کے بجائے الٹا اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے ذکر ہی سے روگردانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ روزی کے ذرائع ہی تنگ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ○
قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ○ (سورۃ طٰہٰ: ۱۲۴-۱۲۵)

"اور جو میرے ذکر (درسِ نصیحت) سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہو گی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا، پروردگار! دنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا، یہاں مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟"

اس لیے تم سب سے ابو کا کہنا ہے کہ دنیا میں ہمیشہ تقویٰ کی روش اپنا کر زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے رہنا کیونکہ یہ دنیا فانی ہے۔ تقویٰ اختیار کرنا، اللہ تعالیٰ سے ہر معاملے میں ڈرتے رہنا اور کوئی دیکھے یا نہ دیکھے اللہ تعالیٰ ہمہ وقت ہمیں دیکھ رہا ہے۔ اس عقیدے کو دل و جان کا جزو بنانا اور اس کے مطابق ہر کام کو سر انجام دیتے رہنا، اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔

یہ چند باتیں ہیں جن کو ہمیشہ یاد رکھو، ان پر عمل پیرا ہو، ان شاء اللہ کامیاب رہو گے:

- تم لوگ تو جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت معمول کے مطابق کرتے ہو گے۔ جمعہ کے دن اس کو ضرور تلاوت کرتے رہنا اور صبح و شام کے اذکار کا ضرور اہتمام کرنا۔
- جو بڑے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ چھوٹوں کو ادب سکھائیں، ان کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آئیں، انہیں پیار کریں اور چھوٹوں کو چاہیے کہ وہ اپنے بڑوں کا احترام کریں۔
- میرے پیارے بچو! (خصوصاً بڑے لڑکوں اور بڑی بچیوں سے کہہ رہا ہوں) اپنی نظر کی ضرور حفاظت کرتے رہنا اور اس کے لیے اس دعا کو یاد کرنا اور اس کو اپنی دعاؤں کے ساتھ پڑھتے رہنا۔

اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِي مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِي مِنَ الرِّيَاءِ وَلِسَانِي مِنَ الْكَذِبِ وَعَيْنِي مِنَ الْخِيَانَةِ. فَإِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ

"اے اللہ! تو میرے دل کو نفاق سے پاک کر دے اور میرے عمل کو دکھاوے (ریاکاری) سے محفوظ فرما اور میری زبان کو جھوٹ سے پاک فرما اور میری آنکھوں کو خیانت کرنے سے محفوظ فرما۔ کیونکہ تو ہی آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور تو ہی دلوں کے مخفی راز سے بھی باخبر ہے۔" (مشکوۃ المصابیح، باب جامع الدعاء)

- اس دعا کو بھی یاد کرنا اور اس کو اپنی دعاؤں کے ساتھ پڑھتے رہنا:

اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَأَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَأَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَآثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَأَرْضِنَا وَارْضَ عَنَّا

"اے اللہ! تو ہمیں (اپنی نعمتوں میں سے) زیادہ عطا فرما اور کم نہ کر، اور ہمیں عزت دے اور ذلیل نہ کر، اور ہمیں (تو اپنے خزانوں سے) عطا فرما اور محروم نہ کر، اور ہم کو ترجیح دے اور ہم پر دوسروں کو ترجیح نہ دے، اور تو ہم سے راضی ہو جا اور ہم سے بے رخی نہ برت۔" (کنز العمال)

- ان کے علاوہ ان دونوں دعاؤں کو بھی یاد کر لینا اور ان کو اپنی دعاؤں کے ساتھ پڑھتے رہنا:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَالنَّارِ

"اے اللہ! میں تجھ سے تیری رضا اور جنت مانگتا ہوں، اور میں تجھ سے تیرے غضب اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں۔" (رد المحتار)

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِيْمَانًا لَا يَرْتَدُّ، وَنَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ، وَمُرَافَقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَعْلَى غُرَفِ الْجَنَّةِ جَنَّةِ الْخُلْدِ

اے اللہ! میں تجھ سے ایسے ایمان کا طالب ہوں جو پلٹنے والا نہ ہو، اور ایسی نعمتوں کا طالب ہوں جو ختم ہونے والی ہوں، اور میں تجھ سے نبی ﷺ کی معیت کا طالب ہوں جنت کے ایسے بلند و بالا محل میں جو دائمی ہو۔ (مسند احمد)

پہلے بھی جو کچھ لکھا ہے ان کو مت بھولنا اور ان پر عمل کرتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین پر عمل کی توفیق دیں اور اس کی راہ میں استقامت عطا فرمائیں، آمین!

اب میں اجازت چاہوں گا۔ اپنے سب چچاؤں، ماموؤں، نانو کو میری طرف سے سلام عرض کر دینا اور بچی کے لیے خصوصی پیار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

قاری
عبدالعزیز

۲۳ شوال ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۸ اگست ۲۰۱۵ء

[قاری عبد العزیز صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خط اپنی شہادت سے محض دو ہفتے قبل تحریر کیا تھا۔ (ادارہ)]

☆☆☆☆☆

# گوشۂ افکارِ شاعرِ اسلام

## علامہ محمد اقبالؒ

تشریح و ترجمانی: محمد عفّان عثمان جے پوری

نوا پیرا ہو اے بلبل کہ ہو تیرے ترنّم سے
کبوتر کے تنِ نازک میں شاہیں کا جگر پیدا

دعوت میں اللہ جل جلالہ نے عجیب تاثیر رکھی ہے۔ یہ پتھروں کو موم اور روئی کو چٹان میں بدل سکتی ہے۔ دعوت و تبلیغ ہی وہ ذریعہ ہے جس نے عرب کے سخت دل و سخت جان لوگوں کو ایسا نرم بنا دیا کہ چشمِ آسمان نے ان جیسا کوئی دوسرا رقیق القلب نہیں دیکھا۔ آپس میں صدیوں سے دست و گریبان لوگوں کو ایسی محبت عطا کی کہ اک دوجے کی جان کے دشمن اک دوجے کے محافظ بن گئے۔ اسی دعوت کا اثر یہ بھی ہوا کہ بدر یومِ فرقان کے دن نفوسِ قدسیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے سگے رشتہ داروں کو تہہ تیغ بھی کیا اور رسیوں سے مضبوطی سے باندھا بھی۔ دوسری طرف اسی ابلاغ کا منفی اثر ہے کہ شاہینوں کے نشیمن میں کرگس بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔

دعوتِ دین و جہاد شیوۂ پیغمبری ہے۔ اس راہ کی کٹھنائیاں بڑی سخت ہیں۔ کبھی کبھی اس راہ کی کٹھنائیاں، طبیعت کی تنگی، لوگوں کی باتیں دل میں انقباض پیدا کر دیتی ہیں۔ پھر اس انقباضِ قلب کے سبب بلبلِ گلشن خاموش ہو جاتا ہے۔ اس پر غم کا ایک سایہ سا چھا جاتا ہے۔ سوچیے جس کا کام ہی کارِ نبوت ہو، جو داعی الی اللہ ہو، وہی سو جائے تو گلشن کا کیا بنے گا؟

صاحب جوامع الکلم حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے برحق فرمایا ”إنّ من الشعر حكمة (بخاري)“، کہ بے شک بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے۔ اقبال پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں، کس خوبی سے ایک ہی شعر میں گہرے معانی سمو دیے ہیں۔

بلبل جو مرغزار و جنگل کا ناطق ہے، جس کے نغمے سبھی کا دل لبھاتے ہیں، ہنستوں کو رلاتے اور روتوں کو ہنساتے ہیں، اسی بلبل کو اقبال مخاطب ہے، محمد اقبالؒ لاہوری بھی اور بلندی والا اقبال بھی۔ اقبال کہہ رہا ہے کہ اے بلبل! جو کسی بھی سبب سے آج خاموش ہے، نوا پیرا ہو جا! منبر و محراب سے پھر وہی صدائے حق بلند کر، مسجد کے مناروں سے پکار پکار کے کہہ: حیّ علی الصلاۃ، نماز کی طرف آؤ، کہہ: حیّ علی الفلاح، کامیابی کی طرف آؤ جو دین پر عمل میں ہے، کہہ: حیّ علی الجہاد، آؤ عزت کی راہ جہاد کی طرف، کہہ: یا خیل اللہ ارکبی، اے رات کے راہو! اٹھو! باطل سے ٹکرانے کا وقت آیا۔ بلبلِ زمانہ تجھے کیا ہو گیا؟ کیا تُو بھول گیا ہے کہ تیرے اسلاف کے زمانے میں یہ سبھی صدائیں انہی کے لبوں سے مسجدوں کے مناروں سے بلند ہوتی تھیں۔ پھر اے بلبل تیری ہی نوا و صدا سے مائیں اپنے بچے دینُ اللہ کی خاطر سر پہ سہرے کی جگہ کفن باندھ کر وار دیتی تھیں۔ اے بلبل! تو ہی داعی ہے، تو ہی طالبِ علم و مجاہد ہے، تو ہی داعی الی الخیر اور داعی الی الجہاد ہے، امت کی عزت و مجد کی طرف پکارنا تیرا ہی فرض ہے! اٹھ بانگِ حق بلند کر کہ تیرے ہی ترنم سے کبوتر سے نازک دل و محتاط و خوبصورت پرندے میں شاہین کا وہ جذبۂ آہنی والا جگر پیدا ہو گا جس کے دم سے ہند تا روما کی سلطنتوں نے تاراج ہونا ہے! جاگ اے بلبل کہ تیری صدا سے پورا مرغزار سر بکفن و تیغ بکف ہو جائے گا!

☆☆☆☆☆

# جمہوریت کا جال

جمہوری نظام میں شرکت کی جھوٹی امیدوں کا پردہ چاک کرتی ہوئی تحریر

محمد ابراہیم لَڈوِک

محمد ابراہیم لَڈوِک (زید مجدہ) ایک نو مسلم عالمِ دین ہیں جنہوں نے عالَمِ عرب کی کئی جامعات میں علمِ دین حاصل کیا۔ موصوف نے کفر کے نظام اور اس کی چالوں کو خود اسی کفری معاشرے اور نظام میں رہتے ہوئے دیکھا اور اسے باطل جانا، ثم ایمان سے مشرف ہوئے اور علمِ دین حاصل کیا اور حق کو علیٰ وجہ البصیرۃ جانا، سمجھا اور قبول کیا، پھر اسی حق کے داعی بن گئے اور عالَمِ کفر سے نبرد آزما مجاہدین کے حامی اور بھرپور دفاع کرنے والے بھی بن گئے (نحسبہ کذلک واللہ حسیبہ ولا نزکي علی اللہ أحدا)۔ انہی کے الفاظ میں: 'میرا نام محمد ابراہیم لَڈوِک ہے (پیدائشی طور پر الیگزانڈر نیکولئی لڈوک)۔ میں امریکہ میں پیدا ہوا اور میں نے علوم تاریخ، تنقیدی ادب، علمِ تہذیب، تقابلِ ادیان، فلسفۂ سیاست، فلسفۂ بعد از نو آبادیاتی نظام، اقتصادیات، اور سیاسی اقتصادیات امریکہ اور جرمنی میں پڑھے۔ یہ علوم پڑھنے کے دوران میں نے ان اقتصادی اور معاشرتی مسائل پر تحقیق کی جو دنیا کو متاثر کیے ہوئے ہیں اور اسی دوران اس نتیجے پر پہنچا کہ اسلام ایک سیاسی اور اقتصادی نظام ہے جو حقیقتاً اور بہترین انداز سے ان مسائل کا حل لیے ہوئے ہے اور یوں میں رمضان ۱۴۳۳ھ میں مسلمان ہو گیا'، اللہ پاک ہمیں اور ہمارے بھائی محمد ابراہیم لڈوک کو استقامت علی الحق عطا فرمائے، آمین۔ جدید سرمایہ دارانہ نظام، سیکولرازم، جمہوریت، اقامتِ دین و خلافت کی اہمیت و فرضیت اور دیگر موضوعات پر آپ کی تحریرات لائق استفادہ ہیں۔ مجلہ 'نوائے غزوۂ ہند' شیخ محمد ابراہیم لڈوِک (حفظہ اللہ) کی انگریزی تالیف 'The Democracy Trap' کا اردو ترجمہ بطورِ مستعار مضمون پیش کر رہا ہے۔ (ادارہ)

## جغرافیہ

یہ ایک معروف و مسلّمہ حقیقت ہے کہ یہود و نصاریٰ نے مسلم علاقوں کو اس طرح تقسیم کیا کہ اس کے نتیجے میں اسلام اور مسلمانوں کو جس قدر ممکن ہو کمزور کیا جا سکے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا “.فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ :”بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ! وَلَيَنْزَعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ“، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ”حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ“۔(سنن ابی داؤد، ۴۲۹۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایسا وقت آنے والا ہے کہ دوسری امتیں تمہارے خلاف ایک دوسرے کو بلائیں گی، جیسے کھانے والے اپنے پیالے پر ایک دوسرے کو بلاتے ہیں“۔ تو کہنے والے نے کہا: کیا یہ ہماری ان دنوں قلّت اور کمی کی وجہ سے ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ تم ان دنوں بہت زیادہ ہو گے، لیکن جھاگ ہو گے جس طرح کہ سیلاب کا جھاگ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا“۔ پوچھنے والے نے پوچھا: 'اے اللہ کے رسول! وہن سے کیا مراد ہے؟'، آپ ﷺ نے فرمایا: ”دنیا کی محبت اور موت کی کراہت“۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ نو آبادیاتی دور میں ہونے والی مسلم علاقوں کی تقسیم کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ جس طرح سے ان علاقوں کو تقسیم کیا گیا وہ بالکل ایسے ہی تھا جیسے دستر خوان پر بیٹھے ہوئے لوگ کسی کھانے کو آپس میں بانٹیں۔ بہر حال، جدید دور میں پیش آنے والے واقعات اور اس حدیث میں بیان ہوئی تفصیلات میں بعض مماثلتیں موجود ہیں۔

مسلم علاقوں کی تقسیم، مسلمانوں کو کمزور اور محکوم رکھنے کی مؤثر ترین حکمت عملیوں میں سے ایک ہے۔ قوّت اتحاد و اتفاق میں ہے، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں متفق و متحد رہنے کا حکم دیا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْھَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَھْتَدُوْنَ؁ (آل عمران۔۱۰۳)

”اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رکھو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ نے تم پر جو انعام کیا ہے اسے یاد رکھو کہ ایک وقت تھا جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، اللہ نے تمہیں اس سے نجات عطا فرمائی۔ اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں کھول کھول کر واضح کرتا ہے، تاکہ تم راہ راست پر آجاؤ۔“

جمہوری نظام میں شرکت و شمولیت کے خطرناک نتائج میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ان غیر فطری قومی ریاستوں کو مضبوط کرنے میں اپنا حصّہ ڈالنے لگتے ہیں، جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی من حیث الامۃ اتفاق و اتحاد سے نظام دنیا میں حصّہ لینے کی صلاحیت کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی جاتی ہے۔

جمہوریت میں شرکت کا مطلب ایک ملکی حکومت کے اندر رہتے ہوئے طاقت و اقتدار کے حصول کے لیے مقابلہ و کوشش کرنا ہے، اور اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ حکومت اور اس کا انتخاب کرنے والوں کو خدمات فراہم کی جائیں۔ حکومت اس بات کی ذمّہ دار ہے کہ وہ ان سرحدوں کو نہ صرف قائم رکھے بلکہ مزید مضبوط کرے جنہوں نے امت کو ٹکڑوں میں تقسیم کر رکھا ہے اور ہمیں دشمنوں کے ہاتھوں ذلیل ہونے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ جو کوئی بھی اس حکومت کی حمایت کرتا ہے، وہ درحقیقت ان سرحدوں کی بھی حمایت کرتا ہے جو اس حکومت نے قائم کر رکھی ہیں۔ یہ فرائض اور ذمّہ داریاں قانون کا حصّہ بن چکی ہیں، لہٰذا ایسی حکومت کے لیے کام کرنے سے بھلے چند اسلامی حقوق حاصل کر بھی لیے جائیں، تو بھی یہ لازم ہو گا کہ تمام کام قومی آئینی حدود میں رہتے ہوئے کیے جائیں۔

ذرا تصور کیجیے کہ ایک متحد قوم کیسے کام کرتی ہے۔ اگر کوئی ایک علاقہ کسی قدرتی آفت مثلاً زلزلہ یا طوفان سے متاثر ہو تو ایسی صورت میں مرکزی حکومت پورے ملک سے وسائل کشید کر کے اس متاثرہ علاقے کی امداد کے لیے استعمال کرتی ہے۔ اسی طرح امت مسلمہ کے لیے بھی اپنے کام بطریقِ احسن انجام دینے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے وسائل کو اس سمت میں استعمال کر سکیں کہ جہاں ان کی ضرورت ہے۔ کیونکہ امّت ایک جسدِ واحد کی مانند ہے، اگر جسم کا ایک حصّہ بیمار ہو تو پورا جسم اس کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایک متحد وجود وسائل کو مؤثر طور پر اس جگہ استعمال کر سکتا ہے جہاں ان کی ضرورت ہو، اور اس طرح وہ پورے جسم کو مضبوط کرتا ہے اور اس کی نگہداشت کرتا ہے۔

جمہوری نظام کے اندر رہتے ہوئے کام کرنے کا مطلب ہے کہ مسلمانوں کے وسائل کا رخ اوّلاً و ترجیحاً اس قومی ریاست کے مفادات حاصل کرنے کی جانب ہو گا۔ اگر یہ وسائل دینی مقاصد کے لیے استعمال ہوئے بھی تو وہ مقاصد اس قومی ریاست کی قومی حدود یا قومی مفادات کے اندر مقیّد و محدود ہوں گے، اور اگر مسلمان سیاستدانوں نے ان وسائل کو خالصتاً دینی بنیادوں پر اپنی قومی سرحدوں کے باہر دوسرے علاقوں کے مسلمانوں کی مدد و نصرت کے لیے استعمال کرنا چاہا تو بھی یہ کام کرنے کے لیے انہیں حکومت میں شامل دیگر عناصر کی حمایت و موافقت درکار ہو گی، جن میں سے کئی اسلام اور مسلمانوں کے لیے کسی قسم کا جذبۂ ہمدردی نہیں رکھتے۔

یہ ایک اور نقصان ہے ایک ایسے نظام کا حصّہ بن کر کچھ قوّت حاصل کرنے کی کوشش کی خاطر وسائل اور سرمایہ لگانا کہ جس میں طاقت و اقتدار کفار اور فسّاق کے ساتھ بانٹنا ہو گا۔ اگر یہی وسائل ایسی اسلامی تحریکات کی تقویت کے لیے صرف ہوں جو کھلے فُساق اور کفار کو طاقت و اختیار کے مناصب تک آنے کا راستہ ہی نہیں دیتیں، تو مسلمان کے ہاتھ اپنی طاقت و وسائل کو مطلوبہ جگہوں پر استعمال کرنے کے لیے کھل جائیں گے، چنانچہ امّت کے اتحاد اور قوّت میں اضافہ ہو گا۔

ایسی تحریک جو قومی ریاستی حدود کی پابندیوں سے آزاد ہو، ممکن ہے اس کے پاس اسلامی مقاصد پر خرچ کرنے کے لیے زیادہ سرمایہ نہ ہو۔ لیکن اس کے پاس اپنے وسائل اور سرمائے کو ایسے کاموں اور جگہوں پر صرف کرنے کے مواقع کئی گنا زیادہ ہوں گے کہ جہاں سرمائے کا استعمال بیک وقت زیادہ مفید و مؤثر ہونے کے ساتھ ساتھ کفار و منافقین کو کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچائے گا۔

## قومیت

جمہوریت پر ہونے والی بعض تنقیدوں کا دائرۂ کار صرف ملکی سطح تک محدود ہوتا ہے، لیکن درحقیقت قوم کا یہ جدید تصور بذاتِ خود ایک جمہوری تصور ہے، اور اسے عالمی سطح پر تسلیم کرنے یا قومیت کے اس نمونے کو استعمال کرنے کی کوشش کرنے کی صورت میں ہم انہی اندھی کھائیوں میں جا گرتے ہیں جیسا کہ ملکی جمہوریت میں۔

بین الاقوامی قوانین کے تناظر میں، قومیں / ریاستیں تب (اپنی آزادی و خود مختاری کا) قانونی جواز حاصل کر پاتی ہیں جب دیگر آزاد و خود مختار ریاستیں انہیں تسلیم کر لیں۔ یہ دیگر خود مختار ریاستیں آزاد و خود مختار کیونکر ہو پائیں؟ تو یہ ایک ایسے قانونی قاعدے کے نتیجے میں آزاد و خود مختار بنیں جو خدا کے بجائے انسانوں کا تخلیق کردہ ہے۔ وہ اوّلین اقوام جن کو اس طرز پر آزادی ملی وہ یورپ کی اقوام تھیں، اور پھر وہاں سے ان قانونی قواعد و معیارات کو باقی دنیا کو برآمد کیا گیا۔ چونکہ یورپی ممالک نے زیادہ تر ایسی ہی اقوام کی آزادی تسلیم کی جو یورپی مفادات سے میل کھاتی تھیں، لہٰذا قوموں کے اس الیکٹوریٹ (انتخاب دہندگان کا گروہ) کا کردار شروع سے ہی بعض مخصوص اقدار و مفادات کے ایک مجموعے کے مطابق ڈھالا گیا ہے۔

دیگر ممالک کے ساتھ سفارتی تعلقات ٹوٹ جانے کی صورت میں بھی ایک ملک اپنی قانونی حیثیت کھو سکتا ہے۔ یہ حیثیت کھو جانے سے ایک ملک کو شدید معاشی اور سیاسی نتائج کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، جس کے باعث اس کی تجارت اور اس کے شہریوں کی سفر کی صلاحیت متاثر ہو سکتی ہے۔ یوں بین الاقوامی برادری قومی حکومتوں پر کوئی مخصوص رویہ اپنانے کے لیے دباؤ ڈال سکتی ہیں، اور یوں اس حکومت (اور نتیجتاً اس کے تحت جیتے عوام) کی پالیسیوں اور رویّوں کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال سکتی ہیں۔

افراد کی سطح پر، ریاست کے سامنے تسلیم و رضا کا اظہار ہمہ وقت زیرِ نگرانی رہنے کو قبول کر لینے اور ریاست کی جانب سے فراہم کردہ مراعات تک رسائی چاہنے سے ہوتا ہے۔ یہ کیسے کیا جاتا ہے؟ یہ ریاست کے پاس اپنی پیدائش اور رہائشی تفصیلات رجسٹر کرانے سے ہوتا ہے، جو کہ ریاستی بالادستی تسلیم کرنے کا خاموش اقرار ہے۔ اگر کوئی شخص کسی ادارے یا ہیئت کے اختیار کو منظور اور تسلیم نہیں کرتا تو وہ قطعاً اپنی شخصی معلومات اور تفصیلات اس با اختیار ادارے یا ہیئت کو فراہم نہیں کرے گا۔

ریاست کے ساتھ اطاعت و فرمانبرداری کا یہ تعلق ایک شہری کی زندگی میں حکومتی نمائندوں، جن میں ڈاکٹر، اساتذہ، پولیس افسر، جج، اور دیگر انتظامی افراد مثلاً رجسٹرار و پٹواری حضرات اور ٹیکس اکٹھا کرنے والے شامل ہیں، سے تعامل کے نتیجے میں مزید گہرا اور پختہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ تعامل کی ان اکثر انواع کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ پیدائش کے اندراج کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس طرح ریاست اپنے شہریوں پر بین الاقوامی نظام کی مرضی کو مسلط کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ قومی یا ریاستی جواز اسی علاقے یا حکومت کو عطا کیا جاتا ہے جو بین الاقوامی نظام کے لیے مناسب درجے میں تسلیم و اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہیں، اور ریاست کے اندر شہریت انہی لوگوں کو دی جاتی ہے جو ریاست کے سامنے مطلوبہ حد تک تسلیم واطاعت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

عالمی نظام میں قبولیت حاصل کرنا ایک دوطرفہ معاملہ ہے۔ ایک ریاست اس نظام میں شرکت کر کے قانونی حیثیت حاصل کر سکتی ہے، لیکن یہ کرتے ہوئے وہ خود اس طریقۂ کار (یعنی اس نظام) کو قانونی جواز عطا کرتی ہے۔ یعنی اس نظام سے اپنی قانونی حیثیت تسلیم کروانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نظام کی قانونی حیثیت اور اختیار تسلیم کرتے ہیں، اور اس نظام کی حیثیت و اختیار کو تسلیم کرنے کا مطلب ہے کہ آپ اس نظام کے رائج اور نافذ کردہ قوانین اور معیارات کی حمایت کرتے ہیں۔ یہ وہ معیارات اور قوانین ہیں جو اس نظام میں شمولیت اختیار کرنے والی ریاستوں نے وضع کیے ہیں اور وہی ان کی قانونی حیثیت و قوت کی بھی ضامن ہیں۔ فلہٰذا عالمی نظام کے تحت اپنی قانونی حیثیت تسلیم کروانے کی کوشش سے یہ لازم آتا ہے کہ ان دیگر ریاستوں کا کردار بحیثیت واضع قانون بھی تسلیم کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ قوانین کئی مقامات پر شریعت سے متصادم ہیں، جو اس نتیجے کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ عالمی نظام میں شمولیت اختیار کرنا بذاتِ خود اسلام سے مطابقت نہیں رکھتا، اور یہ کہ قانونی طور پر تسلیم شدہ ریاستیں بذاتِ خود طواغیت یا معبودانِ باطل ہیں جن کو عبادت میں اللہ کے ساتھ شریک کیا جاتا ہے۔

ریاستی جمہوریت میں رائے دہندگان قانون سازی کا وہ اختیار جو کہ خالصتاً اللہ کا حق ہے اپنے منتخب نمائندوں کو عطا کرتے ہیں۔ عالمی نظام میں، ریاستیں ایک دوسرے کو قانونی سازی کا اختیار عطا کرتی ہیں۔ دونوں صورتوں میں انسان وہ کام کر رہے ہیں جس کو کرنے کا انہیں کوئی حق نہیں...... ایک ایسا اختیار جو اللہ ہی کے لیے خاص ہے، اسے ماسوا اللہ کے کسی اور کو عطا کر دینا۔

## جمہوریت اور تکفیر پر ایک ملاحظہ

جمہوریت کا راستہ وہ راستہ نہیں ہے جسے میں کسی بھی مسلمان کے لیے پسند کروں گا۔ البتہ جو لوگ اس راستے کو جائز و مباح سمجھتے ہیں، میں ان کی تکفیر پر بھی کوئی حتمی موقف اختیار نہیں کر سکتا۔ ہمارے دور کے بعض علمائے کرام نے جمہوریت اختیار کرنے کو بعض مخصوص حالات میں جائز قرار دیا ہے، اور میں اتنا علم نہیں رکھتا کہ حتمی طور پر یہ کہہ سکوں کہ وہ صحیح ہیں یا غلط۔

بعض سیاسی وجوہات کی بنا پر بھی یہ مسئلہ دھندلا سا گیا ہے۔ جمہوریت کی مخالفت ان علماء میں بطورِ خاص نمایاں ہے جو سعودی سلفی مکتب فکر سے وابستہ ہیں۔ ایک بادشاہت کی حیثیت سے آلِ سعود میں جمہوری انقلاب کے امکان کے حوالے سے کافی تشویش اور بے چینی پائی جاتی ہے، اور اس تشویش اور بے چینی کا اثر سعودی مذہبی اسٹیبلشمنٹ اور پھر آگے اس سے جڑے عالمی نیٹ ورک پر بھی پڑا ہے۔

تاریخی اعتبار سے سعودی مذہبی اسٹیبلشمنٹ تکفیر میں شدت اختیار کرنے اور مسلمانوں کا خون ناحق بہانے کے سبب تنقید کا نشانہ بنتی رہی ہے۔ ان میں سے بعض اعتراضات بجا ہو سکتے ہیں، جبکہ دیگر یقینی طور پر مبالغہ آرائی پر مبنی ہیں۔ ان کے دفاع میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ جو تکفیر میں غیر ضروری تاخیر کرتے ہیں جبکہ وہ ناگزیر ہو، تو انہوں نے مسلمان عوام کو اپنے بیچ موجود کفار کے دھوکہ باز ایجنٹوں کے خلاف اکٹھا اور متحد کرنے میں ناکام رہ کر امت کو کم از کم اتنا ہی نقصان پہنچایا ہے۔

بہر حال، اس موضوع کا جائزہ لیتے ہوئے، یہ ضروری ہے کہ اس بحث میں موجود سیاسی پہلوؤں سے آگاہی ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے مسلمان موجود ہیں جو جمہوریت میں شرکت کرنے والے مسلمانوں کی تکفیر میں غلو کی حد تک چلے گئے۔ ہمیں اس معاملے میں اعتدال پر قائم رہنے کے لیے بہت محتاط اور کوشاں ہونا چاہیے۔ ہمیں جمہوریت پر تنقید کو ترک نہیں کرنا چاہیے کہ بے شک یہ جاہلیت کا ایک بے ہودہ نظریہ ہے۔ اس کے باوجود ہم نے حالیہ دہائیوں میں اس مسئلہ پر مسلمانوں کے مابین کافی اختلاف و تنازع پیدا ہوتا دیکھا ہے، اور ہمیں ان مسلمانوں پر کوئی بھی فتوی یا لیبل لگانے سے پہلے بہت احتیاط برتنی چاہیے جو ضرورت کے تحت جمہوریت کے جواز کے قائل ہیں۔

مجھے امید ہے کہ یہ تحریر مسلمانوں کو ایسے مزید فکر طلب معاملات دکھائے گی جن پر ان کو جمہوریت میں شرکت کرنے کا فیصلہ کرنے سے پہلے غور و فکر کرنا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی بھی طرح کے حالات میں جمہوریت میں حصہ لینے سے گریز کرنا ہی بہتر ہے، اور یہ کہ توحید (کی سالمیت) کے لیے لازم ہے کہ ایسے نظاموں سے نفرت کی جائے اور ان سے عداوت کا رویّہ روا رکھا جائے۔ البتہ جب بات ان مسلمانوں کی ہو جو ان نظاموں میں حصہ لیتے ہیں تو ہمیں ان کو شک کا فائدہ دینا چاہیے، صبر و تحمل اور خلوص و محبت سے ان کو سمجھانا چاہیے، کیونکہ ممکن ہے کہ ہم پوری طرح سے ان کے حالات، نقطۂ نظر اور علمی سطح کے بارے میں نہ جانتے ہوں۔

ہاں اگر مسلمان بہتر متبادل میسر ہونے کے باوجود، جمہوریت میں شریک ہونے کے منہج پر مُصِر ہوں اور سمجھانے کو باوجود اسی راستے پر جمے رہیں تو بعض حالات میں مناسب ہو گا کہ ان کا

بائیکاٹ کیا جائے۔ اگر انہیں ایسے راستے اور طریقے میسر ہوں جو سنت سے قریب تر ہیں، لیکن وہ انہیں انحراف اور گمراہی کہہ کر رد کریں اور انہیں بدنام کریں تو ضروری ہے کہ ان کے شر سے بچایا جائے اور ان کے خلاف عامۃ المسلمین کو خبردار کیا جائے۔

مزید وضاحت کے لیے، ہم جمہوریت میں شرکت کرنے والے لوگوں کو چار گروہوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱) وہ جو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہجرت و جہاد غلبۂ اسلام کا ایک بہتر راستہ ہے، لیکن ان کا کہنا ہے کہ وہ قلّتِ استعداد یا ایمان کی کمزوری کے سبب جمہوریت میں شرکت کرتے ہیں۔

۲) وہ جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ موجودہ حالات میں جمہوریت غلبۂ اسلام کا درست طریقہ ہے، لیکن ساتھ ہی جو لوگ ہجرت و جہاد کی طرف دعوت دیتے ہیں، ان کی فکر و نظر کو ان کے جائز و درست اجتہاد کے طور پر قبول کرتے ہیں۔

۳) وہ جن کا دعوی ہے کہ آج کے حالات میں جمہوریت ہی غلبۂ اسلام کا صحیح راستہ ہے اور ہجرت و جہاد میں مصروف اور ان کی طرف دعوت دینے والوں کی مخالفت کرتے ہیں اور ان پر درست طریقے سے انحراف یا 'دہشت گردی' کا الزام لگاتے ہیں۔

۴) وہ جن کا ماننا ہے کہ جمہوریت شرک نہیں ہے بلکہ مکمل طور پر اسلام سے مطابقت رکھتی ہے۔

ان میں سے ہر ایک کا انحراف پچھلے (گروہ) کی نسبت زیادہ ہے، جبکہ چوتھا تو اس انحراف میں سب سے شدید ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ پہلے سے زیادہ احتیاط سے تعامل کرنے کی ضرورت ہے، نیز ان سے برتاؤ ان کی جمہوریت کی طرف داری اور حمایت کی شدت کے مطابق کیا جائے گا۔ ممکن ہے کہ پہلے دو کے لیے صرف نصیحت ہی کافی ہو، جبکہ آخری دو کے حوالے سے کم از کم خبردار کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ لوگوں کو اپنے نظریات کی طرف دعوت دیتے رہیں، تو مناسب ہو گا کہ ان کی تکفیر کرنے، نہ کرنے کے معاملے میں مستند علماء کی رائے لی جائے، یا کسی حقیقی اسلامی قوت کی طرف سے متعین کردہ قاضی کو ان کے نظریات کے ثبوت فراہم کیے جائیں، اس کے حکم کا اعلان ہو اور پھر اگر حد جاری کرنے کی صلاحیت ہو تو یہ بھی کیا جائے۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جمہوریت کا مسئلہ ایسا واضح نہیں ہے کہ اس پر کوئی بھی اٹھ کر خود سے کسی گروہ یا فرد کی تکفیر کر سکے۔ جو لوگ یہ اہلیت نہیں رکھتے کہ وہ تکفیر کا فتوی دے سکیں انہیں کسی کی بھی انفرادی طور پر تکفیر سے اجتناب کرنا چاہیے اور اپنے طور پر حد نافذ کرنے سے باز رہنا چاہیے، بلکہ یہ معاملہ جید و راسخ علمائے کرام اور حقیقی اسلامی حکّام پر چھوڑ دینا چاہیے۔ عام افراد اور ابتدائی درجے کے طلبہ کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ جمہوری نظام، جمہوریت میں شرکت اور اس کی طرف بلانے کے عمل کا کفر بیان کریں۔ اس سے بیزاری کا اظہار کریں، اپنے دل میں اس سے اور اس میں شرکت کرنے والوں کے اس فعل سے نفرت کے جذبات رکھیں، اور اس نفرت کا ظاہری اظہار بھی کریں، بالکل اسی طرح جیسے ایک صاحب ایمان اسلام اور مسلمانوں کے لیے محبت کو محسوس کرتا اور اس کا اظہار کرتا ہے۔

## اختتام

اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو میرے لیے اور جو کوئی بھی اس کو پڑھے اس کے لیے اصلاح کا باعث بنائیں، اس کو مسلمانوں کے لیے فائدہ مند بنائیں، اور اس کی غلطیوں اور شرور سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ اے اللہ، مسلمانوں کے دلوں میں اپنے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت کی محبت اور جاہلیت کے طور طریقوں کی نفرت ڈال دیں۔ اے اللہ، ہمیں توحید پر جینے مرنے والا بنا دیں، ہم قوانینِ شریعت کے قیام، نفاذ، اور اطاعت سمیت زندگی کے تمام شعبوں میں اپنی تمام تر صلاحیت کے ساتھ اکیلے آپ کی عبادت کی کوشش کریں۔

اے اللہ، ہمیں اپنے بھائیوں کی اصلاح اور نصیحت میں عاجزی، اخلاق، اور حکمت عطا فرما دیں، اور ہمیں وہ عاجزی عطا فرما دیں کہ ہم حق پر مبنی نصیحت کو قبول کر سکیں چاہے وہ حکمت، اخلاق اور عاجزی کے بغیر ہی کیوں نہ کی گئی ہو۔ اور ہمیں شریعت کے سائے تلے زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور اپنی شریعت کی رحمت پوری دنیا پر پھیلا دیجیے اور ایمان والوں کو اپنے غضب سے بچا لیجیے۔

اور درود و سلام ہو آخری نبی بن عبدللہ ﷺ پر، آپ ﷺ کے گھر والوں پر، اور آپ ﷺ کے اصحاب پر اور جو کوئی بھی یوم آخر تک اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کرے۔

والحمدللہ رب العالمین!

# مع الأستاذ فاروق

معین الدین شامی

## سفرِ وزیرستان[۱]

الحمد لله وكفى والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء.

اللّهم وفقني كما تحب وترضى والطف بنا في تيسير كل عسير فإن تيسير كل عسير عليك يسير، آمين!

ہم استاذ سے کئی سو کلو میٹر دور تھے، استاذ قرار گاہِ مجاہدین وزیرستان میں اور ہم قلب بِرّ صغیر لاہور میں۔ پچھلی نشستوں میں 'الطريق الى التغيير' کا کافی ذکر گزر چکا ہے۔ مرشد ظہیر بھائی کی امارت میں تقریباً سوا سال سے ہم اسی منصوبے میں مصروف تھے۔

ایک مومن مجاہد بھی ہوتا ہے اور ہر مجاہد کے لیے محاذِ جنگ پر وقت گزارنا بہت ضروری ہوتا ہے کہ جو اخلاق و کردار سازی اور سلوک و احسان کی منزلیں محاذ پر تہہ کی جاتی ہیں وہ کہیں اور ممکن نہیں۔ اس لیے استاذ اور ان کے رفقاء جو خود قائدین تھے کا یہ بہت پختہ نظریہ تھا وہ مجاہد ساتھی جو خالصتاً میدانِ قتال سے وابستہ نہیں وہ بھی سال کا کچھ عرصہ ضرور محاذِ جنگ پر گزارا کریں۔ استاذ کو اس کا موقع جب جب ملتا وہ خود بھی اس کا اہتمام کرتے اور ان کے رفقاء بھی اور یہ سب اپنے مامور ساتھیوں سے بھی محاذ پر وقت لگواتے۔ پھر اگر ساتھی باقاعدہ جنگ میں شریک نہ ہو سکتے تو کم از کم مراکزِ مجاہدین میں وقت ضرور گزارتے، خاص کر ایسے مجاہدین جن کا عموماً رہنا شہروں میں ہوتا ہے وہ قبائل میں کچھ وقت گزارتے۔ لہٰذا مارچ ۲۰۱۳ء میں مرشد ظہیر بھائی اولاً وزیرستان کی طرف گئے۔ ان کی واپسی ہوئی تو انہوں نے راقم السطور کو مئی ۲۰۱۳ء میں وزیرستان کی طرف روانہ کیا۔ ساتھ ہی ظہیر بھائی نے دو معاملات میں راقم کو بطورِ گواہ بنا کر بھی بھیجا کہ جاؤں اور جا کر فاروق بھائی کے سامنے معاملہ بیان کروں۔

لاہور سے وزیرستان کا سفر، سفر کم اور مہم زیادہ بن گیا۔ لاہور سے بنوں تک کے لیے مجھے ایک بس پر سوار کروایا گیا اور سوار کروانے والے بھائی نے کہا کہ ایک اور ساتھی بھی آپ کے رفیقِ سفر ہوں گے، وہ دور ہیں میں ان کو لے کر آتا ہوں اور آپ نے اتنی دیر میں بس چلنے نہیں دینی۔ میں نے ڈرائیور و کنڈیکٹر کی منت سماجت کی اور انہوں نے پندرہ منٹ تک بس روکے رکھی اور پھر میرے رفیقِ سفر آ گئے۔ جو ساتھی آئے دراصل میں ان کا رفیقِ سفر ہوں کہ وہ مجھ سے بہر لحاظ بڑے ہیں، ایک فاضل عالمِ دین ہیں، فقہ الواقع کا علم رکھتے ہیں، متواضع شخصیت ہیں، راقم کے استاذ بھی ہیں اور بے تکلف دوست بھی، آئندہ سطور میں ان کا ذکر 'مولوی صاحب' کر کے ہی کروں گا۔ جبکہ ہمیں گاڑی پر سوار کروانے والے بھائی کا نام 'عباس' تھا۔

عباس بھائی اب شہید ہو چکے ہیں۔ عباس بھائی نے استاذ رحمہ اللہ کے ساتھ وقت تو بہت زیادہ نہیں گزارہ البتہ اس کے باوجود اگر کہا جائے کہ عباس بھائی استاذ کے اصحاب میں نہایت متعمد لوگوں میں شامل تھے تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ محفلِ استاذ میں اصحابِ استاذ میں عباس بھائی کا ذکر اس محفل کی رونق میں باعثِ اضافہ ہو گا۔ عباس بھائی شہید ایک بہترین اِداري، میدانی قائد[۱]، با اصول، غیرت مند، شجاع، مخلص، اللہ کے لیے اپنے آپ کو خوب تھکانے والے، رازوں میں پکے، متواضع، ہوشیار اور زیرک انسان تھے۔ عباس بھائی ۲۰۰۹ء میں تنظیم القاعدہ سے وابستہ ہوئے، پھر ۲۰۱۰ء میں انہوں نے ابتدائی ٹریننگ کی اور اسی سال اوائل ۲۰۱۰ء میں سہیل بھائی (انجنیئر ملک محمد عادل شہید) سے دورۂ بارود کیا، اس دورۂ بارود میں کئی دیگر شہداء بھی شریک تھے جن میں ایک میجر ڈاکٹر مجاہد عظیم طارق شہید (گجرات سے تعلق رکھنے والے جو صفوفِ مجاہدین میں ڈاکٹر منصور کے نام سے معروف تھے)، ڈاکٹر حذیفہ صدیقی (میر پور آزاد کشمیر سے تعلق رکھنے والے بدر بھائی)، اسامہ مرزا بھائی (راولپنڈی کے یوسف بھائی جو میجر عادل عبد القدوس خان صاحب کے بڑے داماد بھی تھے)، محمد عسکری (غالباً اصلی نام ابرار تھا، راجن پور ڈیرہ غازی خان کے تھے) شامل تھے، دیگر شریک شہید ساتھیوں کے نام راقم کو یاد نہیں۔ اس دورۂ بارود کے اولین دنوں ہی میں شعبۂ بارود کے مرکز پر امریکی ڈرون طیاروں کی پرواز زیادہ ہو گئی، اس لیے مرکز بدلا گیا۔ مرکز کی تبدیلی سے قبل نئے مکان پر تعمیرات وغیرہ کا کام اہم تھا جس میں بیت الخلاء اور غسل خانے کی تعمیر میں عباس بھائی شہید نے محنت و مہارت سے کام کیا۔ جنوبی وزیرستان کے علاقے اعظم ورسک کے اس مرکز میں ملاقات اور لاہور میں تین مرتبہ سرسری ملاقات کے علاوہ عباس بھائی سے میری کوئی اور ملاقات نہیں ہوئی۔ لیکن ان پر امیر رہنے والے اور ان کے ساتھیوں نے ان کی زندگی میں بھی اور ان کی شہادت کے بعد بھی ہمیشہ ان کی بہت تعریف کی۔

عباس بھائی کا تعلق کم آمدنی والے قریب از متوسط گھرانے سے تھا اور اندرونِ لاہور کے رہنے والے، پکے لاہوریے تھے۔ پختہ عمر تھی، چالیس کے قریب۔ مسلکاً سلفی تھے۔ کثیر الاولاد تھے اور اپنے بچوں کو پاپا موٹر سائیکل پر گھمایا کرتے تھے۔ بنیادی ٹریننگ اور دورۂ بارود کے بعد ان

[۱] اِداري دراصل عربی کی اصطلاح ہے، اس کا ترجمہ ایڈمنسٹریٹر یا مینیجر کے طور پر کیا جا سکتا ہے، اسی طرح میدانی قائد ایسے شخص کو کہتے ہیں جس میں افراد کو سنبھالنے اور انہیں چلانے کی قائدانہ صلاحیت موجود ہو۔ بقول ہمارے برادرِ کبیر حافظ صہیب غوری صاحب کے کہ 'میدانِ جہاد میں ہر دو افراد کے اوپر ایک قائد کی ضرورت ہوتی ہے اور قائد سے ہماری مراد یہ نہیں کہ اس سے لیڈری کروانی ہے'۔

کی تشکیل ان کے اپنے علاقے یعنی لاہور ہی میں کر دی گئی۔ بعداً ۲۰۱۰ کے اواخر و ۲۰۱۱ء کے اوائل میں مشائخ القاعدہ نے استاذ فاروق بھائی سے تنظیم القاعدہ کے مرکزی قائدین میں سے ایک نہایت بلند مرتبہ اور امریکیوں کو نہایت مطلوب شخصیت کو پاکستان کے شہری علاقوں میں کہیں رکھنے کا بندوبست کرنے کو کہا تو اس نہایت ہوشیاری طلب، رازدارانہ اور شجاعت و بہادری والے کام کے لیے فاروق بھائی کی نظرِ انتخاب عباس بھائی رحمہ اللہ پر پڑی۔ لیکن اس سے قبل کہ فاروق بھائی عباس بھائی کی تشکیل اس اہم کام کے لیے کرتے، اللہ جل جلالہ کی جانب سے قدر غالب آ گئی اور وہ محترم شخصیت شہید ہو گئیں، فإنّا لله وإنّا إليه راجعون وقدر الله وما شاء فعل!

عباس بھائی ہمارے ایک اور ساتھی جنہیں بعض بھائی میاں صاحب کہتے تھے کہ ساتھ بطورِ معاون کام کرتے تھے اور میاں صاحب خود بہت سے ہمہ قسم کاموں میں مصروف تھے۔ ۲۰۱۲ء کے نصفِ اول میں میاں صاحب پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ اس نئی صورتِ حال میں بہت سے کام بند ہو گئے۔ یوں عباس بھائی خود سے اپنے عمومی مسئول کے پاس آئے اور کہا کہ 'میں (اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں اور) خدمتِ جہاد کا کام کروں گا، ہاں اتنا ہے کہ میں ایک دکان چلاتا ہوں، روزی روٹی اس سے جڑی ہے، فل ٹائم جہادی کام کروں گا تو وہ سلسلۂ معاش بند ہو جائے گا، اس لیے زیادہ نہیں، جو عام طور پر کفالہ (وظیفہ از بیت المال جو صرف بنیادی ضروریات کی ایک حد تک کفایت کرتا ہے) آپ دیگر ساتھیوں کو دیتے ہیں وہی مجھے بھی دے دیجیے گا'۔ یوں عباس بھائی نے اپنی زندگی کی تھوڑی سی راحت کا سامان بھی ترک کر دیا، وہ بہت زیادہ آمدنی رکھنے والے شخص نہیں تھے، لیکن انہوں نے اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا معیارِ زندگی اس سے بھی نیچا کر لیا اور فی سبیل اللہ جہاد کی خاطر فقر اختیار کر لیا اور خدمتِ جہاد و مجاہدین میں جُت گئے۔

ان کے مسئول نے بعد میں کہا کہ 'میاں صاحب کے جانے کے بعد ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا تھا اور عباس بھائی کے کام سنبھال لینے کے بعد وہ خلا بالکل پُر ہو گیا، حالانکہ ایسا عموماً نہیں ہوا کرتا'۔ پس عباس بھائی خدمتِ جہاد کرتے رہے، چھوٹے موٹے کاموں سے لے کر بڑی جہادی خدمتوں تک انہوں نے سب کچھ کیا۔ اسی راستے میں جان گھلاتے گھلاتے ۲۰۱۳ء کے ستمبر کے پہلے عشرے میں گرفتار ہو گئے۔ ستمبر کے پہلے عشرے میں پاک فوج یومِ دفاع مناتی ہے، وہ دفاع جو کبھی ہندو فوج کے مقابل کیا گیا تھا، ۱۹۶۵ء کی وہ جنگ جسے اس زمانے کے کبار علماء نے جہاد کہا تھا کہ وہ ایک حملہ آور دشمن فوج کے خلاف تھی، جس فوج میں افسروں اور جوانوں کی ایک قابلِ ذکر تعداد 'لا الٰہ الا اللہ' کی خاطر حاصل ہونے والے ملک کے دفاع میں لڑی تھی۔ سبحان اللہ! پھر نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ اگر قیامِ پاکستان کے بعد فوجی و سول اسٹیبلشمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ امریکی بلاک کا حصہ بنے گی تو مشرف کے دور میں یہ حصہ اس قدر زیادہ ہو گیا کہ فوج کی اعلیٰ قیادت ہی نہیں، نچلی سطح کی قیادت بھی امریکی غلام بن گئی۔ تو نوبت کہاں پہنچی؟ یہاں کہ یومِ دفاع ہی کے آگے پیچھے اب اسی فوج اور انٹیلی جنس کے کارندے نفاذِ 'لا الٰہ الا اللہ' کا مطالبہ و کوشش کرنے والوں اور وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ امریکہ کی غلامی سے نکلو، انہی کے خلاف، مسلمانوں کے خلاف، اپنے ہی ہم وطنوں کے خلاف صف آرا ہوئی اور مجاہدین و داعیانِ اسلام کو اٹھانے لگی۔

اب مجھے صحیح سے یاد نہیں، لیکن چند سال قبل اطلاع ملی کہ عباس بھائی کو آئی ایس آئی اور سی ٹی ڈی کی ملی بھگت سے کسی نامعلوم مقتل میں قتل کر دیا گیا۔ عباس بھائی اپنی مراد کو شہادت کا تاج پہنے پہنچے۔ جنت میں ان شاء اللہ وہ یہ منادی سنیں گے کہ 'سَلَامٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ'[1] اور ان کے قاتلین عن قریب دنیا میں عباس بھائی کا انتقام لینے والوں کے ہاتھوں اسی گڑھے میں جائیں گے جس امریکہ کی خاطر انہوں نے اپنا ایمان بیچا، اہلِ کفر کے ساتھی بنے پھر جہاد کو 'ٹیرر' اور پھر اس کے خلاف جنگ 'وار آن ٹیرر' کو شروع کیا، 'قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ'[2]۔

سوچتا ہوں نجانے عباس بھائی کے بچے کس حالت میں ہوں گے۔ باپ نے تو دکان بھی اپنے اس دنیا سے رخصت ہونے سے قبل ختم کر ڈالی تھی۔ پھر سوچتا ہوں کہ جس اللہ کی خاطر عباس بھائی نے دنیا چھوڑی تھی اور راہیِ جہاد بنے تھے، اس اللہ نے سبھی اہلِ ایمان سے ایک وعدہ کر رکھا ہے کہ اگر تم اپنے بعد اس دنیا میں اپنی اولاد کا بھلا چاہتے ہو اعمالِ صالحہ کرو، میں تمہاری اولاد کی کفالت کروں گا۔ سورۃ الکہف میں مذکورہ وہ واقعہ جہاں حضرتِ خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رواں ہیں اور ایک ایسی بستی میں جہاں کے لوگ بڑے بد اخلاق ہیں وہاں ایک گرتی دیوار کو پھر سے تعمیر کرتے ہیں۔ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے استفسار پر کہتے ہیں کہ میں نے یہ تعمیرِ دیوار اس لیے کی کہ:

> وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَن يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنزَهُمَا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ (سورۃ الکہف: ۸۲)

> ”رہی یہ دیوار، تو وہ اس شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی، اور اس کے نیچے ان کا ایک خزانہ گڑا ہوا تھا، اور ان دونوں کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔ اس لیے آپ کے پروردگار نے یہ چاہا کہ یہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کی

(باقی صفحہ نمبر 16 پر)

[1] ”کہ تم نے (دنیا میں) جو صبر سے کام لیا تھا، اس کی بدولت اب تم پر سلامتی ہی سلامتی نازل ہو گی، اور (تمہارے) اصلی وطن میں یہ تمہارا بہترین انجام ہے۔“ سورۃ الرعد: ۲۴

[2] ”جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے ان سے کہہ دو کہ تم مغلوب ہو گے اور تمہیں جمع کر کے جہنم کی طرف لے جایا جائے گا، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔“ سورۃ آلِ عمران: ۱۲

# معرکۂ چترال...... حقیقی ضربِ مومن!

جلال الدین حسن یوسف زئی

چترال پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخواہ کا ایک سیاحتی ضلع ہے جو کہ ملاکنڈ ڈویژن کے ساتھ ملحق ہے، پاکستان کے شمالی کونے میں واقع اس بلند پہاڑوں کے دامن میں سرسبز و شاداب وادی کے شمال میں ہندوکش کے پہاڑوں کی سب سے اونچی چوٹی ترچ میر ہے۔

۶ ستمبر ۲۰۲۳ء کی صبح تحریک طالبان پاکستان سے تعلق رکھنے والے مجاہدین نے اپنے سر ہتھیلی پر رکھ کر بلند پہاڑوں میں واقع چترال کی اس سرزمین پر امریکی غلام فوج پر حملہ کر دیا۔ مجاہدین نے بڑے بڑے مجموعات (گروپس) کی صورت میں چترال کے اونچے اور کٹھن پہاڑ عبور کیے اور پاکستانی فوج پر اس جگہ حملہ کیا جس جگہ پر مار پڑنے کا اس نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا، بے شک یہ تحریکِ طالبان پاکستان کے مجاہدین کی بہت اچھی جنگی حکمتِ عملی ہے، انگریزی عسکری تربیت نہیں جہادی عسکری تربیت پر مبنی ایسی کارروائی دراصل 'ضربِ مومن' کہلانے کی مستحق ہے۔ مجاہدین نے وادیٔ چترال کے مختلف علاقوں گرم چشمہ، ارسیو، ششی کوہ، بمبوریت، جنجیرت کوہ، دروش، اشریت درہ اور ارنوئی جانشال کے فوجی دفاعی مورچوں پر کارروائی کا آغاز کیا۔ مجاہدین نے دشمن کے چھ دفاعی مورچوں کو فتح کر کے انہی سے حاصل شدہ اسلحہ اور گولہ بارود سے ''ارسون'' کے علاقے میں واقع فوجی کیمپ پر تعارضی حملے کیے جس کے نتیجے میں تقریباً ۲۰ فوجی اہلکار ہلاک اور اس کے لگ بھگ زخمی ہوئے۔ فوجی ترجمان ادارہ ''آئی ایس پی آر'' نے ماضی کی مانند جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے اپنے تین جوانوں کی ہلاکت کی تصدیق کی اور اپنے بیانات سے دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ گویا چترال کے حالات روٹین پر ہے اور پاکستان فوج مکمل کنٹرول میں ہے۔ اس کے علاوہ سوشل میڈیا پر آنے والی خبروں کے مطابق چترال کے مختلف علاقوں میں کل ۹۰ فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔

تحریک طالبان کے ترجمان محترم محمد خراسانی صاحب نے کارروائی شروع ہونے کے بعد تیسرے دن یعنی ۹ ستمبر کو کہا کہ تاحال جنگ جاری ہے فوج نے اپنے محصور اہلکاروں کو نکالنے کی خاطر گن شپ ہیلی کاپٹر سے مختلف علاقوں میں شیلنگ اور بھاری توپ خانے کا استعمال کر رہی ہے لیکن بحمد اللہ مجاہد ساتھی محفوظ ہیں۔

محاذ پر موجود ایک مجاہد ساتھی نے وائیرلیس سیٹ پر مجاہدین کو نئی صورتحال سے باخبر کرتے ہوئے کہا 'اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر ہے، اونچائی پر موجود دفاعی مورچے فتح ہو گئے ہیں۔ ساتھی فتح کے بعد نیچے وادی میں اتر گئے ہیں للہ الحمد، اور شدید جنگ جاری ہے۔ آپ سب کی دعاؤں کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ ہمیں فتح یاب کریں'۔

اس دوران بعض مجاہد ساتھیوں کی ایک نظم بھی سوشل میڈیا کے مختلف اکاؤنٹس پر چلی جس میں کہا جا رہا ہے 'ہم نے چترال فتح کر لیا ہے، پاکستان فوج گھبرائی ہوئی ہے اور اگلی باری میران شاہ کی ہے'۔ یہ کارروائی مجاہدین کا کھلا اعلان ہے کہ فوج ظلم چھوڑ دے اور قبائل سے نکل جائے، یہی مطالبہ مجاہدین دورانِ مذاکرات بھی فوج سے کرتے رہے اور آج بھی ان کا قول و فعل یہی بتا رہا ہے کہ فوج قبائل کو چھوڑ دے ورنہ یہ فوج نہ چترال میں محفوظ ہوگی اور نہ ہی پشاور، کوئٹہ اور اسلام آباد میں!

> یہ قافلہ کسی قومی عصبیت کی وجہ سے وجود میں نہیں آیا، بلکہ یہ اعلیٰ مقاصد کی خاطر نکلا ہے اور وہ اعلیٰ مقاصد دشمنانِ دین کا اس سرزمین پر راستہ روکنا، قبائل سے فوج کا انخلا اور مسلمانانِ پاکستان کو نفاذِ دین کے لیے کھڑا کرنا ہے۔ یہ مقاصد حاصل ہوں گے تو پھر قیامِ پاکستان کا مقصد حاصل ہو جائیگا اور وہ نظامِ حکومت بالآخر وجود میں آجائے گا جس کے تحت عوام امن و امان کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں، چین کی زندگی گزاریں اور جہاں مظلوم کو اس کا حق ملے!

کارروائی کے دوسرے دن امیر تحریک طالبان پاکستان مفتی ابوعاصم منصور (نور ولی) محسود حفظہ اللہ کی ایک ویڈیو منظر عام پر آئی جس میں مفتی صاحب وائیرلس سیٹ کے ذریعے محاذ پر موجود مجاہد ساتھیوں کو تحریض دلا رہے ہیں، ان کے ایمانی جذبات کو بڑھا رہے ہیں اور ان کو دورانِ قتال مکمل طور پر احکامِ شریعت کی پابندی کا حکم دے رہے ہیں۔ مفتی نور ولی صاحب نے کہا:

> ''اللہ تعالیٰ آپ مجاہدین کی ان کاوشوں کو نظامِ پاکستان کے سقوط کا ذریعہ اور فتح کی ابتدا ثابت کرے۔ میرے مجاہد بھائیو! آپ کی یہ قربانی، آپ کی خالص نیت اور مضبوط ارادے کو دیکھتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ مبارک مرحلہ میں اپنے لیے اور تحریک کے لیے سعادت سمجھتا ہوں اور یہ ہماری کامیابی کی سیڑھی کا پہلا قدم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مزید کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ان محنتوں اور مشقتوں کو اپنے دربار میں قبول فرمائے۔ جہاد فی سبیل اللہ صعوبتوں، محنتوں اور مشقتوں والا راستہ اور عمل ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور نبی کریم ﷺ نے احادیث میں اس عمل کو باقی اعمال کی نسبت افضل قرار دیا

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد فی سبیل اللہ کے مقصد کو اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام کے نفاذ کے ساتھ مشروط کیا ہے، جس کو ہم اعلائے کلمۃ اللہ کہتے ہیں۔ کفر کا غلبہ مٹانا اور اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کے نفاذ کی خاطر ہی ہم نے اپنی جانوں، اپنے گھر اور وطن کو خیر باد کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس عمل اور نیت کو اپنے دربار میں قبول فرمائے، آمین!

میرے محترم مجاہد بھائیو!

جہاد کا راستہ سختیوں سے بھرا ہوا ہیں۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں واضح الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ تم پر قتال فرض کیا گیا ہے اگر چہ وہ تم پر گراں ہے۔ لیکن بعض اوقات مشکل میں بھی خیر ہوتی ہے۔ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ انسان بعض اوقات ایک چیز کو اپنے لیے شر سمجھتا ہے لیکن اس میں اس کے لیے خیر ہوتی ہے۔

بے شک مجاہدینِ اسلام کو بدنام کرنے کے لیے انٹیلی جنس ایجنسیاں ایسی کارروائیاں کرتی ہیں جن میں عوام المسلمین کا نقصان ہوتا ہے۔ الحمد للہ مجاہدین ایسے اعمالِ بد سے اظہارِ برأت کرتے ہیں، بلکہ مجاہدین تو ان اعمال سے بچتے ہیں جن کا الزام ظالم دشمن ان پر لگاتا ہے، جیسا کہ امیر تحریکِ طالبان مفتی نور ولی محسود صاحب نے مجاہدین کو دشمن تک کے ساتھ بھی کسی قسم کی زیادتی کرنے سے منع کیا، کجا یہ کہ مجاہدین عوام اور اہلِ دین کو نشانہ بنائیں، بلاشبہ یہ دشمن ہی کا پروپیگنڈہ ہے۔

چند مختصر باتیں اور ہدایات آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ چونکہ ہم اور آپ جہاد کے لیے نکلے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ اعمال کی کمزوری اور غفلت ہمارے جہاد اور جنگ کے خاتمے کا سبب بن جائے۔ تحریک طالبان پاکستان، پاکستان کی سرزمین پر احیائے اسلام کی ایک عسکری اور جہادی جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جماعت کو مزید ترقی سے نوازے۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم ان نیک اعمال، کردار اور ہدایات پر عمل کریں جس کے ذریعے جہادِ پاکستان کو تقویت ملے۔ باقی الحمدللہ آپ کے ساتھ علماء موجود ہیں جہاد کے فضائل آپ سب نے سنے ہوں گے۔"

بے شک مجاہدینِ اسلام کو بدنام کرنے کے لیے انٹیلی جنس ایجنسیاں ایسی کارروائیاں کرتی ہیں جن میں عوام المسلمین کا نقصان ہوتا ہے۔ الحمد للہ مجاہدین ایسے اعمالِ بد سے اظہارِ برأت کرتے ہیں، بلکہ مجاہدین تو ان اعمال سے بچتے ہیں جن کا الزام ظالم دشمن ان پر لگاتا ہے، جیسا کہ امیر تحریکِ طالبان مفتی نور ولی محسود صاحب نے مجاہدین کو دشمن تک کے ساتھ بھی کسی قسم کی زیادتی کرنے سے منع کیا، کجا یہ کہ مجاہدین عوام اور اہلِ دین کو نشانہ بنائیں، بلاشبہ یہ دشمن ہی کا پروپیگنڈہ ہے۔ معرکۂ چترال میں حصہ لینے والے مجاہدین کو خطاب کرتے ہوئے مفتی نور ولی محسود صاحب نے کہا:

"میں آپ کی خدمت میں کہنا چاہتا ہوں...... کہ چونکہ جنگ قتل و قتال ہے۔ اس مرحلے میں (دورانِ جنگ) دشمن کے ظلم اور بربریت کو دیکھتے ہوئے انتقام لینے کا جذبہ بڑھ جاتا ہے اور بندہ دشمن سے بڑے پیمانے پر انتقام لینے کی کوشش کرتا ہے، لہٰذا اس مرحلے میں اسلام اور شریعت نے جس حد تک اجازت دی ہے اس سے زیادہ کچھ نہ ہو، مثال کے طور پر دشمن کا مثلہ کرنا یا دشمن کے ساتھ ایسا سلوک کرنا جو شرعاً جائز نہ ہو۔"

یہ کارروائی جدید اسلحہ سے لیس فوج کی جوانمردی پر سوالیہ نشان ہے، ضربِ عضب، ردالفساد اور نجانے کتنے ناموں سے مجاہدین کے خلاف آپریشن در آپریشن کرنے کے باوجود فوج مجاہدین کو ختم نہیں کر سکی، ہزاروں کی تعداد میں کال کوٹھڑیاں بھرنے کے باوجود، کئی اللہ کے اولیاء کو جعلی مقابوں میں شہید کرنے کے باوجود اس بڑھتے ہوئے نور کو بجھا نہیں سکے، امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی بن کر اور انہی کے ایما پر قبائل تا کراچی خون کی ندیاں بہانے کے باوجود فوج مجاہدوں کو نہ روک سکی جو سر پر کفن باندھے اس کے خلاف صف آرا ہیں۔

وللہ الحمد پاکستان کے قبائلی علاقوں، صوبہ خیبر پختونخواہ اور بلوچستان میں فوج، پولیس اور خفیہ اداروں کے خلاف کارروائیاں جاری ہیں۔ آئے روز دشمن کے فوجی قافلوں اور مراکز مجاہدین کے نشانے پر ہے۔ خاص کر فوجی گاڑیوں پر مجاہدین کے بارودی سرنگوں سے حملے لائقِ تحسین ہیں، یہ بارودی سرنگیں یا مائن کارروائیاں ہی تھیں جس نے امریکی فوج کو افغانستان میں پہلے اپنے کیمپوں میں محصور کیا اور پھر وہ وہاں سے بھی بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ مجاہدین نے پاکستان میں بھی مائن کاروائیوں کی طرف توجہ دی ہے اور ان شاء اللہ وہ وقت دور نہیں کہ جب امریکی غلام پاکستانی فوج بھی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے گی۔

(باقی صفحہ نمبر 12 پر)

# چولستان میں پاکستان فوج کی معاشی دہشت گردی

حذیفہ خالد

نائن الیون کے بعد شروع ہونے والی امریکی جنگ میں جس طرح افواج پاکستان نے اپنے چہرے پر پڑا نقاب خود ہی اتار پھینکا اور اپنے عمل سے ہر موقع پر ثابت کیا کہ اہل دین سے انکار شتہ سوائے دشمنی کے اور کچھ نہیں۔ تصویر کے اس رخ پر بہت کچھ لکھا جاتا رہا ہے اور دکھایا جاتا رہا ہے۔ لیکن تصویر کا ایک رخ اور بھی ہے اور وہ یہ کہ جس طرح برصغیر میں انگریزوں نے اپنے تسلط اور قبضے کو قائم رکھنے کے لیے لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھا جس نے خوشحال ہندوستان کو قحط زدہ بنایا۔ انگریز کے جانے کے بعد ان کی جانشین پاکستان فوج نے لوٹ مار اور معاشی استحصال میں کوئی کمی نہیں چھوڑی بلکہ اگر ان کی کارکردگی اور لوٹ مار کے اعداد و شمار برطانوی فوج کے سامنے رکھ دیے جائیں تو وہ بھی حیرت میں ڈوب جائیں۔ اس ساری لوٹ مار کا پاکستان کی سیاست، معیشت اور مسائل سے گہرا تعلق ہے۔ اور یہ کہنا بجا ہو گا کہ آج اگر عوام کے لیے سر چھپانے کا بندوبست کرنا، دو وقت کی روٹی اور زندگی کی سانسیں بحال رکھنا مشکل ہو گیا ہے تو اس کی سب سے بڑی ذمہ دار فوج ہی ہے۔ تصویر کا یہ رخ اتنا بھیانک ہے کہ فوج اگر بالفرض نائن الیون واقعے کے بعد امریکہ کی جنگ کا حصہ بن کر ظلم نہ بھی ڈھاتی، قبائلی علاقوں کو ملیا میٹ نہ کرتی، لال مسجد و جامعہ حفصہ کو معصوم بچیوں سمیت خون میں نہ بھی نہلاتی تب بھی ان کا پاکستانی عوام کا معاشی استحصال اتنا بڑا جرم تھا کہ ان کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا جاتا کہ اس کے بغیر یہ کسی صورت اپنی روش بدلنے والے نہیں ہیں۔ بہتر تو یہی تھا کہ قارئین کے سامنے برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کی قیام پاکستان سے قبل کی جانے والی معاشی دہشت گردی کا احوال سامنے رکھا جاتا تا کہ یہ سمجھنے میں آسانی ہوتی کہ آج کے دور میں جو معاشی استحصال ہے یہ اسی معاشی استحصال کا تسلسل ہے جو قیام پاکستان سے قبل برصغیر کیساتھ روا رکھا گیا۔ لیکن چونکہ اس پر کافی کچھ لکھا جاچکا ہے بالخصوص مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی کتاب ''برطانوی سامراج نے ہمیں کیسے لوٹا'' اس موضوع پر کسی انسائیکلوپیڈیا سے کم نہیں۔

ترک نشریاتی ادارے کی دستاویزی فلم ''India's colonial history'' میں بھی برطانوی قبضے اور لوٹ مار کی تفصیل بیان کی گئی ہے خود برطانوی نشریاتی ادارے بی بی سی نے بھی دستاویزی فلموں اور مضامین میں اس لوٹ مار کا اقرار کیا ہے۔ اگرچہ یہ حقائق بیان کرتے ہوئے اپنے صلیبی و سازشی اور اسلام سے بغض بھری نفسیات و کردار کے سبب جب مذہبی معاملات کا تذکرہ کرتے ہیں تو حقائق توڑتے مروڑتے ہیں۔ زمینوں اور وسائل پر قبضہ پالیسی کی تاریخ سمجھنے کے لیے استاد احمد فاروق رحمہ اللہ کی کتاب شیطانی مثلث بھی مددگار ہو گی۔ میرا اس موضوع پر تاریخ کے اس پہلے حصے پر قلم نہ اٹھانے کی ایک وجہ شاید یہ بھی ہے کہ قیام پاکستان سے اب تک جو کچھ افواج پاکستان نے اپنے غاصبانہ تسلط اور قبضے کو برقرار رکھنے کے لیے کیا ہے اسے صحیح معنوں میں بیان کرنے اور سمجھنے کے لیے بھی کتابوں کے دفتر درکار ہوں گے لہٰذا جو کام ضروری ہے پہلے اس پر لکھنا ضروری سمجھا۔

فوج کے تجارتی معاملات، کاروبار، زمینوں پر قبضے ہوں یا بجلی گیس پانی سمیت ملکی معدنی وسائل پر قبضہ، ان تمام ایشوز کا ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی سے براہ راست تعلق ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جس کو چھپانے کے لیے فوج نے سیاسی معاملات کو مصنوعی انداز میں اس طرح الجھا رکھا ہے کہ عوام ان کٹھ پتلیوں کی کرپشن و نااہلی کو اپنی محرومیوں اور ملکی مسائل کا سبب سمجھیں۔ ایک کے بعد ایک لیڈر فوج مسیحا بنا کر پیش کرے وہ جب تک عوام کو امیدیں دلاتا رہے عوام بے وقوف بنتی رہے تب تک یہ اسے استعمال کرتے رہیں جب عوام متنفر اور مایوس ہو جائیں تو کوئی نیا کٹھ پتلی عوام کے ہاتھ میں جھن جھنے کی مانند پکڑا دیا جائے۔

ہر شعبے اور ادارے سے اپنے مفادات سمیٹنے کے لیے ضروری ہے کہ انہیں جیسے بھی ہو قابو میں رکھا جائے۔ چاہے وہ میڈیا ہو، عدلیہ ہو، تجارتی ادارے ہوں یا دوسرے سویلین محکمے۔ اور ایسا کرنے کے لیے انہیں کثیر سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ صرف ظالمانہ ٹیکسز کے نفاذ سے پورا نہیں ہو سکتا کیونکہ ٹیکسز اور دفاع کے نام پر حاصل کیے جانے والے بجٹ سے تو ان کی صرف وہ مراعات ہی پوری ہو پاتی ہیں جو یہ قانونی طور حاصل کرتے ہیں۔ جبکہ سیاستدانوں، ججوں، صحافیوں، اور اہم شخصیات کی خرید و فروخت کے لیے جو سرمایہ درکار ہے وہ یہ سب غیر قانونی راستوں، جرائم پیشہ گروہوں، قبضہ مافیاؤں، منشیات کے دھندوں سمیت بہت سی غیر قانونی سرگرمیوں سے حاصل کرتے ہیں۔

اس طرح یہ ایک گھن چکر ہے جس سے پیدا ہونے والے مسائل کا سامنا تو عوام کرتی ہے جبکہ مالی و سیاسی فوائد یہ فوجی جرنیل بطور ادارہ بھی سمیٹتے ہیں اور انفرادی طور پر بھی۔ وہ اس لیے کہ جیسے کوئی کرپٹ پولیس افسر جب ان کے غیر قانونی احکامات مان کر، ان سے مدد و تعاون کرتا ہے تو بدلے میں وہ اپنے ذاتی مفاد کے لیے بھی دس کام کرتا ہے۔ جس طرح ایک گارمنٹ فیکٹری کا مالک معمولی سے معمولی شے کو استعمال میں لاتا ہے جیسے کپڑے کی کترنیں، بچا ہوا دھاگہ وغیرہ اور انہیں اور دوسری بہت سی بچ جانے والی اشیاء کو استعمال میں لا کر ان سے فنڈز جنریٹ کیے جاتے ہیں بالکل اسی طرح ان کے پراجیکٹس چاہے وہ قانونی ہوں یا غیر قانونی یہ ہر راستے سے ہر زاویے سے اسے استعمال میں لا کر فوائد سمیٹتے ہیں۔

یہ مسائل اس لیے بھی تحقیق طلب ہیں کہ ہر ذی شعور پاکستانی کو معلوم ہونا چاہیے کہ آج پاکستان جن خراب معاشی حالات کا شکار ہیں ان کی اصلی وجوہات کیا ہیں۔ کیا یہ ایسے مسائل ہیں

جن کا تدارک ممکن نہیں یا یہ مسائل ہم پر مسلط جرنیلی ٹولے کے قبضے تسلط، کمائی اور بقاء کا ذریعہ ہیں۔ پھر اس بوسیدہ اور کرپٹ نظام نے معاشرے میں اپنی جڑیں اتنی گہری اور مضبوط کرلی ہیں کہ کل کو اس جرنیلی ٹولے کا صفایا ہونے کے بعد اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آ بھی جائے تو ہمیں ان مسائل کی باقیات سے نمٹنا ہوگا۔ جب تک جسم کے تمام بیمار حصوں کی تشخیص نہ ہو تو علاج کیسے ممکن ہو پائے گا۔

ہوس کی پجاری اس فوج کے افسران جب منافع کے حصول کے لیے کسی جگہ نظریں گاڑ لیں اور انہیں یقین ہو جائے کہ یہاں ان کا مقصود حاصل ہو سکتا ہے تو پھر انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ اس کا لوگوں کی زندگیوں پر کیا اثر ہوگا، کیا نقصان پہنچے گا۔ انہیں معلوم ہے کہ یہ کسی قسم کے احتساب سے بالا ہستی ہیں اور کوئی ان سے سوال کرنے کی جرأت نہیں کرے گا اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو ان کے دفاع میں ادارہ اپنی پوری طاقت کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔

فوج کی اس بے رحم نفسیات کے ٹیسٹ کیس کے طور پر چولستان سے بہتر کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔ یہ صحرا بہاول پور ڈویژن کے تین اضلاع بہاول پور، بہاول نگر اور رحیم یار خان کے جنوبی اطراف کے ساتھ ساتھ پاکستان اور بھارت کی سرحد پر واقع ہے۔ آبادی دو لاکھ کے لگ بھگ ہے جن کا گزر بسر صرف جانور پالنے پر ہے۔ ایک ایسا علاقہ جو قحط، بھوک، پیاس، افلاس اور غربت کا استعارہ بن چکا ہو۔ جہاں کوئی بچہ پورے لباس میں نظر نہ آئے گا۔ جہاں مریض علاج کے لیے دو ڈھائی سو کلو میٹر کا سفر طے کرتے ہوئے راستے میں ہی موت کو گلے لگا لیتا ہے۔ جہاں اکثر و بیشتر پانی کی تلاش میں افراد جانوروں کو لے کر میلوں چلتے ہیں۔ جانور تھک کر بیٹھتے پھر اٹھ نہیں پاتے اور وہیں مر جاتے ہیں۔ تبلیغی جماعت سے منسلک ایک بھائی بتاتے ہیں کہ جب اس علاقے میں جماعت گئی تو چند لوگوں نے انہیں جنازہ پڑھانے کی درخواست کی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ میتیں دو ماہ قبل بغیر نماز جنازہ دفنائی گئی تھیں کیونکہ کوئی پڑھانے والا ہی نہیں۔ کیا کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ آ سکتا ہے کہ وہ فوج جو دہشت گردی، منشیات، پولیو اور دوسرے بہت سے بہانوں سے امریکہ اور عالمی طاقتوں سے اربوں ڈالر بٹورتی ہے، ملکی وسائل لوٹتے ہیں، بجٹ کا کثیر حصہ ہڑپ کرتے ہیں، جائز ناجائز کوئی ذریعہ یا راستہ رائیگاں نہیں جانے دیتے جہاں سے منافع خوری کر سکیں، ان کی ہوس انہیں ان مفلوک الحال لوگوں کی بھی زمینیں قبضہ کرنے سے باز نہ رکھ پائے گی۔ دفاعی تجزیہ نگار عائشہ صدیقہ اپنی کتاب ملٹری انکارپوریشن (اردو ترجمہ خاکی کمپنی) میں لکھتی ہے کہ فوج نے کسی سیاسی حکومت کے دوران اپنے معاشی مفادات اور طاقت بڑھانے سے گریز نہیں کیا ہے۔ اس قسم کے استحصال کی مثال جس سے فوج کا 'غیر قانونی' تسلط قائم کرنے کا رجحان ظاہر ہوتا ہے چولستان پر قبضہ ہے۔

سرکاری ریکارڈ کے مطابق فوج نے چولستان کی ۱۹۹،۸۶۵ ایکڑ زمین پر غیر قانونی قبضہ کر لیا ہے، جس میں ۵۰۰ ایکڑ جنگلات کے شعبے کا حصہ شامل ہے۔ اس چوری شدہ علاقے کے علاوہ ۲ لاکھ ایکڑ زمین فوج کو صوبائی حکومت نے پہلے ہی ٹھیکے پر دی ہوئی تھی جو ان کے انتظامی امور کے استعمال کے لیے تھی۔ ضلع بہاول پور (چولستان جس کا ایک حصہ ہے) میں فوج کی ملکیت صرف ۱۸۰۰۰ ایکڑ ہے جو اس کو فروخت کیا گیا۔ ۱۹۷۸ء میں ایک بڑا حصہ ٹھیکے پر دیا گیا تھا جب کہ غیر قانونی تسلط اور علاقے کا غلط استعمال ۱۹۹۹ء میں میجر جنرل ایس زیدی کے دور میں شروع ہوا جو اس وقت چولستان کی ترقی کے لیے قائم شدہ شعبے کے سربراہ منتخب ہوئے تھے۔ میجر جنرل ایس زیدی کے بعد میجر جنرل محمد رزاق نے یہ عہدہ سنبھالا اور پھر بریگیڈیر ریٹائرڈ ٹوانہ نے۔ جنہوں نے اس غیر قانونی طور پر حاصل کردہ خطے میں کچھ علاقے کو ذاتی ملکیت بنا لیا۔ اب یہ بریگیڈیر (صاحب) سینکڑوں ایکڑ پر کاشتکاری کرتے ہیں۔ ان تینوں افسران کا دور ۱۹۹۹ء سے ۲۰۰۸ء تک رہا۔ یہ ممکن ہے کہ یہ زمین کئی برسوں بعد فارم ہاؤس اور افسران کے مکانات کے منصوبے میں تبدیل ہو جائے، لیکن آج اس کا بڑا حصہ کاروباری مقاصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے اور بعد ازاں فوج نے زمین کو بڑے بڑے زمینداروں تاجروں یا ایسے لوگوں کو کرایے پر دینا شروع کر دیا جنہیں کاشتکاری میں دلچسپی تھی۔ عموماً زمین کا یہ خطہ فوج کے کسی اعلیٰ افسر کے نام پر ہوتا ہے جو اسے مزید کرائے پر اٹھا دیتا ہے زمین کی اس قسم کی تقسیم میں بڑے پیمانے پر پانی کی چوری بھی شامل ہے۔

جنوری ۲۰۱۵ء میں پنجاب اسمبلی میں مسلم لیگ (ن) کے میاں محمد اسلم کے ایک سوال کے جواب میں، جو یہ جاننا چاہتے تھے کہ کیا حکومت نے چولستان میں پانی چوروں کے خلاف کوئی کارروائی کی ہے، پارلیمانی سیکرٹری محکمہ آبپاشی چوہدری خالد محمود ججا نے کہا کہ کراچی کور کے زیر کنٹرول چولستان کی زمین پنجاب حکومت کے لیے پانی کی چوری کو روکنے کے لیے نو گو ایریا ہے۔ ججا نے ایوان کو مزید بتایا کہ فوج کے زیر کنٹرول ایک لاکھ ایکڑ اراضی ۴۰،۰۰۰ سے ۵۰،۰۰۰ روپے فی ایکڑ کے حساب سے ٹھیکیداروں کو دی گئی ہے۔ وہ عباسیہ کینال سے پانی چوری کر کے اس میں کٹوتی کر رہے ہیں، اور پنجاب حکومت ان غنڈوں کے سامنے بے بس ہے۔ ان کے محکمے کے تین ایس ڈی اوز کو ٹیل اینڈرز کی شکایات پر کارروائی کا سامنا کرنا پڑا جنہیں پانی کی قلت کا سامنا تھا۔ اسمبلی اجلاس کے بعد انگریزی اخبار دی نیشن کے ساتھ مزید تفصیلات کا اشتراک کرتے ہوئے ججا نے کہا کہ چولستان میں فوج کو فوجی مشقوں کے لیے ایک وسیع اراضی الاٹ کی گئی ہے۔ اسے ملٹری ایکسرسائز کا علاقہ کہا جاتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر حصہ زرعی اراضی میں تبدیل ہو چکا ہے کیونکہ ہزاروں ایکڑ اراضی فوجی افسران اور نجی ٹھیکیداروں کو زراعت کے مقاصد کے لیے الاٹ کی گئی ہے۔ محکمہ آبپاشی کی اجازت کے بغیر مرکزی عباسیہ کینال سے چھوٹی نہریں بھی کھودی ہیں۔ ان غیر قانونی نہروں کی موجودگی کی وجہ سے ٹیل اینڈرز تک پانی نہیں پہنچ رہا تھا جنہیں اپنی فصلوں کو سیراب کرنے میں مشکلات کا سامنا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ معاملہ فوج کے اعلیٰ عہدوں کے نوٹس میں ہے لیکن برسوں سے صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ جب سیکرٹری آبپاشی نے صورتحال سے آگاہی حاصل

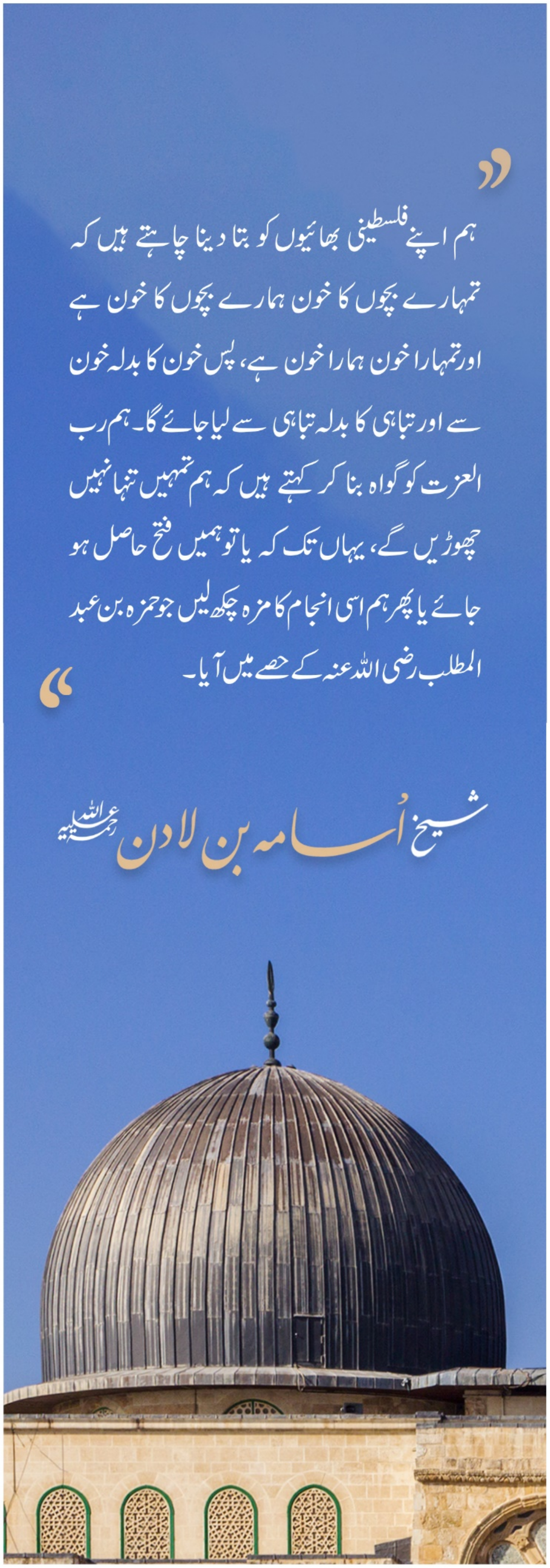


کرنے کے لیے علاقے میں داخل ہونے کی کوشش کی تو مسلح افراد نے ان کی گاڑی کو گھیرے میں لے لیا اور انہیں 'اپنے' علاقے میں داخل ہونے نہیں دیا۔ اب حالت یہ ہے کہ محکمہ آبپاشی کا کوئی افسر وہاں تعینات ہونا نہیں چاہتا۔ دی نیشن کے مطابق معلوم ہوا ہے کہ اجلاس ختم ہونے کے بعد خالد محمود کو پنجاب اسمبلی میں سچ بولنے پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اسمبلی سیکرٹری سمیت ان کے بہت سے ساتھیوں نے انہیں بتایا کہ انہیں ایسے حساس معاملے پر بات کرتے ہوئے احتیاط برتنی چاہیے تھی۔

مارچ ۲۰۲۲ء پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے جنوبی پنجاب کے لیے ایک اعلیٰ سطحی فیکٹ فائنڈنگ مشن مکمل کیا۔ اس رپورٹ کے مطابق چولستان کے رہائشیوں کا ایک سنگین الزام یہ ہے کہ ان کی زمین کی الاٹمنٹ کی درخواستیں جن پر وہ عرصہ دراز سے آباد ہیں، ابھی تک زیرِ التوا ہیں، ان اطلاعات کے ساتھ کہ فوج نے اس زمین کے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا ہے۔

۱۰ مئی ۲۰۲۳ء انگریزی روزنامے دی نیوز میں شائع ہونے والی رپورٹ (مصنفہ بے نظیر شاہ) کے مطابق عدالتی دستاویزات سے پتہ چلتا ہے کہ فوج نے پنجاب حکومت سے چولستان کے علاقے میں کارپوریٹ زرعی فارمنگ کے لیے ۱۰ لاکھ ایکڑ سرکاری اراضی کی درخواست کی۔ پاکستان آرمی کے ڈائریکٹر جنرل سٹریٹیجک پروجیکٹس کی طرف سے ۸ فروری کو پنجاب بورڈ آف ریونیو کو لکھے گئے ایک سرکاری خط میں، فوج نے کارپوریٹ ایگرو فارمنگ کے ذریعے پنجاب میں "بنجر زمینیں" تیار کرنے کی پیشکش کی۔ جواز یہ دیا گیا کہ فوج تیل اور اشیائے خوردونوش کی اونچی قیمتوں کو پاکستان کی معیشت اور اس کے زرعی شعبے کے لیے ایک سنگین چیلنج سمجھتی ہے فوج کو "بیکار بنجر زمینوں سے پیداوار کا تجربہ ہے"۔ منصوبے کے لیے ایک ٹائم لائن فراہم کرتے ہوئے، فوج نے خط میں ایک پائلٹ پروجیکٹ کے لیے ۱۰،۰۰۰ سے ۱۵،۰۰۰ ایکڑ سیراب شدہ اراضی کے "فوری" اجراء کی تجویز پیش کی ہے، اس کے بعد ۱۰۰،۰۰۰ ایکڑ اراضی اپریل تک چولستان کے علاقے میں دی جائے۔ تاہم مارچ کے مہینے میں حکومت پنجاب نے بھکر، ساہیوال اور خوشاب کے ضلع میں زراعت کے لیے فوج کو ۴۵،۲۶۷ ایکڑ زمین ۲۰ سال کی لیز پر فراہم کر دی۔ چولستان جیسے قحط زدہ علاقے کے لوگوں کا معیارِ زندگی بہتر بنانے کی بجائے لالچ، گھٹیا پن اور پستی کی حدیں پار کرتے ہوئے جب انہیں یہاں بھی زمینیں قبضہ کرنے میں کوئی عار نہیں تو خود ہی اندازہ لگائیے کہ ملک کے دوسرے حصوں میں یہ کس بے رحمی سے وسائل پر قبضہ جماتے اور لوٹتے ہوں گے۔

☆☆☆☆☆

# پاکستان کی موجودہ معاشی صورتحال اور اس کے اسباب

سید نصر اللہ شاہ

وطنِ عزیز پاکستان کے وجود میں آنے کی بنیاد کلمۂ طیبہ تھی، یعنی کرۂ ارض پر ایک ایسے زمین کے ٹکڑے کا حصول جہاں مسلمان اللہ وحدہ لاشریک کے نازل کردہ شرعی نظام تلے زندگی بسر کر سکیں۔ اس کے حصول کے لیے علمائے کرام اور مسلمان عوام نے بڑھ چڑھ کر اپنا کردار ادا کیا۔ ہمارے آباؤاجداد نے لاکھوں قربانیاں پیش کیں، راستے کے مصائب کے ساتھ ساتھ اپنے پیاروں کا کٹنا اور ان سے جدائی تو گوارا کی لیکن مشرک ہندوؤں کے زیر تسلط کفر و شرک کے نظام تلے زندگی گزارنا گوارا نہ کیا......!

لاکھوں قربانیوں کا نذرانہ دیا گیا اور لاکھوں ماؤں بہنوں کی عزتیں تار تار ہوئیں، نتیجتاً اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنا فضل و کرم فرمایا اور ہمیں ایک ایسے وطن سے نوازا جو قدرتی وسائل سے مالا مال ہے، الغرض اس کے رہنے والے باسیوں پر اپنے خزانوں کا منہ کھول دیا۔ مگر کیا ہم نے اس مالکِ دوجہاں کا شکر ادا کرتے ہوئے قرآن و سنت کے نظام کو نافذ کیا...؟ جس مقصد کے لیے یہ ملک وجود میں آیا، جس کے لیے ہمارے بزرگوں نے قربانیاں پیش کیں...؟

یقیناً بالکل نہیں...!

بدقسمتی سے ۷۶ سال بیت چکے مگر اسلام کے نام پر لیے گئے اس ملک میں اسلامی نظام نافذ نہیں ہو سکا۔

دراصل پہلے دن سے ہی اس ملک پر سیکولر اور دین بیزار طبقہ مسلط ہو گیا۔ علمائے کرام اور اسلام سے والہانہ محبت کرنے والی عوام کو دھوکا دیا گیا اور اس ملک میں بھی انگریز کا بنایا ہوا جمہوری نظام ہی رائج کیا جو آج تک نافذ ہے...!

ملکِ خداداد میں جہاں بیش بہا معدنیات کے ذخائر موجود ہیں، انسان کی بقا اور بنیادی ضرورت، پانی، جس پر کسی ملک کی زراعت کا انحصار ہوتا ہے اور زراعت کسی بھی ملک کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے، خوش قسمتی سے وطنِ عزیز اس نعمت سے مالا مال ہے، مزید یہ کہ زرخیز زمین ہونے کے ناطے زراعت میں خود کفیل بھی۔

مگر توجہ طلب پہلو یہ ہے کہ کیا آج ہمارا ملک ترقی کی طرف رواں ہے یا زوال کی طرف؟ یقیناً وطنِ من آج معاشی بحران کا شکار ہے۔ مہنگائی ریکارڈ سطح تک پہنچ چکی ہے۔ دوسری طرف بے روزگاری میں مستقل اضافہ نظر آتا ہے۔

ذیل میں دی گئی صورتحال یہ بات واضح کرتی ہے کہ پاکستان مستقل مہنگائی کی دلدل میں پھنستا چلا جا رہا ہے مگر اس ظالم و جابر، عوام دشمن سرمایہ دارانہ جمہوری نظام سے خلاصی اور وطنِ عزیز کی فلاح سوائے شریعتِ اسلامی کے نفاذ کے اور کچھ نہیں۔

## بجلی

بجلی کی بڑھتی ہوئی ہوش ربا قیمتوں کی وجہ سے ہمارا ملک مستقل عوامی مظاہروں کا سامنا کر رہا ہے، جبکہ دوسری طرف روز بروز روپے کی قیمت میں گراوٹ دیکھنے کو مل رہی ہے۔ سالِ گزشتہ کی بجلی کی قیمتوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ۲۰۲۲ء تا ۲۰۲۳ء میں بجلی ۲۴ روپے ۸۴ پیسے فی یونٹ تھی جبکہ نیپرا نے ۴ روپے ۹۶ پیسے فی یونٹ کا اضافہ کیا، جس کے ساتھ بجلی بڑھ کر ۲۹ روپے ۷۸ پیسے فی یونٹ ہو گئی۔ یاد رہے کہ اس قیمت میں ٹیکس شامل نہیں، جبکہ متفرق ٹیکس کے ساتھ بجلی تقریباً ۵۰ روپے فی یونٹ پڑ جاتی ہے۔ دیکھا جائے تو یہ قیمت پچھلے چند ماہ سے ڈبل ہے۔ بجلی کی اس ریکارڈ قیمت کی بنیادی تین وجوہات ہیں

- روپے کی قدر میں کمی
- بجلی کی فروخت میں گراوٹ
- ادائیگی کی صلاحیت کا نہ ہونا

مزید یہ کہ نیپرا نے بجلی کی قیمت میں مزید اضافے کا بل وفاق میں بھیجا ہوا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ظلم بالائے ظلم یہ کہ ریڈیو کی فیس بھی ان بجلی کے بلوں میں شامل کر دی ہے جو کہ ۱۵ روپے ہے اور اس کے علاوہ ٹی وی لائسنس کی فیس بڑھا کر ۵۰ روپے کر دی گئی ہے۔

## پیٹرول

تیل کی عالمی منڈیوں نے خام تیل کی فی بیرل قیمت ۸۸ ڈالر سے بڑھا کر ۹۳ ڈالر کر دی ہے، جس سے پاکستان اور دیگر ممالک کو دھچکا لگا۔ فی بیرل ۵ ڈالر اضافے کے ساتھ ساتھ روپے کی قیمت میں بھی کمی آئی۔ آئے روز پیٹرول کی قیمتوں میں اضافے سے لوگ پریشان اور دلبرداشتہ نظر آتے ہیں۔ ذیل میں گزشتہ چند سالوں کا مختصر خاکہ پیش ہے۔

۲۰۲۰ء میں فی لیٹر پیٹرول کی قیمت ۱۱۹ روپے تھی، ۲۰۲۱ء میں ۱۲۳ روپے جبکہ ۲۰۲۲ء میں ۱۵۹ روپے ہوئی۔ ستمبر ۲۰۲۳ء تک پیٹرول کی قیمت ۲۶۲ روپے تک پہنچ چکی تھی۔ ستم حکومت کی طرف سے اس میں ۴۳ روپے کا مزید اضافہ کیا گیا جس کے بعد پیٹرول کی قیمت بڑھ کر ۳۰۵ روپے فی لیٹر ہو گئی۔ جبکہ نصف ستمبر تک اس میں ۲۶ روپے کا مزید اضافہ کیا گیا اور یہ

قیمت بڑھ کر ۳۳۱ روپے فی لیٹر تک پہنچ گئی۔ ماہرین معاشیات کا کہنا ہے کہ پیٹرول کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کی وجہ سے بہت سی صنعتیں بند ہو چکی ہیں اور مزید بند ہونے کو ہیں۔

قیمت فی لیٹر پیٹرول (روپے)

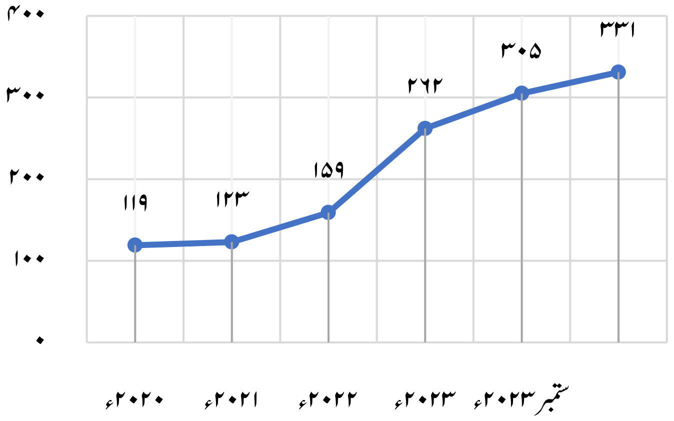


## اشیائے خورد و نوش

ایک زرعی ملک ہونے کے باوجود پاکستان پچھلے کئی سالوں سے گندم برآمد کرنے کی بجائے درآمد کر رہا ہے۔ ہر کچھ عرصے بعد گندم کی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ گزشتہ ایک ہفتے کے دوران بیس کلو کے تھیلے پر ۱۰۰ روپے کا اضافہ ہوا ہے، اس طرح پاکستان میں ایک کلو آٹا تقریباً ۱۵۰ سے ۱۶۰ روپے ہو چکا ہے، جبکہ پہلے ۱۰۷ روپے فی کلو تھا۔

پاکستان میں گیس کی سپلائی بھی اچھی نہیں۔ غیر اعلانیہ بندش یا پریشر میں کمی معمول کی بات ہے۔ جس کی وجہ سے عوام اگر تندور سے روٹی خریدیں تو ایک روٹی ۲۵ روپے سے ۳۰ روپے کی ہے۔ پاکستان میں گندم کے بحران اور اس کی قیمت میں اضافے کی بنیادی وجہ آمد و رفت کے مسائل، ذخیرہ اندوزی اور حکومت کا آٹے کی ملوں کو گندم بر وقت سپلائی نہ کرنا ہے، جبکہ وزراء مسئلے کو حل کرنے کی بجائے دوسروں پر الزام تراشیاں کرتے نظر آتے ہیں۔

اسی طرح چینی رواں ماہ کے شروع میں ۱۰۰ روپے فی کلو تھی، جو ستمبر کے اواخر میں ۲۰۰ روپے فی کلو تک پہنچ گئی۔ مہنگی چینی فروخت ہونے کی ایک وجہ مافیا کا چینی کی ذخیرہ اندوزی کرنا اس کے علاوہ اسی سال دو لاکھ پچاس ہزار ٹن چینی برآمد کرنا ہے۔

## قرضے بمع سود

اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق سال ۲۰۲۳ء میں حکومت کی جانب سے لیے گئے مجموعی قرض ۶۰۸ کھرب ۳۹ ارب روپے ہے، جس میں مقامی قرض ۳۸۸ کھرب ۸ ارب روپے جبکہ بیرونی قرض ۲۲۰ کھرب ۳ ارب روپے ہے۔ یاد رہے کہ اس سال بیرونی سرمایہ کاری میں ۷۷ فیصد کمی آئی۔

اسی طرح مالی سال ۲۰۲۲ء میں ملک کے مجموعی قرضوں اور واجبات میں ۱۱۸ کھرب ۵۰ ارب کا اضافہ ہوا تھا۔ مالی سال ۲۰۲۱ء میں مجموعی قرض اور واجبات ۴۵۶ کھرب ۷۰ ارب روپے تھے جبکہ مالی سال ۲۰۲۳ء میں یہ بڑھ کر ۵۵۴ کھرب ۸۰ ارب روپے ہو گئے۔ یاد رہے کہ پاکستان نے آئی ایم ایف سے ۷ ارب کے لگ بھگ قرضے مانگ رکھے ہیں۔ جس کے جواب میں ظاہر سی بات ہے کہ ہمارے ملک پر مزید پابندیاں عائد ہوں گی، مزید ٹیکس لاگو کیے جائیں گے اور قیمتوں میں بھی مزید اضافہ ہو گا جو کہ اس ملک کی بقا کے لیے مزید خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

پاکستان کو مالی سال ۲۰۲۲ء میں بیرونی قرضوں کی ادائیگی کے طور پر ۱۵ ارب ۷ کروڑ ۱۰ لاکھ روپے ادا کرنے پڑے، جو کہ گزشتہ مالی سال میں ۱۳ ارب ۴۲ کروڑ ۴۰ لاکھ ڈالر تھے۔ اس کی تقسیم سے پتہ چلتا ہے کہ پاکستان نے ۱۲ ارب ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ ڈالر بطور اصلی قرض جبکہ ۲ ارب ۹۷ کروڑ ۸۰ لاکھ ڈالر بطورِ سود ادا کیا۔ سود اصلی رقم کا ۲۵ فیصد تھا۔ ایک طرف ملک کی خستہ حالت ہے اور دوسری طرف بے چارے عوام کو نچوڑ کر جو پیسے حاصل ہوتے ہیں وہ بھی اکثر سود کی نظر ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ملک کی تباہی اور بربادی کی بڑی وجہ یہی سود ہے۔ مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں اللہ تعالیٰ کی ہر ہر بات پر کامل یقین ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ۝ (البقرۃ: ۲۷۸، ۲۷۹)

”اے ایمان والو اللہ سے ڈرو! اور اگر تم واقعی مؤمن ہو تو سود کا جو حصہ بھی کسی کے ذمے باقی رہ گیا ہو اسے چھوڑ دو۔ پھر بھی اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو، اور اگر تم سود سے توبہ کرو تو تمہارا اصل سرمایہ، تمہارا حق ہے، نہ تم کسی پر ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔“

ہمارے ملک کے سابقہ صدر صاحب علمائے کرام سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ سود کے بغیر کوئی چارہ نہیں، سود کے حوالے سے کوئی گنجائش نکالیں۔

اس سے ہمارے دین بیزار حکمرانوں کی دینی و اخلاقی گراوٹ کا اندازہ لگا لیں۔ ہمارے ملک میں بدامنی اور خاص طور سے فحاشی و عریانی اور جنسی زیادتیوں کے واقعات میں ریکارڈ اضافہ ہو رہا ہے۔ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور ہو یا سندھ کی کوئی یونیورسٹی، ہماری بہنوں اور بیٹیوں کی عزتیں محفوظ نہیں۔ یعنی جنہوں نے ملک کی نوجوان نسل کی تربیت اور رہنمائی کرنی تھی، وہی ڈاکو اور

رہزن نکلے، یعنی اب استادوں سے بھی اعتماد اٹھ چکا ہے۔ ایک بہت بڑا منظم مافیا ہے جو پورے ملک میں فحاشی و عریانی کا دھندہ سنبھالے ہوئے ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ آج ملک کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔ قانون اور عدل نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی، جس کی لاٹھی اس کی بھینس اور ہر شعبے میں جنگل کا قانون ہے۔

دین بیزار، ہوس کے پجاری اور لالچی حکمرانوں نے ملک کو اس نہج پر لا کھڑا کیا ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان کو جتنے بھی سیاستدان آج تک میسر آئے وہ دین سے کیا مخلص ہوتے وطن سے بھی بے وفا اور دغاباز نکلے۔ صرف اپنے بینک بیلنس اور مراعات کی فکر میں غرق رہے۔ اپنے غیر دانشمندانہ اور غلط اقدامات سے پاکستان کو ایک ایسی دلدل میں لا پھنسایا کہ جس سے نکلنا اب ان میں سے کسی کے بس میں نہیں۔

سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ دینے والے جاہل، نااہل، بوٹ مار فوجی افسر نے ایک کریہہ کاروبار کی شروعات کی، جس کو بیان کرتے ہوئے وطنِ عزیز پاکستان کے ہر باضمیر فرد کا سر شرم سے جھک جاتا ہے، اور وہ تھا اپنے ہی پڑوسی اسلامی ملک کے خلاف کفار کو اپنے اڈے فراہم کرنا اور اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو کفار کے ہاتھوں ڈالروں کے عوض بیچ ڈالنا۔ اور پھر فخر سے بتانا کہ اس کے عوض ڈالر لیے ہیں۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

۲۲ سال قبل پاکستان آج کے پاکستان سے کہیں بہتر، خوشحال اور کسی حد تک خود مختار بھی تھا۔ جبکہ ہمارے پڑوس میں ہمارے ہی بھائیوں پر آگ اور بارود کی بارش تھی۔ ایک ایسا سلسلہ جو پورے بیس سال تک جاری رہا۔ ہمارے افغان بھائیوں پر ایک تباہی تھی، بربادی تھی۔ مگر ایک مشہور مقولہ ہے کہ اللہ کے کام میں دیر ہے اندھیر نہیں۔ آج ۲۳ سال بعد کا منظر نامہ بالکل مختلف ہے۔ امریکہ کے اتحادی پاکستان (فوج اور حکومتی ادارے) کا حال اور درگت ان کے آقا امریکہ سمیت پوری دنیا کے سامنے ہے۔ سپر پاور امریکہ (جو معاشی و اقتصادی طور پر کمزوری کا شکار ہے) پوری دنیا سے اپنے پاؤں سمیٹتا، اپنے آپ کو بچاتا دکھائی دیتا ہے۔ اگر بات کریں اپنے پاکستان کے اقتصاد کی تو بھلا وہ کون سی ڈھکی چھپی ہے۔ صاف عیاں ہے کہ اللہ کا عذاب ہے جس میں پوری پاکستانی قوم گھر چکی ہے۔ وہ فصل جو نالائق فوجی حکمرانوں نے بوئی تھی، آج کٹنے کو تیار ہے، اور اس کا خمیازہ غریب پاکستانی عوام کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔

زیادہ دور نہیں ماضی قریب ہی کی بات ہے کہ جب پاکستان کے دین بیزار اور بوٹ مار طبقے نے اپنے بحر و بر اپنے آقا امریکہ کے لیے مسخر کر دیے کہ جس طرح وہ چاہیں افغان بھائیوں کو چیریں پھاڑیں، مسلمان بہنوں کی عزتوں سے کھیلیں، مکانات اور چلتے کاروبار کو تباہ و برباد کر دیں، صرف اس لیے کہ افغانستان میں کچھ اللہ کے دین کے انصار اسلام کا اصلی چہرہ نمایاں کر رہے تھے اور وہاں شریعت محمدی ﷺ کی برکات کا ظہور ہو رہا تھا۔ یقیناً کفر کو یہ بات نہ بھائی، مگر پاکستان کے حکمران خود کفر کے فرنٹ لائن اتحادی قرار پائے۔ تو بس پھر وہی ہونا تھا جو ازل سے ہوتا آرہا ہے، یعنی حق و باطل کی جنگ میں، بارہا باطل ہی کی ہوا اکھڑتی ہے۔ اور پاکستان چونکہ امریکہ کا اتحادی تھا تو یہ ذلت و رسوائی (دنیاوی و اخروی) پاکستان کے مقدر میں نظر آرہی ہے۔ اگر ہم نے بحیثیت قوم اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی توبہ نہ کی اور آئندہ کے لیے اپنے اعمال کو شریعت کے تابع نہ کیا اور اسلام کے اس قلعہ کو شریعت محمدی ﷺ سے مزین اور مضبوط نہ کیا تو ہم خود اس قلعہ کو ڈھانے والے ہوں گے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کو اللہ تعالیٰ نے کفر کے مقابلے میں شریعت و جہاد پر ڈٹے رہنے کے نتیجے میں جس طرح بیس سالہ جنگ اور پھر مذاکرات میں فتح مبین سے نوازا، وہیں آج پوری دنیا شاہد ہے کہ قلیل وقت میں معاشی و اقتصادی میدان میں بھی فتح ان ہی کی منتظر ہے ان شاءاللہ۔

یہ شریعت ہی کی برکات ہیں کہ افغانستان دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ یقیناً یہ اللہ ہی کی طرف سے نصرت ہے کہ اللہ رب العزت نے طالبان کو اقتصادی میدان میں بھی سرخرو فرمایا۔ طالبان نے کسی (آئی ایم ایف وغیرہ) کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائے، بلکہ محض اللہ کی ذات پر توکل کے بعد اپنے ملکی وسائل پر انحصار کرتے ہوئے کام کا آغاز کر دیا۔ اور اب دو سال بعد اسلامی امارت آہستہ آہستہ اپنے قدموں پر کھڑی ہوتی نظر آرہی ہے۔

امارت اسلامیہ کی طرف سے اٹھائے گئے کچھ چیدہ چیدہ اقدامات درج ذیل ہیں:

- خالص اسلامی شرعی بنیادوں پر ملک کے تمام شعبہ جات کو ڈھالنے کی کوشش کی گئی اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ کیے بغیر محض اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کی۔
- امن و امان کی صورتحال بہتر کی گئی۔
- عدل و انصاف قائم کر کے دکھایا اور سستا اور فوری انصاف فراہم کیا گیا۔
- معاملات میں شفافیت، مقتدر اشرافیہ، کرپٹ، غلام ذہنیت اور ظالم افراد کا خاتمہ کیا اور عوام کی امیدوں پر پورا اترے۔
- اشیائے خورد و نوش اور دیگر مصنوعات کی طے شدہ قیمتوں کو یقینی بنایا۔ بلیک مافیا، ذخیرہ اندوزوں کا مارکیٹ پر اثر و رسوخ بہت حد تک کم کر دیا۔
- ترقیاتی کام مثلاً صنعتیں، ڈیم، پکی سڑکیں، پل وغیرہ درجنوں کی تعداد میں نئے اسکولوں کی تعمیر کا کام تیزی سے جاری ہے۔
- معدنیات اور دیگر ملکی وسائل بروئے کار لاتے ہوئے ملکی سطح پر بہت ساری چیزیں بنائی جا رہی ہیں۔ مثلاً قالین، ادویات، زرعی آلات، گھی، اور مشروبات وغیرہ۔ اس کے علاوہ تیل نکالنے کے حوالے سے کام تیزی سے شروع ہے۔

(باقی صفحہ نمبر 20 پر)

# یہ ملک لیا تھا جو کبھی خون بہا کر!

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

قوم اپنے غم غلط کرنے کو موبائل کی اسکرینوں پر آتے مناظر سے دل بہلاتی ہے۔ حقیقت کی دنیا میں بھی بہت سے مناظر، ملک و قوم، اور عالمی سطح پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ جرائم کے مناظر جابجا کیمرے کی آنکھ محفوظ کر لیتی ہے اور پھر وہ وائرل ہو جاتے ہیں۔ انسان شکر ادا کرتا ہے کہ میں محفوظ ہوں!

یہ منظر دیکھیے: ایک سنسان سڑک پر عورت جا رہی ہے۔ اچانک موٹر سائیکل سے ایک ڈاکو وارد ہوتا ہے۔ دوسرا قریب سے نمودار ہوتا ہے۔ عورت کو ایک نے مضبوطی سے پکڑا، منہ پر ہاتھ رکھا، دوسرے نے فوری اسے طلائی زیورات سے محروم کیا۔ نقدی، موبائل چھینا۔ لات مار کر زمین پر گرایا اور موٹر سائیکل پر سوار یہ جا وہ جا!

یہ منظر دیکھ کر ہمیں آئی ایم ایف کا طریقِ واردات تازہ ہو گیا۔ بے یار و مددگار عوام سنسان کر دی گئی شاہراہ پر تپتی دوپہر میں بے آسرا چل رہے ہیں۔ حکومت کی مدد سے اچانک حملہ آور ہو کر جمع پونجی سے محروم کر کے لات مار کر زمین پر گرا چھوڑ کر بے رحمی سے اموال سمیٹ کر نکل جانا۔ منہ پر ہاتھ رکھ دینا کہ آواز بھی نہ نکالے۔ عوام کی جیب حکومت اور آئی ایم ایف نے مل کر خالی کر دی، پھاڑ ڈالی۔ مراعات یافتہ جج، جرنیل، افسر شاہی جیسے طبقات پر نوازشات اس لوٹ کے مال کی بندر بانٹ سے مزید بڑھا دی گئی ہیں۔ عوام چاروں شانے چت بجلی، پیٹرول، اشیائے ضروریہ کی لات کھا کر زمین پر ادھ موئے پڑے ہیں۔ نگران وزیر اعظم عوام کو بہلانے، لارے لپے لگانے کو ہماری جیبوں سے ٹھنڈے ٹھار کیے گئے شاندار ماحول میں میٹنگیں کرتے، لنچ ڈنر (بھی ہمارے ٹیکسوں سے) اڑاتے ہیں۔ نکل کر ہمیں ہری جھنڈی دکھا دیتے ہیں کہ ہم آئی ایم ایف کے آگے اُف نہیں کر سکتے۔ قطع نظر اس کے کہ حکومت، نگران عبوری ہو یا نام نہاد جمہوری یا آئی ایم ایف کے مقامی سہولت کار، شراکت کار لٹیرے ہیں۔ عالمی طاقتوں کے کٹھ پتلی گماشتے ہیں۔ ان کا نام اشرف غنی ہو، پرویز اشرف، کاکڑ یا کچھ اور۔ ان کی پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں رہتے ہیں۔

آئی ایم ایف کو ان سبھی کے (حکمرانی میں شریک جج، جرنیلوں سمیت) اربوں کے اکاؤنٹ، اللے تللے، عیاشیاں، مراعات دکھائی نہیں دیتے۔ عوام کو سستی دال کھاتے دیکھ کر تڑپ اٹھتے ہیں اور اس پر ٹیکس عائد کرواتے ہیں۔ یہ ریموٹ کنٹرول غلامی خوفناک تر ہے جو ہمارے جمعہ بازاروں کے ریٹ طے کرتی ہے۔ ہمارے نظامِ تعلیم سے لے کر فیشن شوز تک کنٹرول کرتی ہے۔ کس کی بولتی کب بند کی جائے گی۔ آواز کا بٹن بھی برطانیہ، امریکہ سے کنٹرول ہوتا ہے۔ الطاف حسین کی کڑک چمک گرج برس چکی اور پھر یک سانپ سونگھ گیا! عوام کٹھ پتلی تماشا دیکھنے پر مامور ہیں۔ دل بہلانے، ولولے بھگارنے کو کرکٹ ٹیموں سے کام لیا جاتا ہے۔ بھارت یہاں بھلے ہار جائے۔ جوان کہیں میدانِ کرکٹ چھوڑ کر میدانِ جہاد کا رخ نہ اختیار کر لیں۔

استعماری تسلط دنیا بھر میں آج بھی 'آن لائن' چل رہا ہے جسے ہم بھگت رہے ہیں۔ مغربی افریقہ میں پے در پے بغاوتیں ہو رہی ہیں۔ اس کے پس پردہ بھی عالمی طاقتوں کا وہاں وسائل کا استحصال اور کٹھ پتلی حکومتوں کے ساتھ مل کر عوام کو بدترین معاشی کسمپرسی میں دھکیلتے چلے جانا ہے۔ مالی، برکینا فاسو اور گنی کے بعد نائیجر اور اب گیبون میں تختے الٹے گئے۔ (نائیجر میں مسلم آبادی 95.51%، اور مالی میں 95% ہے۔ برکینا فاسو میں 63.8% اور گنی میں 46% ہے۔) نائیجر کے یورینیم اور معدنی وسائل فرانس نائیجر کی حکومتوں سے مل کر لوٹتا رہا ہے۔ گھر فرانس کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن، ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی، کہہ کر عوام پھر اٹھے۔ کیونکہ نائیجر کی آبادی دنیا میں دبلے پتلے، کمزور اور غریب ترین ہونے میں سر فہرست ہے۔ آئی ایم ایف ہمیں شاید دوسرے نمبر پر لا کھڑا کرنے پر کمربستہ ہے!

ملکی مناظر جہاں ایک طرف بلوں کی چیخ و پکار اور ہڑتالوں کے ہیں، وہاں نگران وزیر اطلاعات پنجاب کی طرف سے تھیٹروں میں فحش رقص و سرود کا سخت نوٹس لینے کی خبر بھی ہے۔ روشن خیالوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ورنہ اب تو عرصہ دراز سے پاکستان میں کوئی چیز بھی بے حیائی، فحاشی کے زمرے میں نہیں آتی۔ فنکارائیں، آرٹسٹ، سلیبرٹیاں ہوتی ہیں۔ فنونِ لطیفہ جو دین ایمان حیا کو لطیفہ بنا کر تمسخر و استہزا کرنے کا فن ہو چکا۔ چھاپا پڑا تو ۱۰ رقص کی محافل کو غیر معینہ مدت کے لیے بند کیا گیا۔ جب تک تھیٹر یہ عہد نامہ نہ دیں کہ وہ پاکستانی اقدار اور ثقافت و اخلاقیات کو ترویج دیں گے۔ حالانکہ جب سرکاری سطح پر آزادیٔ کشمیر پر فلمیں اور رقص تیار کر کے قوم کی نذر کیے جاتے ہیں، کرکٹ کی فتوحات قدر اور ثقافت بن گئیں، اس میں چیئر گرلز ناچتی، اٹھلاتی، ماڈل گرلز مٹکتی اسکرینوں پر دکھائی جاتی رہیں تو یہی سب ذرا زیادہ کھل کر تھیٹر میں ہونے لگا۔ سیکولر طبقے نے ناراضی برسائی۔ اسے عوام کی آزادیٔ اظہار پر قدغن قرار دیا جو گورے کے بنائے ڈراما ایکٹ (۱۸۷۶ء) کے تحت ہوا۔ اندازہ کیجیے، آج پاکستانی آزاد قوم ۱۸۷۶ء کے گورے حکمرانوں سے زیادہ روشن خیال ہو چکی۔ آزادی رقاصہ کی آزادیٔ اظہار تک جا پہنچی۔ جسٹس (ریٹائرڈ) بھنڈر نے اسی سلسلے میں سخت مذمتی نوعیت کا فیصلہ ۲۰۰۸ء میں صادر کیا تھا کہ:

(باقی صفحہ نمبر 16 پر)

# اپنوں پر قربان

اسد قریشی

اللہ تعالیٰ نے زندگی میں ایک اور ربیع الاوّل بھی دکھا دیا۔ الحمد للہ، کہ ایک بار پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ محبت اور عقیدت کا جذبہ تازہ کرنے کا موقع ملا۔ انہی جذبات کی بدولت ایک ادنیٰ سے امتی کے دل میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عزت و ناموس پر اپنا تن من دھن، سب کچھ فدا کرنے کا عزم پیدا ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ بھی یہی ہے کہ ان پر ہمارا سب کچھ قربان ہو، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق بھی۔ ہر سال ربیع الاول کی یہی تاثیر ہوتی ہے۔

لیکن ہم من حیث القوم اپنے حکمرانوں پر قربان ہوئے جا رہے ہیں۔ خوشی سے قربان ہوں تو بھی کوئی بات ہے، لیکن ہماری حالتِ زار قربان ہونے سے زیادہ ''قربان کیے جانے'' کا مفہوم پیش کر رہی ہے۔ ہم اپنا خون پسینا ایک کر کے کمائیں اور بجلی، آٹا، گھی، گیس اور پیٹرول جیسی بنیادی ضروریات کو عیاشی کا سامان سمجھ کر مہنگے داموں خریدیں اور یوں اپنے ملک پر قربان ہوئے جائیں۔ معذرت، ''قربان کیے جائیں''۔ یہ قربانیاں ہم اپنے حکمرانوں کی نیاز سمجھ کر ثواب کی نیت سے دیں۔

نہیں نہیں، اپنی مجبوری ہے جی!

بہر حال یہ حکمران بھی تو 'اپنے' ہی ہیں؟

کیا کہا؟ اپنے؟

ہاں، نہیں، سارے تو اپنے نہیں ہیں...

(اگر اپنے نہ ہوتے تو ۷۵ سالوں سے حکومت نہ کر رہے ہوتے!)

لیکن فوج تو اپنی ہی ہے! ہماری پیاری پاک فوج!

تو پھر مشکل کس بات کی ہے؟ تھوڑا صبر سے کام لیں، حکمران اور فوج جب اپنے ہیں تو اپنوں پر تو بندہ سب کچھ لٹاتا ہے۔ ہم بھی لٹا رہے ہیں!

لیکن لٹایا تو تب جاتا ہے جب جیب میں کچھ لٹانے کو ہو بھی۔ اب ہم کیا لٹائیں؟

تو یہ اتنی مہنگی چیزیں جو آپ خرید رہے ہیں آپ کے خیال میں اتنی مہنگی کیوں ہیں؟ آج سے پہلے، آج تک اتنے پیسے جو ایک ایک چیز کے آپ بھرتے رہے ہیں، یہ جاتے کدھر ہیں؟ اور جو آئندہ بھریں گے وہ کہاں جائیں گے؟

اسٹیبلشمنٹ کی جیب میں!

تو آپ لٹا ہی تو رہے ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟

آپ ان پر لٹا رہے ہیں اور وہ آپ کو لوٹ رہے ہیں۔ کچھ زیادہ فرق تو نہیں ہے!

بس نیت صاف رکھیں، یہ سب ان 'اپنوں' کی نیاز ہے۔

پاکستان میں گرمی بھی بہت ہے اور لوڈ شیڈنگ بھی۔ اور دونوں کے ساتھ ساتھ مچھر بھی بہت ہیں۔ یہ مچھر جب کاٹتے ہیں تو خون چوستے ہیں۔ اور اگر ہوس میں آکر یہ اپنی جسامت سے زیادہ پی جائیں، تو ان پر سچی میں 'پی جانے' والی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اور ہولے ہولے اِدھر اُدھر اڑتے پھرتے بھنبھناتے رہتے ہیں۔ انہیں ہوش تب آتا ہے جب کہیں زور سے ٹکر لگتی ہے، لیکن ہوش آنے کا فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ فوراً ہی مر بھی جاتے ہیں۔ اور ان کے پیے ہوئے خون کے قطرے پھیل کر لال دھبہ بنا دیتے ہیں۔ یہ نشان ہے ضائع ہو جانے کا۔ خون رائیگاں جانے کا۔

ہماری 'اپنی' پیاری فوج اور ہمارے 'اپنے' حکمران بھی ہمارا خون چوستے ہیں۔ چوس چوس کر اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ اور اتنا سارا پی جانے سے نشہ ہونا تو لازمی ہے۔ لیکن ڈھیٹ ایسے ہیں کہ ٹکراتے نہیں، بس اڑتے پھرتے رہتے ہے۔ ہمیں کبھی کبھی دور سے بھنبھنانے کی آوازیں آجاتی ہیں۔ لیکن جب ان کا نشہ ٹوٹتا ہے، توندوں میں بھرنے کی سپلائی لائن جب تھوڑی سی خالی ہوتی ہے، تو پھر کاٹنے اور چوسنے پہنچ جاتے ہیں۔ بہانے ہزاروں بناتے ہیں۔ ہمیں دکھاتے ہیں کہ ہم دیوالیہ ہونے والے ہیں، اِدھر سے اُدھر سے بھیک مانگ کر گزارا کر رہے ہیں، لہٰذا ہم چیزیں مہنگی کر رہے ہیں۔ اور آپ کا خون ہمیں عزیز ہے، لہٰذا ہم پی پی کر اسے اپنی توندوں میں محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے آپ قربانی دیں۔

اور ہم بھی مجبوراً قربان ہوتے رہتے ہیں۔

نہیں! معذرت، ثواب کی نیت سے نیاز سمجھ کر قربانی دیتے رہتے ہیں۔

سب سے افسوسناک بات یہ ہے، کہ جب کبھی اس اسٹیبلیشمنٹ میں سے کوئی مر جاتا ہے، تب ہی ہمارا نشان نظر آتا ہے۔

وہ چوسا ہوا خون، جو بالآخر رائیگاں گیا......

☆☆☆☆☆

ساتویں قسط

# ”ہندُتوا“ हिंदुत्व HINDUTVA کیا ہے؟

تحریر: نعمان حجازی

## ہندُتوا سے منسلک نظریات و تصورات

### اَدْوِیت ویدانت (Advaita Vedanta)

اَدْوِیت ویدانت ہندو مت میں مرکزی حیثیت کا حامل ایک مذہبی اور روحانی فلسفہ ہے جو کہ ’ویدانت‘ کے ۷ فلسفوں میں سے ایک ہے۔ ’ویدانت‘ دو الفاظ کا مرکب ہے، ’وید‘ اور ’انت‘۔ وید ہندوؤں کی مقدس کتابوں کو کہا جاتا ہے جبکہ انت کے معنی اختتام کے ہیں۔ اس طرح ویدانت کا مطلب ہوا ’ویدوں کا اختتام‘۔ ویدانت کا فلسفے کو ’ویدوں کا اصلی علم‘ یا ’ویدوں کے علم کا نچوڑ‘ کہا جاتا ہے۔ ویدوں میں کچھ ایسے منتر (آیتیں) ضرور ملتے ہیں جن کی تاویل اور تشریح ویدانت کے فلسفوں کے ساتھ کی گئی لیکن حقیقت میں ویدانت کے فلسفوں کا ویدوں میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ ویدانت کا سارا علم اصل میں ’اُپانی شد‘[1] سے اخذ کیا گیا ہے۔ اور اُپانی شد چونکہ ویدوں کے آخری ابواب ہیں اسی لیے ان فلسفوں کو ’ویدانت‘ کہا جاتا ہے۔ اُپانی شد کے علاوہ ویدانت کے فلسفے میں اضافے ’براہم سُتر‘[2] اور ’بھگود گیتا‘[3] سے بھی کیے گئے ہیں۔ ویدانت میں ان تینوں کو ’پراستھناترائی‘ (Parasthanatrayi) یعنی تین مصادر کہا جاتا ہے۔

اسی طرح اَدْوِیت بھی دو الفاظ کا مرکب ہے۔ ’اَ‘ اور ’دوِیت‘۔ ’اَ‘ سنسکرت میں نفی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے، جبکہ ’دوِیت‘ اصل میں ’دوئیت‘ ہے جو کہ سنسکرت میں دوِیت بن گیا یعنی کسی کا دو ہونا یا ’ثنویت‘[4]۔ اس طرح اَدْوِیت کا مطلب ہوا ’دوئیت کا انکار‘ یا ’عدم ثنویت‘۔ اسی کو انگریزی میں non-dualism کہتے ہیں[5]۔

اس فلسفے کا خلاصہ یہ ہے کہ کائنات میں اصل حقیقت صرف ایک ہے یعنی براہمن[6] (ایشور)۔ انسانی آتما (روح) بھی اسی کا ایک حصہ ہے اور کائنات کے سارے اجزاء بھی دراصل اسی ایک وجود کا ہی حصہ ہیں۔ اور باقی جو بھی نظر آتا ہے وہ محض ’مایا‘ (سراب) ہے اور اسی ایک حقیقت کی تجلی یا اظہار ہے[7]۔ بالفاظِ دیگر مخلوق خالق کے وجود کا ہی ایک حصہ ہے اور اپنی علیحدہ حیثیت نہیں رکھتی اور جو کچھ کائنات میں نظر آتا ہے وہ کوئی علیحدہ وجود نہیں بلکہ خالق کے وجود کا ہی اظہار ہے۔

اس فلسفے کو باقاعدہ شکل میں مرتب آٹھویں صدی عیسوی میں مشہور ہندو فلسفی اور مذہبی رہنما ادی شنکر اچاریہ (Adi Shankar Acharya) نے کیا۔ یہ وہ دور ہے جب ہندوستان پر مسلمان مسلسل حملے کر رہے تھے۔ آٹھویں صدی میں ہی محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا تھا اور اس کے بعد بھی حملے جاری رہے۔ اس وقت ہندو مت کوئی باقاعدہ مذہب نہیں تھا۔ بلکہ پورے برصغیر میں سینکڑوں چھوٹی چھوٹی سلطنتیں موجود تھیں جہاں کے دیوتا بھی الگ تھے اور وہاں کے مذہبی رسوم و رواج بھی الگ تھے۔ ہندوؤں کے قدیم مقدس وید موجود تھے لیکن ان میں بیان کیے گئے احکامات میں مختلف ویدوں میں تضاد پایا جاتا تھا اور ہر علاقے میں ان کی تشریحات بھی مختلف تھیں۔ ادی شنکر اچاریہ کا اصل کارنامہ یہی تھا کہ اس نے پورے برصغیر میں

---

[1] اُپانی شد (Upanishad) ہندوؤں کی وہ مذہبی تحریرات ہیں جو ویدوں کے بعد لکھی گئیں۔ انہیں ویدوں میں کیے گئے ’آخری اضافے‘ کہا جاتا ہے، اور انہیں ویدوں کے آخری ابواب کے طور پر ان میں شامل بھی کیا گیا ہے۔ ان تحاریر کا بنیادی موضوع ’روحانیت‘ ہے۔ جس میں روحانی ترقی کے طریقے جیسے ’دھیان‘ (مراقبہ)، اور روحانی ترقی کے مدارج، فلسفہ، خود آگاہی وغیرہ جیسے موضوعات شامل ہیں۔

[2] براہم سُتر (Brahma Sutras) چوتھی صدی عیسوی میں ’بدرآیان‘ اور ’مہابھارت‘ کے مصنف ’کرشن دویپاین‘ کی لکھی تحریر ہے۔ یہ تحریر ’اُپانی شد‘ میں موجود روحانی اور فلسفیانہ افکار کو منظم کرتی ہے اور ان کی تشریح کرتی ہے۔

[3] بھگود گیتا (Bhagvad Gita) ہندوؤں کے ایک مشہور قصے ’مہابھارت‘ کے اندر موجود ایک نظم ہے جو کہ اصل میں ’پانڈوؤں‘ کے شہزادے ’ارجن‘ اور اس کے رہبر ’کرشن‘ کے درمیان جنگ پر جاتے وقت کا ایک مکالمہ ہے۔ ارجن تشدد اور قتل عام سے بچنے کے لیے جنگ سے ہچکچا رہا ہے اور کرشن سے نصیحت مانگتا ہے۔ جبکہ کرشن اسے ’دھرم‘ (عقیدہ) کی حفاظت ’کرم‘ (عمل) سے کرنے کی نصیحت کرتا ہے اور ایک کشاتری (جنگجو اور براہمن کے بعد ہندوؤں کی دوسری اعلیٰ ذات جسے عرفِ عام میں ’کھتری‘ بھی کہتے ہیں) ہونے کی وجہ سے اپنا فرض نبھانے کا کہتا ہے۔ ویدانت کے فلسفیوں نے اس مکالمے کو ایک تمثیل کے طور پر لیا ہے اور اس سے ’آتما‘ اور ’براہمن‘ (روح اور خدا) کے تعلق کے فلسفے اخذ کیے ہیں۔

[4] ‘Dvaita’, Encyclopedia Britannica

[5] Advaita Vedanta by Sangeetha Menon (2012), Internet Encyclopedia of Philosophy

[6] براہمَن (Brahman): یہ لفظ ہندو ذات براہمِن (Brahmin) سے مختلف ہے۔ ذات میں م کے نیچے زیر ہے جبکہ اس میں م پر زبر ہے۔ اسی طرح یہ ہندو دیوتا ’برہما‘ (Brahma) سے بھی مختلف ہے۔ ہندو مذہب میں براہمَن کا مطلب ہے اعلیٰ ترین اور قطعی حقیقت۔ یہ لفظ صرف مذہبی حلقوں میں استعمال ہوتا ہے عام ہندو اس کے لیے متبادل لفظ ’ایشور‘ (Ishvara) استعمال کرتے ہیں۔

[7] Advaita Vedanta: An Introduction by Arvind Sharma (2007)

بکھرے ہوئے ان سینکڑوں مذاہب کو متحد کرنے کی کوشش کی تاکہ مسلمانوں کے مقابلے میں ایک قوت بنائی جاسکے۔ اس مقصد کے لیے اُس نے اذوِیت کا فلسفہ مرتب کیا اور اسے مرکزی حیثیت دیتے ہوئے سب کو اس فلسفے پر متحد ہونے کی دعوت دی۔

اذوِیت کا فلسفہ بظاہر ایک خالص مذہبی اور روحانی نظریہ نظر آتا ہے لیکن اس فلسفے کو خالص سیاسی وجوہات سے کھڑا کیا گیا تھا، یہی وجہ ہے کہ اصولی طور پر اس فلسفے کی وجہ سے شنکر اچاریہ کو بت پرستی کی مخالفت کرنی چاہیے تھی، لیکن چونکہ اس فلسفے کا مقصد مذہبی و روحانی کی بجائے سیاسی تھا، اس لیے اُس نے بت پرستی کی مخالفت کی بجائے مدافعت کی۔ ہندوستان کے قدیم مذاہب و فلسفوں کے ماہر اور سنسکرت زبان کا پروفیسر وی ایس گھیٹ (V. S. Ghate) ایک مقالے میں شنکر اچاریہ کا بت پرستی کے دفاع میں ایک قول نقل کرتا ہے:

> ”اپنی نشونما کی ایک خاص منزل میں بت پرستی ہماری فطرت کی ایک ضرورت ہے، جب مذہبی روح پختہ اور بالغ ہو جاتی ہے تو پھر بت پرستی کی ضرورت نہیں رہتی۔ جب مذہبی روح پختہ اور بالغ ہو جاتی ہے تو علامتوں اور رموز کو ترک کر دینا چاہیے۔“[1]

شنکر اچاریہ کے بعد کے ادوار میں جب پورے ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی تو اُس وقت کے ہندو مفکرین نے ہندوستانی رسوم ورواج کو اسلامی اثر سے بچانے کے لیے اذوِیت کے فلسفے ہی کو بنیاد بناتے ہوئے پورے ہندوستان میں پھیلے ہوئے مختلف رواجوں کو فرقوں اور مذاہب کی شکل دی اور اس طرح مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوستان کے مقامی مذاہب کو متحد کرنے کی کوشش کی۔

جب ہندوستان میں برطانوی استعماری راج آیا تو برطانویوں نے ہندوستانی ثقافت کو پسماندہ، توہم پرستانہ اور مغربی تہذیب سے ادنیٰ ہونے کا احساس ہندوؤں میں ڈال کر انہیں احساس کمتری میں مبتلا کیا۔ ایسے میں ہندو مفکرین نے ویدانت کی ’انسان پرست‘ اور سب کو اپنے اندر سمو لینے والی تعریف کو متعارف کروایا، جسے اب جدید ویدانت کہا جاتا ہے۔

ادویت ویدانت کو ہندومت کے مرکزی فلسفے کے طور پر پیش کیا گیا اور جدید ویدانت کے ذریعے سے ہندوستانی ثقافت کی تاریخ کو مختلف زاویے سے دکھانے کی کوشش کی گئی۔

اس کے علاوہ مغربی تہذیب جو طاقت کے ساتھ یہاں حکمران ہوئی تھی اس نے اپنے اثرات یہاں کی تہذیب و ثقافت پر اثر بھی ڈالے اور جدید تعلیم کے فروغ کے نتیجے میں مقامی مذاہب اور ان کے بعض تصورات جیسے بت پرستی اور ذات پات وغیرہ سے شدید بے زارگی نئی نسل میں عام ہوگئی جس کی وجہ سے ہندو مذہب کی بقا کو بھی شدید خطرات لاحق ہوگئے۔ ایسے میں ہندو مفکرین نے ہندو تہذیب و ثقافت کے احیاء کے لیے اور ہندومت کی فلسفیانہ و نظریاتی برتری کو ثابت کرنے کے لیے بھی جدید ویدانت کے نظریے کو فروغ دیا۔

ان ہندو مفکرین میں سب سے زیادہ عالمی شہرت بنگال کے ایک نوجوان راہب نریندر ناتھ دتّا (Narendrnath Datta) کو حاصل ہوئی جو بعد میں سوامی وویکانند (Swami Vivekananda) کے نام سے مشہور ہوا۔ وویکانند نے ہندو تصورات کو مغربی دنیا میں متعارف کرانے کا بیڑا اٹھایا۔ اسی کی کوششوں سے ہندومت کو ایک عالمی مذہب کی حیثیت حاصل ہوئی۔

سوامی وویکانند نے اذوِیت کو تمام ہندوستانی فلسفوں و مذاہب کی حتمی کسوٹی قرار دیا۔ ہم نے جیسے ذکر کیا کہ اذوِیت کا فلسفہ ویدانت کے سات فلسفوں میں سے ایک ہے۔ ان سات فلسفوں میں تین فلسفے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں جبکہ باقی کو ان کی ذیلی شکلیں کہا جا سکتا ہے۔ یہ بنیادی فلسفے درج ذیل ہیں۔

۱. اذوِیت ویدانت (Advaita Vedanta) یعنی عقیدۂ عدم ثنویت (non-dualism): مخلوق خالق کے وجود کا ہی ایک حصہ ہے اور اپنی علیحدہ حیثیت نہیں رکھتی۔
۲. دوِیت ویدانت (Dvaita Vedanta) یعنی عقیدۂ ثنویت (dualism): مخلوق خالق کے وجود کا حصہ نہیں ہے بلکہ دونوں اپنی علیحدہ علیحدہ حیثیت کے حامل ہیں۔ لیکن مخلوق کا وجود خالق کی وجہ سے ہی ہے۔
۳. بھید ابھید (Bhedabheda) یعنی مختلف بھی اور ایک جیسے بھی۔ یہ فلسفہ اذوِیت اور دوِیت کے نظریوں کو آپس میں ضم کرتا ہے۔ لیکن اصل میں ’مختلف بھی اور ایک جیسے بھی‘ کا معنی کیا ہے اس کی وضاحت اس فلسفے سے منسلک ہر فلسفی نے علیحدہ سے دی ہے۔ اس میں سب سے زیادہ جو وضاحت بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ مخلوق خالق کے وجود سے علیحدہ حیثیت رکھتی ہے لیکن وہ خالق کے وجود سے ہی پیدا ہوئی ہے اس لیے چاہے ظاہری طور پر مخلوق کا وجود علیحدہ ہے لیکن حقیقت میں یہ خالق کے وجود کا ہی حصہ ہے۔

سوامی وویکانند نے ان فلسفوں کو علیحدہ مکاتب فکر تسلیم کرنے سے انکار کیا اور اس بات پر زور دیا کہ یہ اصل میں روحانی ترقی کے مدارج ہیں اور حتمی درجہ اذوِیت ہی ہے۔ وویکانند کے

---

[1] End of Religion and Ethic, Fourth Edition, Article: SankarAcharya by V. S. Ghate. (ترجمہ: تاریخ دعوت وعزیمت جلد اوّل از مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ ص ۲۵)

نظریات جدید ویدانت کی اساس ہیں، اور ان نظریات نے جدید اور مروجہ ہندومت کی بنیاد رکھی۔

باوجود اس کے کہ ہندو عقائد اور رواجوں میں بہت تنوع پایا جاتا ہے، وویک آنند کی کوششوں سے ادویت ویدانت کی جدید شکل نے ہندو افکار میں غالب حیثیت اختیار کر لی۔

سوامی وویکانند انیسویں صدی میں ہندومت کے احیا میں سب سے بڑا نام ہے اور آج کا ہندو ہندومت سے متعلق اپنا علم براہ راست یا بالواسطہ سوامی وویکانند سے ہی اخذ کرتا ہے۔ لیکن وویکانند کو ہندومت کا مجدد کہنے کی بجائے متجدد کہا جائے تو یہ زیادہ درست ہوگا۔ اس لیے کہ مغربی تہذیب اور جدید تعلیم کی وجہ سے روایتی ہندومت دم توڑ رہا تھا اور اس کی جڑیں کھوکھلی ہو چکی تھیں۔ جدید ذہن کو اس میں کوئی کشش محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ایسے میں وویکانند نے ہندومت کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے اور اسے مغرب میں بھی قابل قبول بنانے کے لیے اس میں مغربی افکار و نظریات کی آمیزش کی، اور روایتی ہندو تصورات کی جدید مغربی نظریات اور طرزِ فکر کے اعتبار سے نئی تشریحات پیش کیں۔

سوامی وویکانند نے امریکہ، برطانیہ اور یورپ کے کئی بار دورے کیے اور وہاں اپنے سینکڑوں دروس میں ہندو فلسفوں، خاص طور پر ادویت، کو جدید تشریحات کے ساتھ متعارف کروایا۔ اذویت کی نئی تشریحات کے علاوہ سوامی وویکانند کے جس کام کو مغرب میں سب سے زیادہ پذیرائی ملی وہ اذویت کے روحانی مدارج کے حصول کے لیے 'یوگا'[1] کی مشقیں متعارف کروانا تھا۔ یہ یوگا کی مشقیں بعد میں پورے مغرب میں مقبولِ عام ہوئیں۔

برطانویوں کی طرف سے ہندو تہذیب کی تحقیر اور جدید تعلیم یافتہ نوجوان نسل کی ہندو مذہب و رسومات سے بے زاری نے ہندومت کی بقا کا مسئلہ کھڑا کیا جس کی وجہ سے ہندو قومیت کا تصور سامنے آیا۔ اس دور میں ویدانت نے مغربی اقوام اور ہندو قوم پرست دونوں کی نظر میں ہندو مت کی روح کی حیثیت اختیار کر لی، جبکہ ادویت ویدانت کو ہندومت کی بعید از فہم فطرت کو سمجھنے کے لیے ایک عملی مثال سمجھا جانے لگا۔ ادویت ویدانت کے اس تصور نے ایک ایسے قوم پرست نظریے کی تعمیر کا موقع فراہم کیا جو ہندوؤں کو عیسائیوں اور مسلمانوں کے خلاف متحد کر سکتا تھا۔

اذویت کا نظریہ اگرچہ ایک مذہبی و روحانی نظریہ ہے لیکن اس نظریے کی تشکیل بھی سیاسی مقاصد کے پیش نظر کی گئی اور آج تک اس کا زیادہ استعمال بھی سیاسی مقاصد سے ہی کیا جاتا رہا ہے۔ ہندو قوم پرست اس نظریے کو اپنے نظامِ فکر کی اہم بنیاد قرار دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہاں رہنے والے سب لوگ اسے تسلیم کریں۔ ہندوستان کے دھارمک مذاہب میں ہندومت کے علاوہ بدھ مت اور جین مت میں پہلے سے یہ نظریہ موجود ہے۔ سکھوں میں یہ نظریہ نہیں پایا جاتا تھا لیکن پچھلی ایک صدی کے دوران ان میں بھی ایک فرقہ پیدا ہوا ہے جو اس نظریے کا قائل ہے۔ اسی طرح ہندو قوم پرستوں کی طرف سے 'وحدت الوجود' کی ایسی تعریفات اور نظریات کو مسلمانوں میں مقبول بنانے کے لیے باقاعدہ کوششیں کی گئی ہیں جو ادویت ویدانت کے نظریے سے مطابقت رکھتے ہیں۔

ہندُتوا کا اہم نظریہ ساز گولوالکر ایک مسلمان صحافی جیلانی کو انٹرویو دیتے ہوئے اذویت کے نظریے کے متعلق کہتا ہے:

> "اسے آپ اذوِیت کہیں یا کچھ اور کہیں لیکن یہ فلسفہ نہ ہندوؤں کا ہے نہ مسلمانوں کا (یعنی سب کا ہے)۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وجود صرف ایک ہے۔ وہی ایک سچائی ہے۔ وہی حقیقی مسرت ہے۔ وہی خالق ہے، رب ہے اور وہی تباہ کرنے اور ختم کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ ہمارے درمیان خدا کے جتنے مختلف تصورات پائے جاتے ہیں وہ اس حتمی حقیقت کے محدود تصورات ہیں۔ اس حتمی حقیقت کی بنیادیں ہم سب کو جوڑتی ہیں۔ یہ حقیقت کسی خاص مذہب تک خود کو محدود نہیں رکھتی۔ مذہب صرف پرستش کا ایک طریقہ ہے۔"[2]

## سروُدھرم سم بھاؤ (Sarva Dharma Sama Bhava)

جدید ویدانت کے فلسفے کے مطابق مذہب انسان کے تجربے کا نام ہے۔ انسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ سچائی کو تلاش کرے۔ اس تلاش میں وہ جن تجربات سے گزرتا ہے اور اس پر جو حقائق اور اصول منکشف ہوتے ہیں وہی مذہب کی اصل حقیقت ہے۔ یہ انکشافات ہر فرد پر ہو سکتے ہیں۔[3]

جب ہر فرد پر انکشافات ہو سکتے ہیں تو گویا متعدد مذہبی تجربات نظریاتی طور پر ممکن ہیں۔ چنانچہ ویدانت کے نظریے کے لحاظ سے مختلف مذاہب بیک وقت درست ہو سکتے ہیں۔ اس نظریے کو سروُدھرم سم بھاؤ کہا جاتا ہے۔

---

[1] یوگا: یہ لفظ انگریزی میں منتقل ہونے کے بعد آخر میں الف سے مشہور ہو گیا ہے ورنہ اصل لفظ 'یوگ' ہے اور اس کے ماہر کو 'یوگی' کہا جاتا ہے۔ اسی لفظ کو بعض دیگر ہندوستانی لہجوں میں 'جوگ' کہا جاتا ہے اور اس کے ماہر کو 'جوگی'۔

[2] Sri Guru ji and Indian Muslims by Rakesh Sina (2020) pg 11 (ترجمہ: ہندُتوا کی فکری اساسیات از سید سعادت اللہ حسینی، ماہنامہ زندگی نو، شمارہ جولائی ۲۰۲۱ء، ص ۱۰)

[3] Contemporary Hinduism: ritual, culture, and practice. By Robin Rinehart. (2004)

سرؤدھرم سم بھاؤ کا لغوی ترجمہ ہے 'سب عقائد ممکن ہیں'۔ لیکن اصطلاحی طور پر اس کا مطلب ہے کہ 'تمام مذاہب حق ہیں'، یا '(مذہبی اعتبار سے) تمام راستے ایک ہی منزل کی جانب جاتے ہیں'۔ بنیادی طور پر یہ تصور سوامی وویکانند اور اس کے گورو رام کرشن نے پھیلایا تھا۔ اور سرؤ دھرم سم بھاؤ کی یہ اصطلاح بھی قدیم ویدوں میں ملتی ہے۔ اس حوالے سے رگ وید[1] میں موجود ایک منتر کا حوالہ دیا جاتا ہے کہ "سچائی ایک ہے مگر اسے مذہبی رہنما مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں۔" رگ وید میں اس کی مثال اندھے لوگوں اور ایک ہاتھی سے دی گئی ہے[2]۔ اس مثال میں کچھ اندھے آدمی جنگل میں گئے اور وہاں وہ ایک ہاتھی سے ٹکرا گئے۔ یہ لوگ پہلے سے ہاتھی کے بارے میں واقف نہیں تھے۔ سب نے جاننے کے لیے کہ یہ کیا چیز ہے اسے ہاتھ لگا کر محسوس کرنا شروع کیا۔ پہلے آدمی کا ہاتھ اس کی سونڈ پر پڑا تو اس نے کہا کہ یہ ایک موٹے سانپ کی طرح ہے۔ دوسرے کے ہاتھ اس کے کان پر پڑے تو اس نے کہا کہ یہ تو پنکھے کی طرح ہے۔ تیسرے کا ہاتھ اس کی ٹانگ پر پڑا تو اس نے کہا کہ یہ تو ایک ستون کی طرح ہے جیسے کوئی درخت کا تنا ہو۔ چوتھے کے ہاتھ اس کے پہلو پر پڑے تو اس نے کہا کہ یہ تو ایک دیوار ہے۔ ایک کا ہاتھ اس کی دم پر پڑا تو اس نے کہا یہ ایک رسی کی طرح ہے۔ ایک کا ہاتھ اس کے ہاتھی دانت پر پڑا تو اس نے کہا کہ یہ تو کوئی سخت اور ہموار چیز ہے جیسے کوئی برچھی ہو۔ آخر میں اُن لوگوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ سب علیحدہ علیحدہ جانوروں سے ٹکرائے ہیں۔[3]

اس نظریے کو ثابت کرنے کے لیے اندھے آدمیوں اور ہاتھی کی مثال کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔

سرؤدھرم سم بھاؤ کی اصطلاح کو بعد میں گاندھی نے اپنا لیا اور یہ اُسی کے ساتھ منسوب ہو گئی۔ اس کے بعد سے سرؤدھرم سم بھاؤ کی اصطلاح اور تصور کو ہندوستان میں سیکولر نظریے میں کلیدی حیثیت حاصل ہو گئی۔

ہندو قوم پرست بھی اس نظریے کو قبول کرتے ہیں اور اپناتے ہیں لیکن چونکہ یہ اصطلاح گاندھی کے ساتھ منسوب ہو گئی اور اسے سیکولر نظریے نے اپنا لیا اس لیے ہندو قوم پرست اس اصطلاح کا استعمال نہیں کرتے۔ لیکن اس نظریے کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال ضرور کرتے ہیں۔

اس نظریے کی وجہ سے سوامی وویکانند کو مغرب میں بہت زیادہ پذیرائی ملی۔ ۱۸۹۳ء میں وویکانند امریکہ میں عالمی مذاہب کی پارلیمنٹ کے اجلاس میں شرکت کے لیے گیا جہاں اس نے ہندومت اور اذویت ویدانت کے فلسفے کو متعارف کروایا۔ اور اس تعارف کا آغاز وویکانند نے سرؤدھرم سنبھاؤ کے نظریے سے ہی کیا۔ وویکانند نے اجلاس سے خطاب کا آغاز اس جملے سے کیا "امریکی بہنو اور بھائیو"۔ یہ جملہ وہاں موجود شرکاء کو اتنا پسند آیا کہ اجلاس میں موجود سات ہزار افراد کھڑے ہو گئے اور انہوں نے ۲ منٹ تک مسلسل تالیاں بجائیں۔ خاموشی ہونے کے بعد اس نے اپنی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے کہا:

> "میں دنیا کی نوجوان اور کم عمر ترین قوموں کا دنیا کے قدیم ترین یوگی نظام، قدیم سنیاسیوں کی ویدوں کے نظام اور ایک ایسے مذہب کی جانب سے استقبال کرتا ہوں جس نے دنیا کو رواداری اور عالمگیر قبولیت کا سبق دیا۔"[4]

اس کے بعد اس نے اپنی مذہبی کتابوں سے دو اقتباسات نقل کیے جو کہ سرؤدرھرم سم بھاؤ کے نظریے سے متعلق تھے۔

> "جس طرح مختلف ندیاں مختلف جگہوں سے نکلتی ہیں لیکن سب کے پانی سمندر میں مل جاتے ہیں، اسی طرح اے خدا، مختلف راستے جو انسان اپناتا ہے، چاہے وہ ایک دوسرے سے جدا نظر آتے ہیں، ٹیڑھے ہوں یا سیدھے، سب تیری ہی طرف جاتے ہیں۔"

> "جو بھی میری طرف بڑھتا ہے چاہے جس بھی طریقے سے بڑھے، میں اس کی طرف بڑھتا ہوں۔ سب لوگ اُن راستوں پر کوشش کر رہے ہیں جو بالآخر میری ہی طرف آتے ہیں۔"[5]

وویکانند کو اس تقریر کی وجہ سے امریکہ میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی اور اسے ایک ہیرو کا درجہ حاصل ہو گیا۔ اخباروں کے اداریوں نے اس تقریر کی وجہ سے وویکانند کی تعریفوں کے پل باندھے۔ امریکی جریدہ 'دی نیویارک ہیرالڈ' (The New York Herald) اس حوالے سے لکھتا ہے:

---

[1] رگ وید ہندومت کی چار مقدس کتابوں (وید) میں سے ایک ہے دیگر تین یاجوروید، ساوید اور اتھر واوید ہیں۔ رِگ وید کی اکیس شاخیں ہیں جن میں سے صرف ایک آج موجود ہے باقی بیس شاخیں اب ناپید ہو چکی ہیں۔

[2] رگ وید سے یہ مثال پانچویں صدی قبل مسیح میں جین مت اور بدھ مت کی کتابوں میں آئی اور بدھ مت کی کتابوں سے یہ پوری دنیا میں مشہور ہوئی، اس کے علاوہ دیگر دنیا کے ممالک میں بھی یہ مثال مشہور ہے۔

[3] Encyclopedia of Perception by E. Bruce Goldstein (2010) pg 492

[4] A Comprehensive Biography of Swami Vivekananda by Sailendra Nath Dhar Part I p. 461

[5] Ibid.

”وویکانند بلاشبہ مذاہب کی پارلیمنٹ میں عظیم ترین شخصیت ہے۔ اسے سننے کے بعد ہم نے محسوس کیا کہ ایسی عالم فاضل قوم کی طرف مشنریوں کو بھیجنا کتنی احمقانہ بات ہے۔“[1]

سوامی وویکا آنند سرؤ دھرم سم بھاؤ کے تصور کو اَدْوِیت ویدانت کا لازمی نتیجہ تصور کرتا تھا اور اس تصور کی وجہ سے وہ ہندومت کو واحد مذہب تصور کرتا تھا جو رواداری کو فروغ دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

”دنیا کے تمام ملکوں میں صرف ہندوستان ہی رواداری اور روحانیت کی زمین بن سکتا ہے... قدیم زمانے میں سَنت اٹھے اور اعلان کیا کہ جو موجود ہے، وہ صرف ایک ہے۔ مذہبی رہنما اسے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔ یہ اب تک انسان کی زبان سے نکلنے والا سب سے یادگار جملہ تھا، اب تک تلاش کی گئی سب سے عظیم حقیقت تھی۔ یہ حقیقت ہمارے قومی وجود کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اسی کے نتیجے میں یہ زمین رواداری کی زمین بن گئی۔“[2]

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اَدْوِیت اور سرؤ دھرم سم بھاؤ کے نظریات کی وجہ سے ہندوؤں میں حقیقی رواداری پیدا ہوتی اور وہ ہندوستان میں تمام مذاہب کو اپنے اپنے عقائد کے مطابق زندگی گزارنے پر اعتراض نہ کرتے۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہوا۔ ہندو قوم پرستوں نے ان نظریات کو واحد حق تصور کر لیا اور جو ان تصورات پر یقین نہیں رکھتا اسے دشمن اور عدم رواداری پھیلانے والا کہنے لگے۔ اس طرح سے ہندو قوم پرستوں نے سامی مذاہب کے خلاف اس نظریے کو بطور ہتھیار استعمال کیا کہ یہ مذاہب چونکہ صرف اپنے آپ کو ہی حق تصور کرتے ہیں اس لیے یہ اس خطے میں عدم رواداری کا باعث ہیں اور انہیں یہاں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ اس حوالے سے گولوالکر لکھتا ہے:

”اُن سب سامی مذاہب، یہودیت، عیسائیت اور اسلام، میں سب کے لیے ایک ہی طریقۂ عبادت مقرر کیا گیا ہے۔ ان ادیان میں صرف ایک ہی نبی ہے، ایک ہی کتاب ہے اور ایک ہی خدا ہے، جن کے علاوہ انسانی روح کے لیے نجات کا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ ایسے دعویٰ کی نامعقولیت سمجھنے کے لیے بہت زیادہ ذہانت کی ضرورت نہیں ہے۔ قدرتی طور پر مذہب کے اس سامی تصور نے عدم رواداری کو جنم دیا اور لوگوں کو مذہب کے نام پر تقسیم کیا۔“[3]

ہندُتوا کا ایک اور مفکر منموہن ویدی آر ایس ایس کے جریدے ’آرگنائزر‘ میں لکھتا ہے:

”روایتی طور پر سامی طرزِ فکر، انسانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دیکھتا ہے۔ ایک وہ جو کسی مخصوص عقیدے کو قبول کرتے ہیں اور دوسرے جو اسے قبول نہیں کرتے۔ جو قبول نہیں کرتے اُن کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ وہ شیطان کے دوست اور کافر ہیں اور انہیں زندہ رہنے کا بھی حق حاصل نہیں ہے۔ اس تخریبی طرزِ فکر نے کمیونزم جیسے ان (مغربی) نظریات پر بھی اثر ڈالا ہے جو ان (سامی) علاقوں میں پروان چڑھے ہیں۔ اور یہ (ان نظریات کے ماننے والے) لوگ بھی اُن تمام کو جو اُن کے خیالات سے اتفاق نہیں رکھتے غیر سمجھنے لگتے ہیں۔ یعنی آپ کمیونسٹ نہیں ہیں تو آپ دائیں بازو کے ہیں جو قابلِ شرم بات ہے۔“[4]

ہندُتوا کے فلسفۂ حیات کو سمجھنے میں اس تصور کی مرکزی اہمیت ہے۔ اُن کے نزدیک یہ بڑی برائی ہے کہ آدمی دوسرے کے مذہب کو غلط سمجھے اور مذہب کو کسی ایک مستند کتاب یا شخصیت سے وابستہ کر لے۔ وہ اسے ہندوستانی طرزِ فکر کے خلاف باور کراتے ہیں اور سامی، مغربی یا ایسا طرزِ فکر سمجھتے ہیں جو اس ملک کے لیے بالکل اجنبی ہے۔ وہ اس طرزِ فکر کو بہت سے مسائل کی جڑ سمجھتے ہیں۔ اسلام اور عیسائیت سے ان کی مخالفت کا سبب بھی یہی باور کروایا جاتا ہے کہ یہ مذاہب اپنے سوا کسی اور کو صحیح نہیں سمجھتے۔ کافر اور گمراہ سمجھتے ہیں۔ اس لیے دوسروں کو وہ کبھی عزت و احترام نہیں دے سکتے۔

لیکن اس طرح تنقید اور مخالفت بلکہ دشمنی کرتے ہوئے وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ اس طرح سے وہ اپنے ہی، تمام مذاہب کے حق ہونے کے، نظریے کو رد کر رہے ہیں۔ اور اس طرح سے جس چیز کا الزام وہ سامی مذاہب کو دیتے ہیں وہی وہ خود بھی کر رہے ہیں۔ نعرہ اَدْوِیت کا اور سرؤ دھرم سم بھاؤ کا لگاتے ہیں لیکن خود اس پر عمل کرنے کی بجائے اس کے برخلاف حق صرف اسے سمجھتے ہیں جو ان تصورات پر یقین رکھتا ہو اور باقی سب برائی کی جڑ۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

---

[1] Modern Religious Movements in India by J. N. Farquhar (1915) p. 202

[2] Complete Works of Swami Vivekananda, Vol 5 p. 98 (ترجمہ: ہندُتوا اور سیکولر مفکرین از سید سعادت اللہ حسینی، ماہنامہ زندگی نو شمارہ اگست ۲۰۲۱ء ص ۸)

[3] Bunch of Thoughts by M. S. Golwalkar p. 95

[4] Rashtra and Nation: Eternal Hindu Rashtra by Manmohan Vaidiya in Organiser issue 14 April 2018 (ترجمہ: ہندُتوا کی فکری اساسیت از سید سعادت اللہ حسینی، ماہنامہ زندگی نو، شمارہ جولائی ۲۰۲۱ء، ص ۱۸)

# دو عالمی غنڈوں کی شہ پر......

عمر حیدر آبادی[1]

کیا آپ نے کسی علاقے میں غنڈوں اور بدمعاشوں کی داداگیری دیکھی ہے؟ جب بڑے بدمعاش داداگیری کرتے ہیں تو ان کی شہ پر ان کے چیلے چپٹے چھوٹے غنڈے بھی چوڑے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح آج ہم دیکھتے ہیں کہ امریکہ اور اسرائیل جیسے عالمی غنڈوں کی حمایت نے بھارت جیسے ’اندھ بھکتوں‘ کے دیش کو مسلمانوں کے خلاف شہ دی ہے۔ ہندو دہشت گرد، ہندو راشٹر کی بنیادوں کو مسلمانوں کے لہو سے سینچ رہے ہیں۔ مسجدوں کو شہید کر کے ’ہندو راشٹر‘ کے مندروں کی تعمیر کی جا رہی ہے اور ان سارے معاملات میں امریکہ اور اسرائیل انڈیا کی پیٹھ تھپ تھپا رہے ہیں۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل اور جینوسائڈ واچ (Genocide Watch) جیسے اداروں کا کہنا ہے کہ ہندوستان کے وزیر اعظم نریندر مودی کی اسلاموفوبک پالیسی اور کھلے بندوں ہندو شدت پسندوں کو چھوٹ دینے کے نتیجے میں مسلمانوں کے خلاف بہت ہی بھینکر (خطرناک) صورتحال پیدا ہو رہی ہے۔ جینوسائڈ واچ کے بانی گریگری اسٹینٹن (Gregory Stanton) نے کہا کہ بھارت میں مسلمانوں کے خلاف کسی بھی وقت بڑے پیمانے پر قتلِ عام شروع ہو سکتا ہے اور جس طرح کا ماحول انڈیا میں بنایا جا رہا ہے یہ بہت ہی تشویشناک ہے۔

یہ بات شاید آپ کو تعجب میں ڈال دے کہ گجرات کے دنگوں کے قصائی نریندر مودی، جسے گجرات دنگوں کے بعد امریکہ میں داخل ہونے کی اجازت تک نہیں دی گئی تھی، اس وقت دو مرتبہ امریکی کانگریس کے مشترکہ اجلاس میں امریکیوں کے سامنے خطاب کر چکا ہے۔ مودی کا امریکہ میں اب بڑی ہی گرمجوشی سے استقبال کیا جاتا ہے، رائل ڈنر کے لیے مدعو کیا جاتا ہے، نیویارک میں یوگا ڈے (Yoga Day) کی تقریب منعقد کی جاتی ہیں، (بھارت اور مودی) کو نئے ابھرتے ہوئے شراکت دار (new emerging partner) اور لیڈر کے طور پر سراہا جاتا ہے۔ ایک گھنٹے سے زیادہ کی تقریر میں مودی کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا گیا کہ مانو مودی ہی امریکہ کا صدر یا سب سے اچھا دوست ہو۔ پورے خطاب کے دوران (مودی، مودی) کے نعرے کئی مرتبہ لگائے جاتے ہیں۔ خطاب کے اختتام پر ’بھارت ماتا کی جے‘، ’وندے ماترم‘ کے نعرے‘...جی ہاں...وائٹ ہاؤس میں لگائے جاتے ہیں۔

سب کچھ جانتے ہوئے بھی اور مودی کا کردار سامنے ہونے کے باوجود مودی کے ساتھ خصوصی برتاؤ اس بات کا ثبوت ہے کہ امریکہ کو مودی کے کام سے کوئی دقت یا پریشانی نہیں بلکہ وہ ہر حال میں مودی کا ساتھ چاہتا ہے۔

اسلام کے پاکیزہ اور فطرت پر مبنی نظام نے جب دوبارہ سے عروج کی طرف اپنا سفر شروع کیا تو کفر کے سرداروں کو اپنے اور اپنے نظام کے لیے خطرہ محسوس ہونے لگا۔ خطے میں اپنے اسٹریٹجک پارٹنر اور لیڈر چنے جانے لگے۔ برصغیر میں بھارت سے اچھا پارٹنر اور لیڈر کہاں مل سکتا تھا؟ جس کے ساتھ انتہائی اہم فوجی، معاشی اور سفارتی معاہدے کیے گئے، جو ہندو جنونیوں سے بھرا پڑا ہے، جو جغرافیائی طور پر بھی اہم ہے اور جہاں چڑھتے سورج کی پوجا کی جاتی ہے۔ کرائے کی فوج تو آس پڑوس سے بھی مل جاتی ہے لیکن برصغیر میں کفر کی قیادت کی ساری صلاحیتیں بھارت کے مشرکین میں نظر آتی ہیں جن کے ساتھ بین الاقوامی مفادات بھی جڑے ہیں۔

فروری ۲۰۲۰ء میں دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کہے جانے والے بھارت میں صدیوں سے رہ رہے مسلمانوں کی شہریت پر ہی سوال اٹھا دیے گئے۔ بھارت میں ۸۰۰ سال حکومت کرنے والے مسلمانوں کو، انگریزوں کے خلاف سب سے زیادہ قربانیاں دینے والے مسلمانوں کو، اب یہ کہا جا رہا ہے کہ اپنی شہریت کا ثبوت دیں، جبکہ پڑوس ممالک سے آنے والے سکھوں، جین وغیرہ کو انڈیا کی شہریت کی پیشکش کی جا رہی ہے۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف دائرہ تنگ کیا جا رہا ہے۔

اور جب حکومت کے اس منصوبے (شہریت بل) کے خلاف مسلمانوں نے پرامن احتجاج کیا، تو ہندوؤں نے واویلا مچا دیا، بات اس حد تک بگڑ گئی کہ مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا گیا، پولیس انتظامیہ جو براہ راست مرکزی حکومت کے زیرِ کنٹرول ہے، ہندوؤں کی مدد کرتی نظر آئی، پولیس نے میڈیا کے سامنے بغیر کسی ڈر و خوف کے مسلمانوں کو بے رحمی سے پیٹا اور قتل کیا۔ مسلمانوں کے گھروں کو اجاڑ دیا گیا، انہیں نذرِ آتش کر دیا گیا، دسیوں مسلمان شہید ہوئے، سیکڑوں زخمی کر دیے گئے، ہزاروں مسلمان ریلیف کیمپوں میں رہنے پر مجبور ہو گئے۔

لیکن اسی وقت احمد آباد، گجرات کے سب سے بڑے کرکٹ اسٹیڈیم میں ڈونلڈ ٹرمپ اپنا آشیرواد مودی اینڈ کمپنی پر نچھاور کر رہا تھا۔ انڈیا کو اپنا سب سے اچھا پارٹنر بتلا کر ہر میدان میں

---

[1] بھائی عمر حیدر آبادی کا تعلق ہندوستان سے ہے اور ان کی نسبت ہندوستانی ریاست ’حیدر آباد‘ سے ہے۔ (ادارہ)

سمجھوتے کیے جا رہے تھے۔ خطے کی قیادت بھارت کو سونپنے کی تیاری مکمل ہے اور اس کی ہر طرح سے بھرپور رہنمائی بھی کی جا رہی ہے۔ جس کا فائدہ اٹھا کر ہندوؤں نے ہندوستان میں رہ رہے مسلمانوں کا جینا حرام کر رکھا ہے۔

ٹرمپ نے گجرات کے دورے کے دوران اپنی تقریر، بلکہ یوں کہیں کہ عشق و محبت کے فسانے میں کہا:

”میں اور میری بیوی آٹھ ہزار میل کا سفر طے کر کے بھارت کو یہ پیغام دینے آئے ہیں کہ ہم آپ سے محبت کرتے ہیں، آپ کی عزت کرتے ہیں اور ہمیشہ آپ کے بھروسہ مند دوست رہیں گے۔ انڈیا ہمارے دلوں میں بہت ہی اعلیٰ مقام رکھتا ہے، انڈیا اور ہم بہت ہی بڑے مقصد کے لیے یہاں موجود ہیں۔“

ٹرمپ نے مزید محبت کے افسانے پڑھتے ہوئے کہا:

”انڈیا کی مثال اس صدی کی بہترین کامیابی کی ہے، انڈیا ایک آزاد ملک بن کر سامنے آیا ہے، جو دنیا کے لیے ایک مثال ہے۔ ہم انڈیا کو دنیا کے بہترین جہاز، میزائل، راکٹ، بحری جہاز اور ہیلی کاپٹر دیں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ امریکہ کو انڈیا کا دفاعی ساتھی ہونا چاہیے۔ امریکہ اور انڈیا مل کر اسلامی دہشت گردی کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ انڈیا ایک اچھے لیڈر کی طرح مستقبل کے لیے مشکلات کو حل کر رہا ہے اور امن قائم کر رہا ہے۔“

ایک طرف مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، انٹرنیشنل ہیومن رائٹس واچ (International Human Rights Watch) کئی مرتبہ دنیا کو اس بات سے آگاہ کر چکی ہے کہ ہندوستان مسلمانوں کی قتل گاہ بنتے جا رہا ہے۔ نہ مسلمانوں کے گھر محفوظ ہیں، نہ مسجدیں، مدرسے اور نہ ہی خود مسلمان۔ اور دوسری طرف امن کے ٹھیکے دار، انسانی اقدار کے چیمپئن امریکہ اور اسرائیل بھارت کی پیٹھ تھپ تھپا رہے ہیں۔ انہی عالمی غنڈوں کی شہ پر انڈیا میں ظلم کی چکی اپنی رفتار سے کئی گنا تیز چلنا شروع ہو گئی ہے۔ عراق اور افغانستان کو دنیا کے لیے خطرہ کہہ کر آسمان سے آگ برسانے والا امریکہ ہندوستان کے سارے جرائم کو نظر انداز کر کے بھارت کو اپنا اسٹریٹجک پارٹنر بنا رہا ہے۔

مودی کے گجرات میں دورِ حکومت میں مسلمانوں نے گجرات میں وہ منظر دیکھا جسے قیامت تک بھلایا نہیں جا سکتا، ایکشن کے ری ایکشن کے نام پر ہزاروں مسلمانوں کو موت کی نیند سلا دیا گیا، مودی کی سربراہی میں دو ہزار مسلمانوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ بی بی سی نے کچھ عرصہ پہلے گجرات دنگوں کے حوالے سے ایک دستاویزی فلم نشر کی، جس میں مودی کے کردار کو اجاگر کیا گیا تھا۔ لیکن اس فلم پر بھارت میں فوراً ہی پابندی عائد کر دی گئی اور حکومت کی طرف سے فلم کو پروپیگنڈہ قرار دیا گیا۔

امریکی دفتر خارجہ کے ترجمان 'نیڈ پرائس' سے جب ایک رپورٹر نے یہ پوچھا:

”میں یہاں پچھلے آٹھ سالوں سے آ رہا ہوں لیکن ایک مرتبہ بھی مودی کے گجرات دنگوں میں کردار کے حوالے سے سوال نہیں کیا گیا۔ کیا گجرات میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہیں ہوئی تھی؟ بی بی سی کی نشر کردہ فلم کے حوالے سے آپ کیا کہیں گے؟“

نیڈ پرائس نے جواب دیا:

”مجھے اس فلم کے بارے میں نہیں پتہ، انڈیا سب سے بڑی جمہوریت ہے اور ہم ہر اس چیز کو دیکھتے ہیں جو ہمیں آپس میں جوڑتی ہے اور ہماری دلچسپی ہمارے جمہوری سمجھوتوں میں ہے۔“

بھارت میں منظم طریقے سے مسلمانوں کی نسل کشی کی جا رہی ہے، جس میں بلڈوزر کا اہم کردار ہے۔ اتر پردیش کا وزیر اعلیٰ یوگی ادتیاناتھ بڑے فخریہ انداز میں اپنے بلڈوزروں کی طرف اشارہ کر کے مسلمانوں کی تباہی پر ہنستا ہے۔ ہزاروں مسلمانوں کے گھروں اور دکانوں کو مسمار کر کے مسلمانوں کو خوفزدہ کیا جاتا ہے۔ بلڈوزر بابا، ماما کے نام سے بڑے ہی فخر سے بلڈوزر کو یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن امریکہ میں کیوں بلڈوزر کو منظرِ عام پر لایا گیا؟ کیا ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف اپنائے گئے طریقوں پر خوشی کا اظہار کیا جا رہا ہے؟ کیا ہندوستان کو یہ پیغام دیا جا رہا ہے کہ ہم تم سے اور تمہاری پالیسیوں سے خوش ہیں؟

امریکی ریاست نیو جرسی میں ریپبلک ڈے (Republic Day) پریڈ کے دوران بلڈوزر کو پریڈ کا حصہ بنایا گیا۔ آقاؤں نے اپنے نوکروں کو ہری جھنڈی دکھائی ہے۔

جب مودی کو اس سال امریکہ بلایا گیا تو موجودہ امریکی صدر جو بائیڈن نے یہاں تک کہہ دیا کہ بھارت اور امریکہ کی شراکت داری اکیسویں صدی کی سب سے خاص شراکت داری ہونے والی ہے۔ پھر ٹیسلا کا 'سی ای او' ایلن مسک یہ اعلان کرتا ہے کہ جلد ٹیسلا بھارت آ رہی ہے۔ ایک ہی میز پر مودی گوگل، مائکروسافٹ اور ایپل کے سی ای اوز سے ملاقات کرتا ہے۔ دوسری طرف مودی اور بائیڈن دفاعی شعبے میں، سیمی کنڈکٹرز کی تیاری میں اور اے آئی کے شعبے میں شراکت داری کا اعلان کر رہے ہیں۔ سیمی کنڈکٹر جو موبائل، لیپ ٹاپ اور گاڑیوں میں استعمال ہوتے ہیں پہلے تائیوان اور چین تیار کر رہے تھے، لیکن اب گجرات میں پانچ لاکھ مربع فٹ سیمی کنڈکٹر پلانٹ لگنے جا رہا ہے، جسے امریکی کمپنی مائکرون ۸۲۵ ملین ڈالر خرچ کر کے بنا رہی ہے۔ (باقی صفحہ نمبر 43 پر)

# غزوۂ ہند: تیاری کی ضرورت!

عامر سلیم خان (سابقہ افسر پاکستان آرمڈ فورسز)

برِّصغیر پاک و ہند اور اس سے ملحقہ خطوں میں تاریخی لحاظ سے اصل قوت مسلمانوں ہی کی تھی۔ ترکی و افغانستان سے لے کر برما و انڈونیشیا تک یہ خطہ صدیوں سے مسلمانوں کے زیرِ تسلط یا کم از کم زیرِ اثر رہا۔ دنیا میں مسلمانوں کی سب سے بڑی آبادی اس خطے میں ہونے کے باوجود دورِ حاضر میں مسلمان یہاں مغلوب ہیں۔ اس کے عوامل کیا ہیں؟ اسے علمائے حق نے بارہا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ دورِ حاضر میں ایک بات جو یہاں کے مسلمانوں کے لیے خوش آئند ہے وہ خراسان میں روس و امریکہ کے لشکروں کے خلاف اہلِ اسلام کی کامیابی ہے۔ جس سے مغلوب و مظلوم مسلمانوں کے لیے راہِ عمل کا تعین آسان ہو جاتا ہے اور اس طریقۂ اصل پر یقین اور پختہ ہو جاتا ہے جس کے ذریعے خراسان میں کفار کی تاریخ میں سب سے بڑے لشکر کو واضح شکست ہوئی۔ پھر اس خطے میں پہلے سے اہلِ اسلام اور اہلِ کفر کے مابین معرکہ کسی نہ کسی صورت و انداز میں جاری ہی رہا ہے۔ موجودہ حالات، کہ مسلمان مغلوب ہیں اور غلبۂ اسلام کے لیے جدوجہد کی جا رہی ہے، کا عسکری آغاز شہید سیّد احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا اور یہ معرکہ مسلمانوں کی طرف سے غربت ہی کے عالَم میں صحیح لیکن بہر حال جاری ہے۔ ضرورت تو یہ ہے کہ جس امتِ مسلمہ کو اس کے صادق و مصدوق نبی آخر الزماں، جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ نے اس خطے میں "غزوہ" کے متعلق جو پیش گوئی اور معرکے کے شرکاء کے لیے جو فضائل بیان کیے ہیں، تو اس کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ امت کا ہر فرد یا کم از کم اس خطے کا ہر فرد، اس مبارک غزوے کی تیاری کرتا، شرکت کی کوشش کرتا، لیکن حقیقتِ حال یوں نہیں ہے۔

دوسری طرف اہلِ باطل جنہوں نے اس وقت کے واحد دینِ حق کا انکار کیا اور کفر اختیار کیا ہوا ہے، وہ اس غزوے کی تیاری، بلکہ سرعت سے تیاری میں مصروف ہیں۔ اس خطے کے کفر کا سربراہ اور اس کی پشت پر عالمِ کفر کے سرغنہ کا ہاتھ، یعنی ہندو سردار اور ان کا پشت پناہ امریکہ، یہاں حتمی معرکہ کے لیے صف بندی کر رہے ہیں۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کے اصل مقابل فریق یہی ہیں۔ البتہ ہمارے کچھ 'اپنے' جنہوں نے پہلے بھی اس خطے میں امریکہ کا ساتھ دیا اور اب بھی ان کفارِ اصلی کے لیے ایک حفاظتی حصار کا کام دے رہے ہیں، بھی اس معرکہ میں ان کے ترازو کو بھاری کرنے کی کوشش میں ہیں لیکن "وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ"۔

ہندوستان اس وقت خطے میں واضح غلبہ کیسے حاصل کرنا چاہتا ہے؟ اس کی ایک جھلک تو سب کے سامنے ہے، یعنی G20 اجلاس۔ لیکن یہ معاشی برتری کسی بڑی اور واضح عسکری قوت کے حصول کے بغیر ممکن ہے؟ کبھی نہیں! اس لیے یہاں موجود اصل خطرے (threat) کے خلاف یہ ہند کے سردار پہلے سے تیاری کر رہے ہیں۔ G20 کانفرنس سے پہلے ایک چیز جسے کسی بھی میڈیا نے اتنی اہمیت نہیں دی وہ امریکہ کے ساتھ ہندوستان کی جدید ہتھیاروں کی خرید و فروخت کا معاملہ ہے۔ اس میں نمایاں G20 اجلاس سے چند دن قبل ہندوستان کا امریکہ سے اکتیس (۳۱) جدید ڈرونز MQ-9 Reaper (Predator B) کی خریداری کا معاملہ ہے۔ جس کے بارے میں تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ یہ ڈیل اس ہی مالی سال کے اندر طے پا جائے گی اور یہ جدید ڈرونز چھ سال کے عرصے میں مکمل طور پر ہندوستان کی دفاعی قوت کا حصہ بن جائیں گے۔

ٹائمز آف انڈیا کی رپورٹ کے مطابق انڈین ڈیفنس منسٹری نے ایک تفصیلی خط (Letter of Request) میں اس سرویلنس ایئر کرافٹ کو بمع اس کی تمام مسلح قسموں (All weapon options)، متحرک زمینی کنٹرول سسٹم (Mobile ground control system) و دیگر آلات کے ساتھ خریدنے کی درخواست کی ہے۔ اس کے بدلے میں بائیڈن انتظامیہ اس کا جواب منظوری کے خط (LOA: Letter of Offer & Acceptance) کے ذریعے دیں گے۔ اس خریداری کی قیمت امریکہ کا خارجی ممالک کو اسلحے کی فروخت کا پروگرام (FMS: Foreign Military Sales) طے کرے گا۔ البتہ دفاعی ماہرین نے اس کی قیمت 3.1 بلین ڈالر بتائی ہے۔

ہندوستان کے دفاعی تجزیہ نگار اس ڈیل کو ملک کے دفاع میں ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت سے دیکھ رہے ہیں۔ ان کے مطابق یہ ڈرونز اس وقت دنیا کی جدید ترین ٹیکنالوجی سے لیس ہیں۔ یہ دور تک نگرانی کی صلاحیت (Long range surveillance) اور صحیح ہدف مارنے کی صلاحیت (Precise strike capabilities) کے حامل ڈرونز ہیں اور اس کے اسلحے کے پیکج میں ہیل فائر میزائلوں (Hellfire) کی شمولیت اس کو اور جدید بنا دیتی ہے۔

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ ہندوستان نے ان ڈرونز کا چناؤ کیوں کیا؟ جبکہ یہ ڈرونز اپنی تمام تر جدید صفات کے ساتھ ان کے روایتی حریف پاکستان کے لیے ایک آسان ہدف بن سکتا ہے کیونکہ یہ ڈرون چاہے (HALE: High Altitude Long Endurance) کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن یہ ریڈار سے چھپ نہیں سکتا، مطلب یہ Stealth نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستانی ریڈارز پر عام طیاروں کی طرح paint ہوتا ہے (یعنی نظر آتا ہے) اور پاکستانی میزائل ان کو آسانی سے نشانہ بنا سکتے ہیں جبکہ اس ڈرون میں میزائل سے دفاع کرنے کی صلاحیت (Missile defense system) بھی نہیں ہے۔ دوسری طرف یہ ڈرونز نگرانی تو عام ڈرونز ہی کی طرح کر سکتے ہیں لیکن ان کی برتری باقی ڈرونز سے ان کی مارنے

کی صلاحیت (Strike capabilities) کی وجہ سے ہے۔ اور یہ مارنے کی صلاحیت بنیادی طور پر خاص ہدف یا ضد الانسان (Anti-Personnel) ہے۔ معلوم ہوا کہ ان ڈرونز کی دفاع میں شمولیت کسی اور غرض سے ہے اور وہ مجاہدین ہی ہیں۔ بنیادی طور پر ہندوستان ان ڈرونز کو اپنے دین پر قائم رہنے والے اہلِ ایمان اور مجاہدین کی نگرانی اور ہدف بنانے کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ پاکستان کے خلاف یہ استعمال کرنا ان کو ضائع کرنے کے مترادف ہو گا اور ویسے بھی پاکستان کو ہندوستان پر صرف ایئر فورس کے ایف سولہ ٹیکنالوجی کی برتری حاصل تھی، جو انڈیا نے فرانس سے رفال ایم جیٹ طیارے خرید کر کاؤنٹر کرنے کا بندوبست پہلے ہی کر لیا ہے۔

ہندوستان کے یہ متشدد مشرک سردار جتنی بھی کوشش کر لیں لیکن غزوۂ ہند اور اس میں اسلامی لشکر کی کامیابی کا راستہ نہیں روک سکتے۔ ان کو شاید یہ اندازہ نہیں کہ یہ تو امریکہ سے صرف اکتیس ڈرونز لے کر مجاہدین کو روکنے کی کوشش کریں گے، جبکہ کفر کا سرغنہ افغانستان میں سینکڑوں پریڈیٹر ڈرونز کے ساتھ اسلام کے شیروں کا مقابلہ نہ کر سکا۔

یہاں برصغیر کے مسلمانوں کے لیے سوچنے کا مقام ہے کہ ہندوستان کی اسلام دشمن حکومت اس خطے میں اسلام و مسلمان سے نمٹنے کے لیے کس لیول کی تیاری کر رہی ہے اور خود جس نے اس معرکہ میں بہر حال اترنا ہے اس 'مسلمان' کی تیاری کیا ہے؟ ہند کے یہ متکبر مشرک سردار صرف عسکری میدان میں تیاری نہیں کر رہے، بلکہ فکری میدان میں بھی اسلام کے غلبے کے خطرے کو کیسے روکنا ہے اس کے لیے اکھنڈ بھارت کا نظریہ زور و شور سے پیش کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ اس نظریے کا وجود ہندوستان کی معروف تاریخ میں ہمیں نہیں ملتا۔ بات بس اتنی سی ہے کہ انہیں کفر و شرک کی ضلالت عزیز ہے، اسلام کے نور سے نفرت ہے اور اللہ کے صادق و مصدوق رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی سے خطرہ ہے۔ یوں نورِ الٰہی کو بجھانے آنے والے غزوۂ ہند کے لیے یہ تیاری کر رہا ہے۔ دوسری طرف ہم مسلمانوں کو اس بات کا یقین بھی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی سچ و حق ہے، لیکن کیا ہم اس طرح تیاری کر رہے ہیں جیسے اس غزوہ کے لیے ہمارا دشمن کر رہا ہے؟ پس اس خطے کے تمام مسلمان چاہے ان کا تعلق ہندوستان سے ہے یا پاکستان و بنگال سے، اس بات پر غور کریں کہ دشمن جب تیاری کر رہا ہے، کیا ہمارا اس وقت غافل رہنا صحیح ہے؟ کیا ہندو نے اپنے قریب کے مسلمانوں پر یعنی ہندوستان کے اندر مسلمانوں پر حملہ شروع نہیں کیا؟ ان کے گھر مسمار کرنا شروع نہیں کیے؟ ان کی مساجد بلڈوز نہیں کیں؟ ہندو تو واضح طور پر عمل سے بتلا رہے ہیں کہ ہم نے مسلمانوں کو یہاں سے ایسے مٹانا ہے جیسے سپین سے عیسائیوں نے مسلمانوں کو مٹایا۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ان ہندو ظالموں کے خلاف صف آرا ہوا جائے اور ان کے مظالم کے خلاف اہلِ اسلام کا دفاع کرنے والے مجاہدین کا ساتھ دیا جائے۔ اس وقت کشمیر میں جاری ہمارے مجاہد بھائیوں کی تحریک مسلمانانِ ہند کے دفاع کی تحریک ہے، اس تحریک کو مضبوط کرنا بھی اس خطے کے مسلمانوں کی ایک اہم ترجیح ہونی چاہیے بلکہ یہاں تو یہ امر مسلمانوں کی بقاء کی ضرورت بن چکا ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنی اور اپنے دین کے دفاع کی خاطر اٹھنا ہو گا۔ اسی طرح پڑوس میں پاکستانی اور بنگالی مسلمانوں پر بھی قرآنی حکم سے لازم ہے کہ اپنے مظلوم بہن بھائیوں کی مدد کریں اور جب صورتِ حال یہ ہے کہ اسلام کے اس حکم میں آپ کی اپنی حکومتیں اور فوج رکاوٹ بن رہی ہے اور ظالم مشرکین کا الٹا دفاع کر رہی ہے تو اس رکاوٹ کو ہٹانے کے لیے ان مقامی طواغیت، کفر کے آلہ کاروں سے برسرِ پیکار مجاہدین کا ساتھ دینا بھی بہر حال ضروری ہے۔

☆☆☆☆☆

## النبی الخاتِم ﷺ

”یوں آنے کو تو سب ہی آئے، سب میں آئے، سب جگہ آئے۔ (سلام ہو ان پر) کہ بڑی کٹھن گھڑیوں میں آئے، لیکن کیا کیجیے ان میں جو بھی آیا جانے کے لیے آیا۔ پر ایک اور صرف ایک، جو آیا اور آنے ہی کے لیے آیا۔ وہی جو آنے کے بعد پھر کبھی نہیں ڈوبا۔ چمکا اور چمکتا ہی چلا جا رہا ہے، بڑھا اور بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے، چڑھا اور چڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ سب جانتے ہیں اور سبھوں کو جاننا چاہیے کہ جنہیں کتاب دی گئی اور جو نبوت کے ساتھ کھڑے کیے گئے، برگزیدوں کے اس پاک گروہ میں اس کا استحقاق صرف اسی کو ہے اور اس کے سوا کس کو ہو سکتا ہے جو پچھلوں میں بھی اس طرح ہے جس طرح پہلوں میں تھا۔ دُور والے بھی اس کو ٹھیک اسی طرح پا رہے ہیں اور ہمیشہ پاتے رہیں گے جس طرح نزدیک والوں نے پایا تھا۔ جو آج بھی اسی طرح پہچانا جاتا ہے اور ہمیشہ پہچانا جائے گا جس طرح کل پہچانا گیا تھا کہ اسی کے اور صرف اسی کے دن کے لیے رات نہیں، ایک اسی کا چراغ ہے جس کی روشنی بے داغ ہے۔“

(مولانا سید مناظر احسن گیلانی نوّر اللہ مرقدہٗ)

# 'سیلف ڈیفنس'!

محمد راشد دہلوی

"میں ساری زندگی انگریزوں کی غلامی کرنے کو تیار ہوں، لیکن جو مسلمانوں کو برابری کا حق دے، ایسی آزادی مجھے نہیں چاہیے۔"

[ایم ایس گولوالکر]

گولوالکر نے یہ بات تقسیم ہند سے پہلے کہی اور آج اس کی اولادیں اپنے گروجی کے مشن کو لے کر آگے بڑھ رہی ہیں، وہ مسلمانوں کو شودروں سے بھی نیچے دیکھنا چاہتی ہیں۔ جس کے لیے مسلمانوں سے عزت سے جینے کے سارے حقوق چھینے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کو جمہوری ہندوستان میں بنیادی حقوق سے بھی محروم کیا جا رہا ہے۔ سرکار کی سرپرستی میں بھگوا بلوائیوں کے ظلم کی وجہ سے مسلمانوں کی اکثریت خوف کا شکار ہے لیکن اس گھور اندھیرے میں کہیں کہیں کوئی کوئی ٹمٹماتا ستارہ اس اندھیرے کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے انکار ضرور کرتا رہتا ہے۔

## پیغام ہے بیداری کا......

فروری ۲۰۲۰ء، ہندوستان کی راجدھانی دہلی میں ہندو بلوائی اور دوغلی پولیس نے مل کر مسلمان ماؤں بہنوں کی عزتوں سے کھیلنا چاہا...... وہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے کا خطرناک ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن......

جو دیتے ہیں فسادوں کے شعلوں کو ہوا
ایسے ہاتھوں میں تلوار دیکھی نہیں جاتی
گر خطرے میں ہو جاں، تو اٹھا لو تلوار
ایسے موقع پہ شرافت[119] دیکھی نہیں جاتی

شاہ رخ پٹھان! اِسرو میں کام کرنے والا وہ سائنسدان نہیں ہے جس نے چندریان ۳ میں اپنا حصہ ڈالا......

شاہ رخ پٹھان! بالی وڈ فلموں میں کام کرنے والا وہ شاہ رخ بھی نہیں ہے جس کی فلموں کا لوگ بے صبری سے انتظار کرتے ہیں......

شاہ رخ پٹھان! وہ کمزور مسلمان بھی نہیں جو ظلم و ستم کی لہروں کے ساتھ بہہ جائے......

بلکہ شاہ رخ پٹھان! وہ مردِ مومن ہے جس نے بپھرتی لہروں کو چیر کر ظلم و ستم کے طوفانوں کا منہ توڑ جواب دیا۔

فروری ۲۰۲۰، سلیم پور، جعفر آباد، مشرقی دہلی

شاید ہندو جنونیوں نے یہ سوچا ہو گا کہ مسلمانوں کے بازوؤں میں اب وہ دم خم نہیں رہا، جس سے بت لرزتے تھے...... شاید انہوں نے یہ سوچا ہو گا کہ مسلمانوں کے ساتھ...... ان کی ماؤں، بہنوں بیٹیوں کے ساتھ...... اب جو چاہے کیا جائے، کہیں سے کوئی آواز نہیں اٹھے گی، شاید ان بلوائیوں نے دہلی دوغلی پولیس کے ساتھ مل کر شہریت بل کے خلاف احتجاج کرنے والی سینکڑوں مسلم بہنوں کو کچلنے کا ناپاک ارادہ کر رکھا تھا......

لیکن...... شاہ رخ پٹھان بھائی بجلی کی طرح اکیلا ہی ہندوؤں اور پولیس پر قہر بن کر ٹوٹ پڑا اور اپنی قوم و ملت کو ایک بڑے نقصان سے بچا لیا (باذن اللہ)۔ شاہ رخ پٹھان نے سیلف ڈیفنس کیا اور طاقت کا جواب طاقت سے دیتے ہوئے، مسلح پولیس و شدت پسند ہندوؤں پر پستول سے فائرنگ کی، جس کے نتیجے میں بزدل ہندو پسپا ہو گئے۔ یہ پیغام ہے امت کے غیور مسلمانوں کے لیے کہ...... اب باتوں سے، مصلحتوں سے، منت ساجت سے کام نہیں چلنے والا...... اب مسلمانوں کو اپنا دفاع کرنا ہو گا...... اپنی بہنوں کی عزتوں کی حفاظت کے لیے لڑنا ہو گا اور اپنے دین کی سربلندی کے لیے قربانی دینی ہو گی۔

شاہ رخ پٹھان بھائی کو اپنا اور اپنی قوم کا دفاع کرنے کے الزام میں سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا گیا...... تین سال بعد جب ایک موقع پر وہ ۴ گھنٹے کے پیرول پر اپنے والد کی عیادت کے لیے گھر آیا، تو علاقے کے سب لوگوں نے شاہ رخ پٹھان کا استقبال قوم کے ہیرو کے طور پر کیا...... شاہ رخ پٹھان بھائی زندہ باد...... اللہ اکبر...... اللہ اکبر...... کے نعرے گونج اٹھے۔

یہ دیکھ کر میڈیا اور پولیس انتظامیہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی، میڈیا پر شاہ رخ پٹھان کے خلاف ٹاک شوز شروع ہو گئے، لیکن جسے اللہ عزت دینا چاہے اسے کون ذلیل کر سکتا ہے۔ ہندوستان میں بستی پوری مسلمان قوم پٹھان بھائی کے اس عمل کو پسند کر رہی ہے اور پورا پورا ساتھ بھی دے رہی ہے۔ الحمد للہ۔

---

[119] گو کہ اصل شرافت تو تلوار اٹھانا ہی ہے کہ عزت و شرف کا تعلق تلوار اور کلاشن کوف سے ہی ہے!

## کفر کا نعرہ قبول نہیں!

بھارت کی متعصب فضا میں مسلمانوں کا جینا دوبھر ہو چکا ہے، مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں، مسلمانوں کا دین و ایمان شدید خطرے میں ہے، ملک میں جگہ جگہ ہندو جنونی مسلمانوں پر تشدد کرتے ہیں، ان کو گھیرتے ہیں اور جبراً کفریہ نعرے لگوا کر، اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔ 'جے شری رام'...... 'بھارت میں رہنا ہے تو وندے ماترم کہنا ہو گا'...... 'بھارت ماتا کی جے' وغیرہ وغیرہ۔ اس پر بھی بس نہیں کیا جاتا بلکہ اکثر مسلمانوں کو تڑپا تڑپا کر شہید کر دیا جاتا ہے۔

لیکن جمشید پور، گولپوری جھارکھنڈ میں این ٹی ٹی ایف کے تعلیمی ادارے میں ایک ایسا ایمان افروز واقعہ پیش آیا جس نے ایک بار پھر ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

این ٹی ٹی ایف کے تعلیمی ادارے میں دورانِ پروگرام فسادی ہندوؤں نے اپنی ضلالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک مسلم طالب علم کو گھیر لیا اور 'جے شری رام' کا نعرہ لگانے پر مجبور کیا، بار بار انکار کرنے پر اس مسلم نوجوان کو پیٹا گیا اور سخت تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اسی دوران کسی طرح یہ نوجوان اپنی جان بچا کر اسٹیج تک جا پہنچا، توقع تو یہ تھی کہ مائیک سے مدد کی بھیک مانگے گا، استادوں سے (جو تماشائی بنے ہوئے تھے) منت سماجت کرے گا...... لیکن اس اللہ کے شیر نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سنت کو دہرایا اور اسٹیج سے وہ نعرہ بلند کیا جسے سن کر کفّار کے تن بدن میں آگ لگ گئی، نعرہ تکبیر...... اللہ اکبر...... اللہ اکبر

میں گھر کے بھیڑیوں کے درمیان حق ہی بولوں گا
میں مسلماں ہوں پہچان ہے، اللہ اکبر سے
میں ڈر کر چپ رہوں ہرگز یہ مجھ سے ہو نہیں سکتا
کہ مستحکم دلِ انسان ہے، اللہ اکبر سے

کفر کے نعرے کے مقابلے میں حق کا نعرہ گونج اٹھا، چاروں طرف ہاہاکار مچ گئی...... ہندوؤں کے منہ سے غصے سے جھاگ نکلنے لگی...... عین ممکن تھا کہ اس بہادر مسلمان کو شہید کر دیا جاتا لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے؟ ہزاروں بھیڑیوں کی بھیڑ میں حق کا نعرہ بلند کرنے والا وہ مومن بچ گیا، الحمدللہ...... اور ہندو دانت پیستے رہ گئے۔

## امت مسلمہ کی عظیم غیرت مند بیٹی

بہنوں کی عزت و آبرو کی ذمہ داری بھائیوں کے کاندھوں پر ہوتی ہے...... لیکن یہ بھی تلخ حقیقت ہے کہ ہماری مصلحت پسندی کے سبب امت کی بہنوں، بیٹیوں پر جو افتاد آئی ہے اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ جہاں کبھی ایک بہن کی خاطر بھائیوں نے دشمنوں کو زیروزبر کر دیا تھا، وہیں آج لاکھوں بہنوں کے ساتھ زیادتی ہونے کے باوجود بھی ہم بیدار نہیں ہوتے اور اپنی بہنوں کی حفاظت کا سامان نہیں کرتے۔

تقسیم ہند کے بعد جہاں لاکھوں بہنوں کو قیامت سے گزرنا پڑا، وہیں آج ہندوؤں کے رچائے 'بھگوا لوّ ٹریپ' کے نتیجے میں ہزاروں مسلمان بہنوں بیٹیوں کو دھوکے سے، بہلا پھسلا کر مرتد کر دیا گیا ہے، جن میں سے اکثر کو اپنی جان دے کر اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ ریاست اس پورے معاملے میں ہمیشہ کی طرح ہندوؤں کی طرفدار بنی ہوئی ہے۔ اب ہندوان باپردہ مسلم بہنوں کو اپنی نفرت و بغض کا نشانہ بناتے ہیں جو پردے میں رہ کر اپنی تعلیم جاری رکھنا چاہتی تھیں۔ یہ بات مشرکین کو کہاں ہضم ہونے والی تھی۔ عدالتوں اور حکومتوں کے ذریعے مسلم بہنوں کو بے پردہ کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی، ہندو جنونیوں نے مسلمان باپردہ بیٹیوں کا اسکول کالج جانا محال کر دیا۔ کالجوں، ہسپتالوں، بینکوں اور دیگر سرکاری دفاتر میں پردے کی وجہ سے مسلمان خواتین کو زبردست بھید بھاؤ کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن......

یہ ہے شمشیر دو دم نفرت و الحاد کی خاطر
لبوں پر میرے جو مسکان ہے اللہ اکبر سے
دلِ مزدور اور مظلوم کو اس سے قرار آئے
لرزتا جابر سلطان ہے اللہ اکبر سے

کرناٹک کے علاقے مانڈیا کے پی ایس کالج میں زیر تعلیم مسکان کو بھی زعفرانی پٹوں میں لپٹے غنڈوں کے ایک ہجوم نے ہراساں کیا۔ مسلمان لڑکیوں پر طنز و طعن کسے گئے، اور ان کے خلاف سخت ماحول بنایا گیا۔ اس بیچ مجاہد صفت مسکان یہ ذلت و رسوائی برداشت نہ کر سکی اور اس نے اللہ کی مدد سے ایسا نعرہ لگایا جس نے دنیا بھر کی اسلام دشمن طاقتوں کو یہ پیغام دیا کہ اب تم جو چاہو کر لو لیکن حق کی صدا بلند ہو کر رہے گی...... اللہ اکبر...... اللہ اکبر

پوری دنیا مسکان کی یہ ہمت و حوصلہ دیکھ کر دنگ رہ گئی...... سبحان اللہ...... مسکان نے سینکڑوں 'نا'مردوں کے ہجوم کو اکیلے ہی للکارا دیا۔ امت کی عظیم بیٹی نے خنساء، خولہ، صفیہ اور سمیہ رضی اللہ عنہما کی یاد تازہ کر دی۔ باہمت مسکان کے اس جرأت مندانہ قدم کو پوری دنیا میں سراہا گیا۔ ہندوؤں کا ایسا جنونی ہجوم جو آپے سے باہر ہے، جو اسلام کی نفرت میں بھرا ہوا ہے، لیکن بزدلی کی اعلیٰ مثال بھی ہے...... ایک خاتون اللہ اکبر کا نعرہ لگاتی ہے اور اللہ ان نامردوں کے دلوں میں اپنی ہیبت ڈال دیتے ہیں...... ہندوستان میں اسی ہمت کی ضرورت ہے۔

## تو ہمت کر، دیکھ تیری نصرت کو فرشتے آئیں گے!

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ہندوستان کے حالات خانہ جنگی کی طرف بڑھ رہے ہیں، لیکن حقیقت میں ہندوستان میں خانہ جنگی نہیں بلکہ قتل عام کے حالات بن رہے ہیں۔ ہندو اپنے تہواروں کو کیش کروا رہے ہیں، اپنی قوم کو اکٹھا کر رہے ہیں، ان کے ذہنوں میں پہلے سے موجود نفرت کو مزید پکا کر کے اسے دیوانگی کی حد تک لے گئے ہیں۔ ہندو پوری تیاری کے ساتھ تلوار، اسلحہ، چاقو وغیرہ لے کر کھلم کھلا مسلمانوں کے علاقوں سے بھڑکا دینے والے اور گستاخانہ نعروں کے ساتھ گزرتے ہیں، خصوصاً مسجدوں کے سامنے ڈی جے چلائے جاتے ہیں، جن میں مسلمانوں کے خلاف انتہائی بدبودار زبان کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جب کبھی ہندو اپنے آپے سے باہر ہو جاتے ہیں تو طوفانِ بدتمیزی مچا دیتے ہیں، مسجدوں میں توڑ پھوڑ کی جاتی ہے، آتش زنی کی جاتی ہے، بھگوا جھنڈے مسجد کے میناروں پر لگا دیے جاتے ہیں اور اس پورے وقت میں پولیس و انتظامیہ ہندوؤں کو پوری طرح چھوٹ دیتی نظر آتی ہے۔ پورے ہندوستان میں آئے روز مسلمانوں کو یہ ذلت دیکھنی اور سہنی پڑتی ہے۔

لیکن اس وقت جب......

اجمیر، راجھستان میں رام نومی کے تہوار کے موقع پر اسی طرح کا ایک ہندو جنونیوں، دہشت گردوں اور بلوائیوں کا جلوس مسلم علاقے سے گزرنے جا رہا تھا، تب کسی پڑھنے والے نے، کسی دیکھنے والے نے یا کسی سننے والے نے یہ نہیں سوچا ہو گا کہ ۸ سے ۱۰ مسلمان محض اینٹ و پتھر سے ہندو بلوائیوں کو بھگا دیں گے۔ ہندو اپنے پورے جلوس کے ساتھ، پوری تیاری کے ساتھ، نہایت گندے عزائم لے کر میدان میں اترے تھے۔ وہیں مسلمان بے یار و مددگار، نہتے ہی میدان میں کود پڑے۔ پھر ہونا کیا تھا ایک مار بھی ہندو برداشت نہیں کر سکے اور ایسے جوتے چھوڑ کر بھاگے کہ جیسے مانو ان کا سامنا کسی جن سے ہو گیا ہو۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر اہل ایمان بہادری کا مظاہرہ کریں تو بزدل مشرکین کے ظلم کو شکست دے سکتے ہیں۔

سبحان اللہ...... ذرا سوچیے! ۸ سے ۱۰ مجاہد مسلمانوں کے پاس آخر ایسا کیا تھا جسے دیکھ کر بزدل ہندو چند منٹ بھی میدان میں نہ ٹھہر سکے؟ ان مسلمانوں کے پاس نہ پولیس تھی، نہ فوج، نہ کلاشن کوف اور نہ ہی بارود۔ اور تو اور، مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں کے مقابلے میں آدھی بھی نہیں تھی...... لیکن اللہ نے ہندو بزدلوں کے دلوں میں مسلمانوں کی ہیبت ڈال دی۔

اللہ پاک غیرت مند ذات ہے اور غیرت مندوں کو پسند فرماتے ہیں۔ مسلمان غیرت و جرأت کا مظاہرہ کریں تو ان شاء اللہ اللہ کی مدد ضرور آئے گی۔ دشمن آپ کو تر نوالہ سمجھ کر نگل نہیں پائے گا، مسلمان خود مختار قوم کی طرح عزت کی زندگی گزار سکیں گے۔ لیکن کب؟ جب ہم ہمت و حوصلے سے کام لیں گے اور جب اہل ایمان شہادت کے جذبے سے سرشار ہوتے ہیں تو ان کے ایمان کی کیفیت بہت بڑھ جاتی ہے۔

**تیری حرمت پہ میں قرباں! یا رسول اللہ ﷺ**

محمد ﷺ کے تقدس پہ زبانیں جو نکالیں گے
خدا کے حکم سے ایسی زبانیں کاٹ ڈالیں گے

ہندوستان میں بسنے والے مشرکین کی زبانیں آئے دن اسلام کے خلاف، اللہ رب العزت کے خلاف، آپ ﷺ کی شان میں گستاخی میں چل رہی ہیں، یہ زبانیں گستاخی کرتے کرتے اس قدر گندی اور بدبودار ہو گئی ہیں کہ ان کا کاٹنا بے حد ضروری ہو گیا ہے۔

ملعونہ نپور شرما نے جب ہمارے پیارے نبی ﷺ کی شان میں بکواس کی، تو دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کے دل چھلنی چھلنی ہو گئے، مسلمان نوجوان اس ملعونہ کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لیے بے تاب ہو گئے۔ ہندوستان کی حکومت نپور شرما کو پوری پوری سکیورٹی فراہم کرتی رہی۔ اسی سلسلے میں ایک ہندو درزی، کنیالال، جس نے نپور شرما کی تائید و حمایت کی تھی کو مسلمان شیروں نے پکڑ لیا!

راجستھان کے شہر اُدھے پور میں کنہیالال درزی نے شاید سوچا ہو گا کہ یہ تو ہندو راشٹر ہے، مودی جی اور بابا کی حکومت ہے، ہم ہی ہم ہیں، اس ملک میں عزت سے رہنے کے حق دار، اور باقی سب ہمارے خدمت گار۔ دل میں شرارت پھوٹی ہو گی، چلو نپور شرما دی دی کے حق میں آواز اٹھائی جائے۔ ہم ہندو ہیں، ہندوؤں کو مضبوط کریں۔ ان ملّوں کو پاکستان بھگاؤ...... وغیرہ وغیرہ۔

لیکن......

کنہیالال کو کیا پتہ تھا کہ جس کا وہ ناپ لے رہا ہے اس نے کنہیالال کے کفن کا ناپ پہلے سے لے رکھا ہے...... دو بہادر غیرت مند جوانوں نے...... اپنے آپ کو قربان کرنا گوارا کیا، لیکن آپ ﷺ کے خلاف چلنے والی زبانوں کو سبق سکھا دیا...... اور کیا بہترین پیغام ان نوجوانوں نے دیا...... مشرکین کے سرغنہ مودی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا...... مودی یہ جو آگ تو نے لگائی ہے اسے ہم بجھائیں گے......

مسلمانوں کی ہمت و غیرت دیکھ کر، نبی ﷺ کے لیے محبت و قربانی کا جذبہ دیکھ کر، کتنے ہندوؤں نے سوشل میڈیا پر ہاتھ جوڑ کر مسلمانوں سے معافی مانگی۔ سپریم کورٹ کے ججز نے نپور شرما کو مشورہ دیا کہ وہ بھی اپنے بیان پر معافی مانگے، ملک میں کشیدگی پھیل رہی ہے، مسلمان بیدار ہو رہے ہیں۔

یہ ہے ایمان کی وہ طاقت اور 'سیلف ڈیفنس'، جس کو اپنا کر مسلمان اپنا اور اپنے دین کا دفاع کر سکتے ہیں۔

(باقی صفحہ نمبر 12 پر)

# اخباری کالموں کا جائزہ

شاہین صدیقی

| پاکستان | مجموعی صورتحال |
|---|---|

پاکستان اس وقت سیاسی، اقتصادی، معاشی و معاشرتی زبوں حالی کے گرداب میں پھنسا ہوا ہے۔ مہنگائی، بجلی کے بڑھتے بلوں، پیٹرول کی بڑھتی قیمتوں، بیروزگاری اور سیاسی افراتفری نے عام پاکستانی طبقے کا گلا گھونٹنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

صحافتی آزادی ناپید ہے، اس صورتحال میں اخبارات میں لکھنے والے صحافی اور دانشور طبقہ بھی مایوس نظر آتا ہے۔ پس پردہ چلنے والی سازشوں کے باعث اس وقت صحافتی طبقہ اپنی جانوں کے خوف سے حق بات کرنے سے گریزاں ہے۔ لے دے کر مہنگائی اور سیاسی اضطراب ہی موضوعِ قلم رہ گیا ہے، جبکہ اس سب کے پیچھے اسٹیبلشمنٹ کے خلاف قلم اٹھانے کی کوئی ہمت نہیں کر پاتا۔

| پاکستان | مہنگائی اور معاشی ابتری |
|---|---|

پیٹرول کی بڑھتی قیمتوں اور بجلی کے بڑھتے بلوں نے عوام کا جینا حرام کر رکھا ہے۔ بجلی کی قیمتیں اس حد تک بس سے باہر ہو چکی ہیں کہ آئے دن لوگ بجلی کا بل ادا نہ کرسکنے کے باعث خودکشی کر رہے ہیں۔ پیٹرول کی بڑھتی قیمتوں نے جہاں عام آدمی کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے وہیں صنعتوں کا چلنا بھی ناممکن ہوتا جا رہا ہے۔

اس سلسلے میں مختلف کالم نویس کیا کہتے ہیں، اس کی جھلک ملاحظہ ہو:

### ہوشربا مہنگائی اور بلکتے عوام|عبدالحمید

”پاکستان کی معیشت شدید زبوں حالی کا شکار ہے۔ اشیائے خورد و نوش کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ عوام سخت نالاں ہیں لیکن مؤثر احتجاج ناپید ہے۔ مؤثر اس لیے نہیں کیونکہ مایوسی کے اندھیرے بہت گہرے ہو چلے ہیں۔

...عوام کے جذبات سے کھیلنے والوں کو اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ سڑکوں پر نکلنے والے، ماریں کھانے والوں اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے والوں پر کیا گزر رہی ہے۔ ان کا کیا حال ہے اور ان کے بیوی بچوں اور بوڑھے بیمار والدین پر کیا گزر رہی ہے۔ ان کو تو اپنی بڑھتی مقبولیت سے غرض ہوتی ہے۔ پاکستان کے عوام ان دنوں بجلی کے ہوشربا بلوں کے خلاف سراپا احتجاج ہیں لیکن احتجاج رنگ نہیں لا رہا۔ احتجاج کی قیادت کرنے والا کوئی نہیں۔ تمام سیاسی پارٹیاں یہ صورتحال پیدا کرنے کی مجرم ہیں اس لیے احتجاج میں شامل نہیں۔

...قوموں پر مشکل وقت آتے رہتے ہیں لیکن مخلص اور قابل قیادت ہو تو بھنور بھی کنارہ بن جاتا ہے۔ بدقسمتی سے فی الحال ایسی قیادت میسر نہیں اور عوام مشکلات کا ادراک کرنے سے عاری ہیں اور غلط فیصلے کرنے کے عادی۔ وہ بلاوجہ ایک کے بعد دوسرے نااہل رہنماء کے سحر میں پھنس کر اپنے مستقبل کو اندھیروں میں دھکیلتے آرہے ہیں۔“

[روزنامہ ایکسپریس نیوز]

### کسی خوش فہمی میں مت رہیے گا|سہیل احمد قیصر

”پی ڈی ایم حکومت کی ۱۶ مہینوں کی ’’شاندار‘‘ کارکردگی میں سنہری حروف میں لکھا جانے والا ایک کارنامہ مہنگی بجلی بھی ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے جس نے دنوں میں پوری قوم کو سراپا احتجاج بنا دیا ہے اور آج ہر کوئی بجلی کے بل ہاتھوں میں لیے بے بسی کی تصویر بنا دکھائی دیتا ہے۔ آئی ایم ایف کے ساتھ معاہدے کے بعد ایک دوسرے کو مبارکبادیں دینے والوں میں سے بہت سے اس وقت لندن کی ٹھنڈی اور پُرکیف فضاؤں کا لطف اٹھا رہے ہیں۔ باقی بھی اپنے اپنے معاملات میں مصروف ہو چکے ہیں اور عوام حکومت کے فیصلوں کو رو رہے ہیں۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ اِس مسئلے کے بہت سے ذمہ دار حکومت کے خاتمے کے بعد اب نگران حکومت کو بجلی سستی کرنے کے لیے مختلف تجاویز دے رہے ہیں۔ ایسی ڈرامے بازی شاید ہی دنیا کے کسی اور ملک میں دیکھنے کو ملتی ہو جو ہمارے ملک میں دیکھنے میں آتی ہے۔ ملک میں اس وقت کیا ہو رہا ہے اور یہ کس ڈگر پر چل رہا ہے، کسی کو کچھ سمجھ نہیں آرہی۔ سب مل کر عوام کو نوچ رہے ہیں اور اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں۔ ہر روز کوئی نیا ڈرامہ عوام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ قانون اور آئین کو پس پشت ڈالنا اب کسی کے لیے کوئی مسئلہ ہی نہیں رہا۔ کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ حکومت کیا کر رہی ہے، ملک کون چلا رہا ہے۔ ایسے ملک میں اگر شہریوں کے لیے اپنا پیٹ بھرنا اور بجلی کے بل ادا کرنا سب سے بڑا مسئلہ بن چکا ہو تو حیرانی والی کوئی بات نہیں۔“

[روزنامہ دنیا نیوز]

### مشکل نیست کہ آسان نہ شود، لیکن...|ڈاکٹر مجاہد منصوری

”ہمارے غریب عوام کے انتہائی بنیادی سہولتوں سے محروم ہونے کا حجم اور رفتار تشویشناک درجے پر پہنچ کر بھی رک نہیں رہی، نئی نئی پیچیدگیوں کے ساتھ اس میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ نوبت مڈل کلاس اور غرباء کی تنخواہوں، پنشنوں کی ماہانہ ادائیگی تک میں تاخیر، لمبے وقفوں اور رکاوٹیں پیدا ہونے تک آ گئی ہے۔ ’’آٹا‘‘ کے ساتھ اب دس اور بیس کلو کے تھیلے کی

بجائے ”کلو“ کا لفظ زیادہ استعمال ہو رہا ہے جو واضح عندیہ ہے کہ بکثرت غریب آبادی کے لیے آٹا ہی نہیں مہنگی دالوں، چینی، آلو، پیاز، مٹی کا تیل اور دوائیوں کا حصول بھی مشکل ہو گیا ہے۔

اوپر سے ہر ماہ گھر گھر بجلی گرتی ہے، اب اس کا بل بم پا کر تنہا تنہا ہر اسگی نے گلی محلوں، بستی، آبادیوں میں اجتماعی رونے دھونے، احتجاج اور آہ و بکا کی شکل اختیار کر لی ہے۔ گویا مشترکہ غربت و استحصال کے شکار ساکن غربا مسکینی سے عوامی برہمی اور اس کے اظہار میں تبدیل ہو رہی ہے۔“

[روزنامہ جنگ]

| پاکستان | سیاسی افراتفری |
|---|---|

ان حالات میں پاکستان کی سیاسی حالت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ عمران خان کا تختہ الٹنے کے بعد ڈیڑھ سال کے لیے پی ڈی ایم (چودہ جماعتی اتحاد) نے حکومت بنائی جس میں وزیر اعظم شہباز شریف کو بنایا گیا۔ اس عرصے میں مقتدر بڑی جماعتوں مسلم لیگ (ن) اور پی پی پی نے نہ صرف لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کیا بلکہ اپنے رہنماؤں بالخصوص نواز شریف، زرداری اور دیگر اہم رہنماؤں پر کرپشن کے جتنے مقدمات تھے، آئین میں ترمیم کے ذریعے سے وہ سب ختم کروا لیے تاکہ آئندہ انتخابات میں انہیں دوبارہ ملک کا بچا کھچا مال لوٹنے اور رہی سہی ساکھ ڈبونے کا موقع مل سکے۔ اب جبکہ نگران حکومت قائم ہے تو عوام میں اس نظام کے حوالے سے اتنی مایوسی پائی جاتی ہے کہ تمام جماعتیں انتخابات سے گھبرا رہی ہیں۔ آئینی طور پر تو نگران حکوم ۹۰ دن میں انتخابات کرانے کی مجاز ہوتی ہے لیکن موجودہ نگران حکومت کی طرف سے، نہ ہی الیکشن کمیشن کی طرف سے اور نہ ہی بڑی جماعتوں کی طرف سے وقت پر الیکشن کروائے جانے کے آثار نظر آ رہے ہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ لندن فرار ہونے والے نواز شریف نے ۲۱ اکتوبر ۲۰۲۳ء کو آنے کا اعلان کیا اور اس کے بعد سابق چیف جسٹس عطاء بندیال نے شہباز حکومت میں کی گئی ان تمام ترامیم کو کالعدم قرار دے دیا جس کے نتیجے میں سابقہ حکومتی رہنما کرپشن کیسز سے بری ہو گئے تھے۔ اور ساتھ ہی نیب کو ان تمام کیسز کو دوبارہ کھولنے کا حکم دے دیا۔

اس حوالے سے مختلف کالم نویسوں کی آراء کے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

### سیاسی مہم جوئی|سلمان عابد

”ہماری سیاسی اور انتخابی تاریخ یا روایت یہ ہی بتاتی ہے کہ ہمیں انتخابات سے پہلے انتخابات سے جڑے نتائج کے معاملات طے کرنے ہوتے ہیں۔ ان معاملات کو طے کرنے کے بعد ہی انتخابی سیاسی دربار سجایا جاتا ہے تاکہ اپنی پسند اور منشا کے مطابق قیادت کا انتخاب کیا جاسکے۔ اسی لیے جب فیصلہ سازوں میں کچھ اتفاق رائے ہو جائے گا تو انتخابات کا منظر نامہ بھی حتمی طور پر سجا دیا جائے گا۔

...مسئلہ محض الیکشن کمیشن ہی نہیں بلکہ اس ادارے کو انتخابی تاخیر میں جو سہولت کاری سابقہ شہباز شریف حکومت نے دی ہے وہ بھی کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ کیونکہ شہباز حکومت یا ان کی اتحادی جماعتوں کو انتخابات اپنے حق میں نظر نہیں آتے اور اسی بنیاد پر انتخابی تاخیر کا کھیل بڑی سوچ سمجھ کر سجایا گیا ہے۔ اسی بنیاد پر مجموعی سیاسی جماعتوں سمیت الیکشن کمیشن اور فیصلہ کن قوتیں انتخابی تاخیر کے کھیل کے ساتھ کھڑی ہیں۔ یہ جو ہمیں الیکشن کمیشن اپنی ڈھٹائی دکھا رہا ہے، اس کی اصل طاقت کہاں ہے، یہ بھی سمجھنا ہوگا کہ کون ان کا ریموٹ کنٹرول چلا رہا ہے۔“

[ایکسپریس نیوز]

### انتخابات، بازیچۂ اطفال!|اجمل خٹک کثر

”امور مملکت چلانے کے لیے خود کو سب سے زیادہ اہل ظاہر کرنے والے نااہل اراکینِ پارلیمان اب لطیفہ گوئی میں ایک دوسرے کو مات دینے کے لیے کوشاں ہیں۔ پی پی رہنماؤں کا کہنا ہے کہ ہماری کوئی ’ضد‘ نہیں، حلقہ بندیاں کروانی ہیں تو ’ضرور‘ کروائیں ”مگر“ الیکشن کا انعقاد بروقت یقینی بنایا جائے، واہ کیا منطق ہے!

صدر مملکت نے چیف الیکشن کمیشنر کے نام خط میں لکھا ہے کہ آرٹیکل ۴۸(۵) کے تحت انتخابات اسمبلی تحلیل ہونے کے ۸۹ویں دن ہونا چاہییں۔ نگران وزیر اعظم کا فرمان ہے کہ انتخابات کی تاریخ الیکشن کمیشن دے گا، صدر نے تاریخ تجویز کر دی ہے مگر حلقہ بندیاں بھی انتخابی عمل کا حصہ ہیں۔ مولانا فضل الرحمن فرماتے ہیں کہ اگر صدر کا اختیار ہے بھی تو اس کا استعمال بدنیتی پر مبنی ہے۔ رانا ثناء اللہ کا ارشاد ہے کہ صدر کے خط کی کوئی اہمیت نہیں۔ اب آئینی اور قانونی ماہرین کہے جانے والے بھی منقسم ہیں۔ گویا استاد غالب نے پاکستانی جمہوریت کے رکھوالوں کے حوالے سے ہی کہا ہو گا:

بازیچۂ اطفال ہے دنیا میرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا میرے آگے

[روزنامہ جنگ]

### Nawaz Sharif's return | Editorial & Opinion

ترجمہ: ”سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ اگر مسلم لیگ (ن) اگلی حکومت بناتی ہے تو کیا ہو گا؟ نواز ایک ایسے ملک میں واپس آ رہا ہے جہاں پرویز مشرف دور کے بعد پہلی بار اسٹیبلشمنٹ سیاسی

فیصلہ سازی میں مرکزی کردار ادا کرنے کے لیے کھل کر سامنے آگئی ہے۔ کیا نواز بھی شہباز کی طرح فرمانبردار اور مؤدب ہو گا، یا وہ اسٹیبلشمنٹ کے ساتھ ٹکرلے گا، ماضی میں جو رویہ کم از کم دو بار اس کی وزارت عظمیٰ کے قبل از وقت خاتمے کا باعث بنا؟"

[Express Tribune]

## پاکستان | مجموعی تبصرہ

پاکستان اس وقت ایسے سنگین حالات کا شکار ہے کہ غریب عوام کا چولہا جلنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ سیاسی، معاشی و معاشرتی انحطاط کا سبب وہ غلط راستہ ہے جس پر پاکستان بحثیت مجموعی چل رہا ہے۔ غلط قیادت، غلط راستہ، غلط منزل ہے جو آہستہ آہستہ پاکستان کو ایک ایسی دلدل میں دھنسا رہی ہے جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں بچے گا۔ اس دلدل سے باہر نکلنے کے لیے واحد راستہ اللہ کی رسی کو تھامنا ہے۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا (سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو)۔ پاکستانی عوام پچھلے ۷۶ سالوں سے اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ جمہوریت ہی ان کو برے حالات سے نکال کر ترقی کی راہ پر گامزن کرے گی۔ "حقیقی جمہوریت"، جس کا کوئی وجود ہی نہیں، یہ محض ایک دھوکا ہے، ایک سراب ہے، جو مزید تنزلی کی طرف لے کر جانے والا ہے۔

اگر آج پاکستان کے عوام جاگ جائیں، مغرب کے غلاموں، لٹیروں کی حمایت کو مسترد کر دیں اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں، اُسی کے راستے کی طرف بڑھیں اور اسی کے حکم کے نفاذ کے لیے اٹھیں تو پستی کی اس دلدل سے نکل کر آج بھی عروج حاصل کر سکتے ہیں۔ ہماری روشن تاریخ اس کی گواہ ہے...!

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی ﷺ

## انڈیا | تعلیمی اداروں میں مسلمانوں سے نفرت کی تربیت

ہندوستان کے مسلمانوں پر وحشی ہندو بلوائیوں کی یلغار جاری ہے۔ کبھی زبان سے، کبھی ہجوم زنی کی شکل میں تشدد کر کے کہیں مسلمان خواتین کی عزت پر ہاتھ ڈال کر، ببانگ دہل ہر طرح کے وار جاری ہیں۔ ہندوستانی میڈیا بھلے ہی حقیقت کو چھپائے، لیکن سوشل میڈیا پر خود یہ ہندو بڑے فخر سے اپنے کارنامے شیئر کرتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اجتماعی طور پر مسلمانوں کی غیرت جاگتی اور یہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے لیے متحد ہو کر اس پر کوئی ٹھوس لائحہ عمل ترتیب دیتے، مگر یہ ہو نا سکا...

اور اب ان کی مسلمانوں سے نفرت اس قدر بڑھ گئی کہ تعلیمی اداروں میں بچے بچے کے دماغ میں مسلمانوں کے خلاف زہر بھرا جا رہا ہے۔ جس کی تازہ مثال اترپردیش کے ضلع مظفر نگر کے ایک چھوٹے سے سکول میں مسلمان بچے کے ساتھ وہ ناروا سلوک ہے جس کی ویڈیو وائرل ہوئی۔

جس میں ایک ہندو سکول ٹیچر مسلمان طالب علم کے مذہب پر توہین آمیز تبصرہ کر رہی ہے اور باری باری بچوں کو بلا کر اس مسلمان بچے کو تھپڑ مارنے کا کہہ رہی ہے اور سارے بچے باری باری آ کر اس کے گال پر تھپڑ مار رہے ہیں۔ یہ واقعہ اس قدر دل دہلا دینے والا تھا کہ مسلمان تو مسلمان مغربی میڈیا بھی اس کے خلاف بول اٹھا۔ لیکن بھگوا حکومت کے کارندوں نے دکھاوے کے لیے معمولی سا مقدمہ بنا دیا لیکن اس ابلیس نما ٹیچر کو گرفتار نہیں کیا۔

انہیں دنوں ہندوستان کے مشن 'چندریان ۳' کی چاند پر کامیاب لینڈنگ پر پورے ہندوستان میں جشن منایا جا رہا تھا اور دوسری طرف مسلمانوں کے بچوں تک کو بھگوا متعصب ذہنیت کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔

اس حوالے سے مختلف کالم نویسوں کی آراء کے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

### India's Hindu children are being radicalized – will the country speak up? | Apoorvanand

ترجمہ: "مسلمانوں اور عیسائیوں کے تئیں اس نفرت کا ایک بڑا ذریعہ آر ایس ایس سے وابستہ تنظیموں کے زیر انتظام تعلیمی اداروں کی چین ہے۔ ان اداروں کے نصاب اور سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے لیے تحقیق کی گئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نوجوان ذہنوں میں قوم پرستی کو ابھارتے ہیں، جو کہ مسلم مخالف اور عیسائی مخالف نفرت کے مترادف ہے۔

بچوں کو بتایا جاتا ہے کہ ہندوستان ہندوؤں کی سرزمین رہا ہے، جس میں مسلمان اور عیسائیوں نے دراندازی کی ہے۔ اور یہ کہ ہندو تمام پہلوؤں سے ہمیشہ بہترین رہے ہیں، اور یہ کہ یہ مسلمان حکمران تھے جنہوں نے انہیں ذلیل کیا اور انہیں اپنا غلام بنا لیا، اور یہ کہ ملک کے ماضی کی شان کو دوبارہ حاصل کرنے کا واحد طریقہ مسلمانوں اور عیسائیوں کو سبق سکھانا ہے۔

ایک بار جب نفرت معمول کی بات بن جاتی ہے، تو تشدد کا آنا فطری عمل ہے۔

باوجود اس کے کہ بی جے پی اس سب سے سیاسی فوائد حاصل کرے گی، اس منصوبے کے طویل مدتی نتائج ہندوستان کے ہندوؤں کو بھی بھگتنے پڑیں گے۔ گھروں اور تعلیمی اداروں کو بنیاد پرستی کا گہوارہ بنا کر ہندو بچوں کی ایک نسل کو نادانستہ طور پر مجرموں میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔"

[Al-Jazeera English]

### نفرت کی سیاست کے تباہ کن نتائج | معصوم مراد آبادی

”جس وقت یہ واقعہ منظرِ عام پر آیا تھا تو اسی وقت چاروں طرف سے یہ مطالبات کیے جانے لگے کہ خاطی ٹیچر کے خلاف سخت سے سخت کاروائی کی جانی چاہیے، لیکن اس خاتون ٹیچر کے عمل کی مذمت کرنے کے باوجود حکمران طبقے کے لوگ اس کے دفاع میں آ گئے کیونکہ معاملہ ایک مسلمان بچے کا تھا۔ ہو سکتا ہے مستقبل میں یہ خاتون ٹیچر حکمران جماعت کی کوئی اہم لیڈر بن جائے اور اسے الیکشن کے میدان میں بھی اتار دیا جائے۔ دراصل اس ملک میں نفرت کا کاروبار اس لیے پھل پھول رہا ہے کہ اس قسم کی زہریلی ذہنیت والے عناصر کو ایک فاسد سیاسی سوچ تحفظ فراہم کر رہی ہے، جبکہ اس کے برعکس اگر کہیں کسی مسلمان سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اسے سخت ترین سزا دی جاتی ہے۔“

[روزنامہ اعتماد]

### کیا ملک کی اسکولیں ہندو تنظیموں کی شاکھائیں بن گئی ہیں؟ | ندیم عبد القدیر

”جہاں شاکھاؤں کے بارے میں عام لوگوں کو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان شاکھاؤں میں مسلم نفرت کی ہی تعلیم ملے گی وہیں اسکولوں کے بارے میں ایسا گمان نہیں ہوتا۔ اسکولوں کے بارے میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہاں اخلاق و تہذیب کی تعلیم دی جاتی ہے اور بچوں کو بااخلاق انسان بنایا جاتا ہے۔ دنیا بھر کے اسکولوں میں ہوتا بھی یہی ہے لیکن ہندوستان کے اسکولوں کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا جا رہا ہے۔ یہاں انسانیت کی تعلیم کی بجائے مسلم نفرت کے درس دیے جا رہے ہیں اور کچے ذہنوں میں مسلمانوں کے خلاف زہر کی کاشتکاری کی جا رہی ہے۔ یہ پوری نسل جب اپنے دماغ میں مسلمانوں سے نفرت کا انبار لے کر اسکولوں سے نکلے گی تو صورتحال کس قدر دھماکہ خیز ہو جائے گی اس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا ہے۔ یہ رجحان ملک کو جانوروں کے باڑے میں بدل دے گا جہاں ہر کوئی مسلمان کے خون کا پیاسا ہو گا۔“

[روزنامہ اردو ٹائمز]

## انڈیا | مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے میں میڈیا کا کردار

ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے اور مسلمانوں کی منفی اندازمین تصویر کشی کرنے میں ہندوستانی میڈیا کا جو کردار رہا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ ’لوّ جہاد‘ (love jihad)، ’تھوک جہاد‘ اور اس طرح کی دیگر کئی عجیب و غریب اصطلاحات اور مسلم منافرت پر مبنی نعرے ہندوستانی میڈیا ہی کی ایجاد ہیں، جن کے استعمال سے پورے ملک میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کی آگ کو مزید بھڑکایا جاتا ہے۔

اس موضوع پر روزنامہ منصف حیدرآباد سے ایک مضمون شائع ہوا جس میں راقم نے روانڈا میں اقلیت کے قتلِ عام میں میڈیا کے کردار کو ہندوستانی میڈیا کے کردار سے مشابہت دی ہے۔ ملاحظہ ہو:

### فرقہ وارانہ تصادم میں میڈیا کا کردار | محمد علم اللہ

”ہندوستان میں فرقہ واریت ایک اہم مسئلہ ہے، جو آنے والی نسلوں کے لیے ایک ناسور ہے۔ لوگ اس کے خلاف لڑائی لڑ رہے ہیں اور اپنے اپنے انداز میں اس کو ختم کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہندستان کا میڈیا اس سماجی بیماری کو پھیلنے سے روکنے کی بجائے سماج میں مزید نفرت پھیلانے اور لوگوں میں ایک دوسرے کے خلاف زہر گھولنے اور منفی رجحانات کو ہوا دینے میں اپنی کوششیں صرف کر رہا ہے۔

...اس سلسلے میں روانڈا میں ہونے والی نسل کشی کی مثال پیش کی جا سکتی ہے، جس میں ۶ اپریل ۱۹۹۴ء کو بے نظیر افریقیوں کو ختم کرنے میں میڈیا کی کارستانی کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ... میڈیا کے جھوٹے پروپگنڈوں کی وجہ سے صرف سو دنوں میں آٹھ لاکھ افراد کو ہلاک کیا گیا۔ روانڈا میں دو قبائل آباد تھے، ایک ’ہوتو‘ جو اکثریت میں تھے اور دوسرے ’ٹوٹسی‘ جو اقلیت میں تھے۔ روانڈا کے صدر کے طیارے کو اینٹی ایئر کرافٹ میزائل سے اڑا دیا گیا۔ صدر کا تعلق اکثریتی قبیلے سے تھا اور فوجی کمان بھی۔ اس قتل کا الزام ٹوٹسی قبیلے پر لگا۔

... تعصب کیا کچھ کر سکتا ہے یہ کسی نے سوچا بھی نہ ہو گا۔ ہمارے میڈیا کی طرح ریڈیو روانڈا کے ذریعے اس اقلیتی کمیونٹی کے خلاف مسلسل زہر افشانی کی گئی اور ’ٹوٹسیوں‘ کو ’کاکروچ‘ کہہ کر مار ڈالنے کے پیغامات نشر ہوئے۔

...روانڈا میں اُس وسیع قتلِ عام کے پیچھے میڈیا کا نفرت انگیز رویہ کارفرما تھا۔ جس نے ایک خاص کمیونٹی کے خلاف اتنا پروپگنڈہ کیا کہ لوگ متنفر ہو کر سڑکوں پر نکل آئے اور وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔

...اس تناظر میں اپنے ملک کے میڈیا کا جائزہ لیجیے، پورے ملک میں گزشتہ چند سالوں میں ہونے والے ہجومی تشدد کی تفصیلات دیکھیے۔ جامعہ اور شاہین باغ میں گولی چلائے جانے کے واقعے کو یاد کیجیے۔ بنگلور، بھوپال، یوپی، بنگال اور چنئی میں سی اے اے اور این آر سی کے تعلق سے ہو رہے پر امن احتجاجات، اس پر میڈیا اور پولیس کے رویے کو دیکھیے، منی پور میں میڈیا کے رویے کا جائزہ لیجیے۔ ابھی حال ہی میں میوات کے فسادات اور ٹرین میں ایک متعصب ہندو سی آر پی ایف کے جوان کے ذریعے نہتے مسافروں پر حملہ اور اس کے بعد میڈیا کے رویے کو دیکھیے تو آپ کو روانڈا کے واقعے سے مشابہت نظر آئے گی۔ سی اے اے کی آمد، اس پر احتجاج اور

اس احتجاج کے بعد جامعہ، جے این یو اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ہنگامہ اور اس پورے معاملے پر میڈیا کا جو رویہ رہا، اس پر غور کیجیے۔

…میڈیا کے اس عمل کی وجہ سے افراد اور گروہوں کے خلاف نفرت انگیز پیغامات وبائی امراض کی طرح پھیلتے جا رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہم ملک میں نت نئے واردات ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ جمہوری طور پر احتجاج کرنے والے لوگوں پر گولیاں چلائی جا رہی ہیں۔ 'گاؤ بھتیا' کے نام پر لوگوں کی 'لنچنگ' کی جا رہی ہے۔ نہتے احتجاجیوں پر غنڈے حملہ کر رہے ہیں، پولیس جب جس کو چاہتی ہے، اٹھا کر لے جاتی ہے، گولی مار دیتی ہے مگر بجائے اس کے کہ میڈیا اس کی گرفت کرے، سوالات کھڑے کرے، ایسا لگتا ہے وہ ظالموں کی حمایت کر رہا ہے، انہیں بچانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ ہمارے یہاں یہ رجحان اس قدر غالب ہو گیا ہے کہ اب لوگ اس کو معیوب بھی نہیں سمجھ رہے۔ اس کی وجہ سے نہ صرف شہریوں اور اداروں کی ساکھ تباہ ہو رہی ہے بلکہ بہت سی جانیں بھی داؤ پر لگ رہی ہیں۔ جو صورتحال اس وقت ہے، اگر اسے بدلنے کے لیے اقدامات نہ کیے گئے تو تباہی و بربادی کو گلے لگانے کے لیے ہمیں تیار رہنا ہوگا، کیوں کہ نفرتوں کی شاخوں پر محبتوں کے پھول کبھی نہیں کھل سکیں گے۔

[روزنامہ منصف، حیدر آباد]

| انڈیا | G20 کا سربراہی اجلاس |
|---|---|

G20 بین الاقوامی اقتصادی تعاون کا سب سے بڑا فورم ہے جو دنیا کے ۱۹ بڑے ممالک اور یورپی یونین پر مشتمل ہے۔ ان ممالک کی تجارت عالمی تجارت کا اسّی فیصد ہے جبکہ ان ملکوں کی آبادی عالمی آبادی کا ساٹھ فیصد ہے۔ اس لحاظ سے ہندوستان بڑی معیشتوں میں پانچویں نمبر پر ہے۔ G20 کا اجلاس ہر سال کسی نہ کسی رکن ملک میں منعقد ہوتا ہے۔ اس سال اس کا انعقاد ہندوستان میں ہوا۔ جس کا میڈیا نے خوب زور و شور کے ساتھ پراپگنڈہ کیا۔ جہاں ایک طرف سرکاری میڈیا خوب اس کی تشہیر کر رہا ہے وہیں کچھ صحافی اور دانشور مودی حکومت کے رویے پر تنقید بھی کر رہے ہیں۔

اس حوالے سے مختلف کالم نویسوں کی آراء کے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

### ہم نے انسانوں کے دکھ درد کا حل ڈھونڈ لیا ہے……!!!| خیال اثر

جی 20 کانفرنس کتنی کامیاب ہوئی اور کتنی ناکام اس کا فیصلہ تو آنے والا وقت ہی کرے گا، لیکن یہ طے ہے کہ ایک غیر ترقی یافتہ غریب ملک نے جو خطیر خرچ جی 20 کانفرنس کے لیے کیا ہے وہ تاریخ کا ایک ایسا تاریک ترین گوشوارہ ہے جس کے دریچوں سے کیا کھویا کیا پایا جیسے سرخیاں اور متن نکل کر بھوکے پیاسے ننگ دھڑنگ ہندوستانیوں کو حیرت و استعجاب میں مبتلا کیے جا رہے ہیں، کیونکہ دنیا کی ۲۰ بڑی معیشتوں کی میزبانی امسال حکومتِ ہند کے ذمہ رہی تھی جس پر مودی حکومت نے ۲۶ ہزار کروڑ کی اضافی رقم خرچ کی تھی۔ بے روزگاری اور مہنگائی کی ماری ہوئی ہندوستانی عوام کی خدمت عالی میں دیارِ ہند کا ذوق میزبانی اور یہ بے مثال قربانی کسی تازیانے سے کم نہیں کیونکہ آج بھی ہندوستان کے بیشتر پچھڑے ہوئے علاقوں کی بے کس و بے بس عوام چند روٹی کے ٹکڑوں اور پانی کے چند قطروں کے لیے ترس رہی ہے جب کہ جی ۲۰ میں شامل ممالک کو ہندوستان کی غریبی کا بدنما چہرہ دکھانے کی بجائے مودی حکومت نے ان پر ایسے دبیز پردے ڈال رکھے تھے کہ ہندوستان کا یہ کوڑھ زدہ حصہ تمام امیر ممالک کی نگاہوں سے چھپ جائے۔"

[روزنامہ اردو ٹائمز]

### جی ۲۰، اور نریندر مودی حکومت کے دعوے | اپی چد مبرم

"…دہلی کو بڑے پیمانہ پر سجایا سنوارا گیا۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دہلی میں اس قدر سجاوٹ کی گئی کہ یہ سجاوٹ ایک شہر کے لیے بہت زیادہ تھی۔…جی ۲۰ اجلاس میں ایک بات جو سب نے نوٹ کی وہ یہ ہے کہ سارے شہر میں ہر طرف ایک ہی چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ یہاں تک مہمان رہنماؤں کو کسی بھی بل بورڈ میں تھوڑی سی جگہ کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔ ہر طرف مودی جی کی تصاویر پر مبنی بل بورڈ آویزاں کیے گئے تھے۔

…مودی جی کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ عکس بندی کے دوران کیمرہ کے فریم میں اپنے کسی وزیر کو جگہ نہیں دیتے بلکہ وہ اپنے کابینی رفقاء کو کیمرہ کے فریم میں ایک انچ جگہ دیے بغیر اس (فریم) پر پوری طرح قبضہ کرنا اچھی طرح جانتے ہیں۔ جی ۲۰ اجلاس کے دوران ہمارے عزت ماب وزیر اعظم نے اپنی مرضی و منشاء کے عین مطابق میڈیا کو دور رکھا۔ انہوں نے نہ صرف خود میڈیا سے فاصلہ برقرار رکھا بلکہ ان کی حکومت نے اس امر کو بھی یقینی بنایا کہ امریکی صدر جو بائیڈن ان سے بات کرنے ان سے سوالات کرنے کے لیے بے چین صحافیوں سے کوئی سوال نہ کریں۔ مودی جی کی اس روش سے امریکی وفد اس قدر مایوس ہوا کہ ان لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ مسٹر جو بائیڈن کا اگلا پڑاؤ ویتنام ہوگا اور وہاں وہ جی ۲۰ سے متعلق سوالات کے جوابات دیں گے۔"

[روزنامہ اردو ٹائمز]

| فرانس | فرانس کے سکولوں میں عبایہ پر پابندی |
|---|---|

فرانس کی حکومت نے سکولوں میں مسلمان طالبات پر عبایہ یا گاؤن پہن کر آنے پر پابندی لگا دی ہے جس کی وجہ سے سیکڑوں مسلمان طالبات کو عبایہ یا گاؤن پہننے کی وجہ سے سکولوں میں داخلے سے روک دیا گیا ہے۔ فرانس کے مسلمانوں نے وہاں کی عدالت عالیہ میں اس حکم نامے

کے خلاف کیس دائر کیا، لیکن وہاں کی عدالت نے حکومتی اقدام کو برقرار رکھنے کا فیصلہ سنایا۔ یہ قانون بھی فرانس میں حکومتی سطح پر بڑھتے ہوئے اسلاموفوبیا کا ہی ایک مظہر ہے۔

ایک طرف ایران میں حجاب کی پابندی پر پورا مغرب ایسے تڑپ رہا ہے جیسے عورت سے جینے کا ہی بنیادی حق چھینا جا رہا ہے، افغانستان میں امارت اسلامیہ کو عورتوں کے حقوق کے بارے میں تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے تو دوسری طرف فرانس میں مسلمان طالبات پر ان کے عبایہ کی وجہ سے تعلیم کے دروازے بند کیے جا رہے ہیں۔

فرانس میں چہرے کے پردے پر تو ۲۰۰۴ء سے ہی پابندی ہے، اب حکومت بتائے گی کہ کس طرح کا لباس پہننے کی اجازت ہے۔ اسی فرانس میں اگر کوئی بالکل بے لباس بھی نکل آئے تو اسے آزادی حاصل ہے لیکن خصوصاً مسلمان عورت کے لیے اپنے آپ کو ڈھانپنے پر پابندیاں لگائی جا رہی ہیں۔ اس ضمن میں ڈھیلے ڈھالے گاؤن نما کپڑے مثلاً میکسی وغیرہ پہنی ہو تو پہلے سکول انتظامیہ یہ دیکھے گی کہ آیا طالبہ مسلمان ہے یا غیر مسلم۔ اگر غیر مسلم ہے تو اسے اجازت ہو گی اور اگر مسلمان ہے تو اس پر ''مذہبی بنیاد'' پر لباس منتخب کرنے کی بدولت پابندی ہو گی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہاں کے مسلمان کب تک اس ذلت و رسوائی کے ماحول میں جیتے رہیں گے؟ کل نقاب پر پابندی آج عبایہ کے خلاف اقدام... آگے مزید کس چیز کا انتظار ہے؟

عالمی میڈیا پر مسلمان خصوصاً مسلمان خواتین غم و غصے کا شکار ہیں۔ اس سلسلے میں ایک مضمون سے اقتباس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

## Global hypocrisy on display after French schools abaya ban | Nadeine Asbali

''جب پورے ایران میں مظاہرے پھوٹ پڑے اور خواتین نے ریاست کی طرف سے حیا کے قوانین کے متعصبانہ اور متشدد اطلاق کے خلاف اپنے حجاب اتار پھینکے تو پوری مغربی دنیا اٹھ کھڑی ہوئی۔

اعلیٰ سطح کی حقوق نسواں کی علمبرداروں نے ایران کی خواتین کے لیے روتے ہوئے اپنی ویڈیوز پوسٹ کیں۔ یورپی سلیبریٹیوں (celebrities) نے اظہارِ یکجہتی کی خاطر اپنے سر منڈوا لیے۔ عورتوں نے ٹک ٹاک پر اور عوامی مقامات پر سر کے سکارف جلائے۔

لیکن حال ہی میں ایک اور ریاست نے اس سے ملتا جلتا قانون منظور کیا ہے، یہ قانون کا تعلق بھی ان تفصیلات کے ساتھ ہے کہ عورتوں کو کس طرح کا لباس پہننا چاہیے۔ فرانسیسی حکومت نے ریاستی سکولوں میں عبایہ پر پابندی عائد کر دی ہے، حتیٰ کہ حالیہ دنوں میں اسلامی لباس میں آنے والے طلباء کو اجتماعی طور پر سکول سے باہر کر دیا گیا۔

لیکن اس سب میں عبایہ پابندی پر عالمی ردِّ عمل ہے جو سب سے زیادہ چونکا دینے والا ہے۔ اور عالمی ردِّ عمل سے میری مراد اس کا نہ ہونا ہے۔

شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ، اس بار، یہ کوئی مسلمان حکومت نہیں تھی جو خواتین کو کیا انتخاب کرنا چاہیے اس کی ہدایات جاری کر رہی تھی۔ آخر کار، فرانس جنگ اور جبر سے وابستہ مشرق وسطیٰ کی کسی قوم سے تعلق رکھنے کی بجائے، روشن خیال، ترقی پسند (یعنی دوسروں سے برتر) مغربی دنیا کا حصہ ہے۔ یا ہو سکتا ہے یہ مخصوص جنسی اصول رجعت پسند مذہبی معیارات رکھنے والے کسی غصے والے، بھورے، داڑھی والے آدمی کی بجائے سوٹ پہنے ہوئے ایک سفید فام آدمی نے آزادی کے نام پر بنائے ہیں۔

وجہ جو بھی ہو، یہ خاموشی بہرا کر دینے والی ہے۔ جہاں ایران کے معاملے میں عالمی سطح پر اخلاقی غم و غصہ پایا جاتا تھا، ذاتی اور وسیع تر سیاسی دونوں سطحوں پر، اس بار کچھ بھی نہیں ہے۔ کہاں ہیں وہ 'انفلوئینسرز' (Influencers) جو اپنے بہترین میکسی لباس پہن کر فرانس میں اس پابندی سے متاثر ہونے والی مسلم خواتین کے ساتھ اظہار یکجہتی کریں؟ کہاں ہیں وہ سلیبریٹیز (celebrities) جو خواتین کے حقوق کی پامالی کے خلاف فرانس کے بائیکاٹ کا اعلان کریں؟

حقیقت یہ ہے کہ فرانس کے معاملے میں دنیا بالکل گونگی ہو گئی ہے کیونکہ حقوق نسواں، یا کم از کم اس کی (زیادہ سفید فام) مغربی شکل کو، جب معاملہ مسلمان عورت کا آتا ہے تو، بہت مسئلہ ہو جاتا ہے۔

لباس کے طور پر عبایہ کے بارے میں آپ کی اپنی ذاتی رائے سے قطع نظر، اس پابندی کے بارے میں تھوڑا سا کھوج لگائیں تو اس کی منافقت، مضحکہ خیزی اور سراسر نسل پرستی کھل کر سامنے آ جائے گی۔ میکسی لباس کیا ہے اور ایک عبایہ کیا ہے اس کا تعین کیسے کیا جائے سوائے یہ دیکھنے کے کہ اسے پہننے والا ''مسلمان'' کیسا لگتا ہے؟ اور اگر لباس کے غیر قانونی ہونے کا انحصار اس بات پر ہے کہ اسے کون پہن رہا ہے تو پھر یہ ناقابل تردید اسلاموفوبیا کے علاوہ اور کیا ہے؟

اگر آپ کی فیمنزم خواتین کو حجاب اتارتے ہوئے دیکھ کر بھڑک اٹھتی ہے لیکن جب وہی مسلمان خواتین اپنے آپ کو ڈھانپنے کا انتخاب کرتی ہیں تو آپ کی فیمنزم کو کوئی فرق نہیں پڑتا تو پھر آپ کی فیمنزم سفید فام عورتوں کے علاوہ کسی کی خدمت نہیں کر رہی۔ اور جیسا کہ دنیا فرانس کی مسلم خواتین کے جسموں پر مسلسل کریک ڈاؤن کے بارے میں خاموشی اختیار کر رہی ہے، اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے آپ سے پوچھیں کہ ہم کچھ خواتین کے انتخاب کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ حمایت کے لائق کیوں دیکھتے ہیں؟''

[The New Arab]

☆☆☆☆☆

# تاتاریوں کی یلغار اور مظلوم امت

حسین پشاوری

تاریخ سے ادنیٰ سی واقفیت رکھنے والے بھی اگر تاتاریوں کا نام سن لیں تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ تاتاریوں کے ہولناک اور وحشتناک مظالم کی داستانیں آج بھی کمزور دل انسان کو لرزہ براندام کر سکتی ہیں۔ تاتاریوں کا حملہ ایک ایسے طوفان کی طرح ہوتا تھا کہ جو اپنے سامنے آنے والی ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے کر غارت کر دیتا تھا۔ مسلمان ان کے غیظ و غضب کا بطور خاص نشانہ بنے۔ بستیوں کی بستیاں اجاڑ دی گئیں یہاں تک کہ عباسی خلافت کے دارالحکومت، عروس البلاد، بغداد کی بھی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا دی گئیں۔ اس صورتحال میں امت کے دو قسم کے طبقے سامنے آئے۔ ایک وہ جو تاتاریوں کو نہ ٹلنے والا عذاب سمجھ کر ان کے لیے تختہ مشق بنے رہے اور تاتاری بلاخوف و خطر ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھاتے رہے۔ جبکہ دوسرا طبقہ وہ تھا جو قدرت نہ رکھنے کے باوجود اپنے دفاع کو فرض سمجھتا تھا۔ اور الٰہی حکم، ”کتب علیکم القتال“ کو اپنے لیے راہ عمل سمجھتا تھا۔ یہ مسلمان دیگر مسلمانوں کی طرح تاتاریوں کے لیے تر نوالہ نہیں بننا چاہتے تھے۔ بلکہ یہ ان کے حلق میں اٹکنے والی ہڈی بننا چاہتے تھے۔ یہ مسلمان کمزوری کا بہانہ بنا کر کفار کی تلواروں کے سامنے اپنے سر نہیں رکھتے تھے۔ نہتے ہونے کے باوجود مقابلہ کے لیے میدان میں اترے اور پھر وہ وقت بھی آن پہنچا جب ان کے دیگر بھائی بھی میدان میں آ کودے اور ان تاتاروں کو، جو اب تک صرف شکست دینے اور قتل کرنے کے عادی تھے، عبرتناک شکست سے دوچار کیا۔ اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے میں ہی اپنی عافیت سمجھنے لگے۔ عین جالوت کی سرزمین گواہ ہے کیسے مٹھی بھر مسلمانوں نے غیرت و حمیت کی مثال قائم کی۔ اور ایک وحشی درندے کو لگام ڈالی۔

آج پھر امت مسلمہ کو ایسے ہی حالات کا سامنا ہے۔ کفار پھر سے تاتاریوں کے نقش قدم پر چل پڑے ہیں۔ خاص کر سرزمین ہند میں تو ہندو دہشتگردوں نے مسلمانوں پر زمین تنگ کر دی ہے۔ ہندو بلوائی جمع ہو کر مسلمانوں کو بے تحاشا نقصان پہنچا دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو قتل کرنے کے لیے اب ہندو کا ایک گولی کے برابر بھی خرچہ نہیں ہوتا، قتل کرنے کے لیے پیشہ ور قاتل (فوجی) بھی نہیں آتے بلکہ کچھ غنڈے ہی یہ کام کر جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ ہندو تو تاتاریوں جیسے بہادر بھی نہیں ہیں۔ ان کا حال تو یہ ہے کہ جب تک یہ دسیوں کی تعداد میں نہ ہوں تو یہ ایک نہتے مسلمان پہ حملہ بھی نہیں کرتے۔

آج پھر اس امر کے اعادے کی ضرورت ہے کہ عین جالوت کا میدان سجایا جائے۔ ان بزدلوں کو پانی پت کی یاد دلوائی جائے۔ ان دہشتگرد ہندوؤں کے لیے لقمہ تر بننے کے بجائے ان کی آنکھ میں چبھنے والا کانٹا بنا جائے۔ لیکن یہ تب ہی ممکن ہے جب ہم اللہ کے حکم فریضۂ جہاد کو مانیں۔ مداہنت کا درس دینے والے نام نہاد ”مصلحت پسندوں“ کو خدا حافظ کہہ کے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر اپنے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے دفاع کے لیے جہاد شروع کریں تب ہی اللہ کی نصرت آئے گی۔ اور یہ تو ہماری آنکھوں دیکھا حال ہے کہ کیسے مٹھی بھر مجاہدین نے وقت کی سپر طاقت امریکہ کو اللہ کی مدد سے جہاد کے ذریعے شکست دی۔ كم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله.

پھر اگر یہ کفار قتل کرنے کے لیے بھی آگے بڑھیں گے تو نڈر ہو کر حملہ آور نہیں ہوں گے جیسے کہ اب ہوتے ہیں بلکہ لرزتے کانپتے لڑیں گے۔ اور یہ دنیا و آخرت کی رسوائی سے دوچار ہوں گے جبکہ ہمارے لئے لیے تو دو وعدے ہیں یا فتح یاب ہو کے غازی ٹھہریں گے یا پھر شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہونگے اور اپنے رب سے جنتوں کا سودا کر کے دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں گے، ان شاءاللہ۔

☆☆☆☆☆

## تم کو رہِ رسول پہ چلنا نصیب ہو! (ﷺ)

اللہ تم کو صاحبِ سیف و سناں کرے
جسموں میں روحِ خالدؓ و طارقؒ رواں کرے

دے کر شعورِ زیست، ارادے جواں کرے
جو جم چکا ہے خون رگوں میں رواں کرے

تم کو رہِ رسولؐ پہ چلنا نصیب ہو
کب سے گرے پڑے ہو، سنبھلنا نصیب ہو

(احسان دانش علیہ الرحمۃ)

# معرکے ہیں تیز تر!

جمع و ترتیب: خیر الدین درّانی

شرقِ افریقہ، مغربِ اسلامی اور جزیرۃ العرب کی کارروائیوں پر مبنی مختصر رپورٹ

## شرقِ افریقہ (صومالیہ)

حرکت الشباب المجاہدین کی کارروائیوں میں تیزی دیکھنے کو ملی ہے، صومالی حکومت شکست کے دہانے پر ہے اور مجاہدین روز بروز نئے علاقوں سے فوجی کیمپوں کا صفایا کر کے ان قصبوں اور علاقوں کو اپنے حدود میں شامل کر رہے ہیں۔ دیگر علاقوں کے برعکس اس وقت وسطی صومالیہ میں شدید جنگ جاری ہے، دارالحکومت مغادیشو بھی وسطی صومالیہ میں واقع ہے۔ جب مجاہدین نے فوجی آپریشن کے غرض سے آئے ہوئے دستوں کے قریب آنے پر ہر شبیل کا علاقہ خالی کر دیا تو دشمن نے میڈیا پر خوب پروپیگنڈا کیا۔ کیونکہ یہ ایک اہم اور مرکزی علاقہ تھا۔ جبکہ مجاہدین نے حکمتِ عملی کے تحت اس علاقے کو خالی کر دیا تھا۔ کیونکہ اگر مجاہدین ہر شبیل سے پیچھے نہ ہٹتے تو کافی نقصان کا اندیشہ تھا۔ دشمن کو امریکی اور ترک طیاروں کی مکمل مدد حاصل ہے۔ اس کے علاوہ مجاہدین اس وقت زمینی قبضے کو زیادہ اہمیت دینے کے بجائے دشمن کو تھکا دینے والی جنگ میں گھسیٹنا چاہتے ہیں۔

صومالی حکومت نے امریکہ اور ترکی کی حمایت پر مجاہدین کے خلاف آپریشن کا آغاز کر دیا، مجاہدین نے تقریباً چالیس سے زائد علاقے خالی کر دیے تاکہ صومالی افواج کو طویل جنگ میں الجھایا جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ حالیہ فوجی کارروائیوں میں حرکت الشباب کا جانی نقصان نہ ہونے کے برابر ہے جبکہ دشمن کی ہلاکتیں ہمارے سامنے ہیں کہ تقریباً ہر تیسرے چوتھے دن استشہادی اور انغماسی کارروائیاں ہو رہی ہیں اور اللہ کے فضل سے مجاہدین کی جنگی حکمتِ عملی کے سبب صومالی افواج کا جاری آپریشن الٹا ان کی شکست کا سبب بن گیا ہے، ان کے اگلے محاذ کے دفاعی حصار ٹوٹ گئے ہیں، صومالی افواج مکمل بکھر چکی ہیں، آپریشن کی غرض سے گئے ہوئے فوج کی کثیر تعداد واپس مغادیشو آچکی ہیں، بعض ان میں نوکری چھوڑ کر گھر بیٹھ گئے ہیں جبکہ بعض ابھی تک لاپتہ ہے۔ دوسری طرف حرکت الشباب المجاہدین نے جن علاقوں کو آپریشن کے پیشِ نظر خالی چھوڑا تھا ان بیشتر علاقوں پر مجاہدینِ الشباب کا دوبارہ قبضہ ہو گیا ہے۔

۲۳ اگست ۲۰۲۳ء کی صبح حرکت الشباب المجاہدین نے صوبہ ’’گالگدود‘‘ کے علاقے میں واقع صومالی فورسز کے تین فوجی کیمپوں پر تعارضی حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۱۷۸ فوجی ہلاک ہوئے جبکہ بڑی تعداد میں فوجی گاڑیاں تباہ کر دی گئیں، ۵۴ فوجی قیدی بنا لیے گئے اور مجاہدین نے فوجی کیمپوں کو فتح کر لیا۔

مغادیشو کے سابقہ میئر کے بیان کے مطابق صومالی فوج کو ترکی کی جانب سے دی گئی ۲۰ عدد جدید بکتر بند گاڑیاں بھی حرکت الشباب نے اپنے قبضے میں لے لی ہیں۔

مختلف ذرائع کے مطابق حرکت الشباب کی جانب سے صوبہ ’’گالگدود‘‘ کے فوجی کیمپوں پر حملے میں صومالی نیشنل انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر موحاد صلاد اور صومالیہ کے فوجی عدالتوں کا سربراہ حسن علی شیوتے بھی مارے گئے۔ یہ دونوں افسران جو کہ صومالی صدر کے سیاسی وفد کا بھی حصہ تھے صومالی صدر کی ہدایت پر اہم معاملات کے لیے گالگدود آئے ہوئے تھے۔

۳۰ اگست ۲۰۲۳ء کو صومالی صدر حسن شیخ محمود نے اپنے بیان میں کہا کہ ہم عن قریب حرکت الشباب کے خلاف دوسرے آپریشن کا اعلان کریں گے اور ان کے خلاف جنگ کو تیز کریں گے۔ ۳۱ اگست کو مجاہدین نے صومالی صدر کے آبائی شہر ''عیل طیر'' کو فتح کر دیا۔

۵ ستمبر ۲۰۲۳ء کو حرکت الشباب المجاہدین نے وسطی صومالیہ کی ریاست ''ہیران'' کے شہر مہاس میں ایتھوپیا کے صلیبی افواج اور ملیشیا کے فوجی اڈے کو فدائی حملے میں نشانہ بنایا، حملے کا ہدف صومالی صدر حسن شیخ محمود اور اس کا وفد تھا، صومالی صدر اس حملے میں بچ گیا جبکہ وفد کے اہم اہلکار قتل اور زخمی ہوئے۔

۱۱ ستمبر ۲۰۲۳ء کو مجاہدین الشباب نے صومالی انٹیلی جنس کے سربراہ محمد صلاح، وزیر دفاع عبدالقادر محمد اور گالگدود انتظامیہ کے سربراہ احمد قرقوز کے قافلے پر تسماریب شہر کے مضافات میں واقع بلالی علاقہ کے قریب گھات لگا کر حملہ کیا، قافلے کو کافی جانی اور مالی نقصان پہنچا۔

۱۶ ستمبر ۲۰۲۳ء کو وسطی صومالیہ کے ''عیل الهلی'' صوبہ گلگدود کے فوجی کیمپ پر شباب المجاہدین نے حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۸۰ صومالی فوجی ہلاک، ۳۴ زخمی اور کافی تعداد میں فوجیوں کو قیدی بنا دیا گیا۔ فوجی کیمپ سے کافی تعداد میں سازوسامان بھی مجاہدین کو غنیمت میں ملا۔

۱۷ ستمبر ۲۰۲۳ء کی صبح حرکت الشباب المجاہدین نے صومالیہ کے صوبہ ''بکول'' میں ایتھوپیئن فوج کی کانوائی پر گھات لگا کر حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۲۴۹ فوجی ہلاک اور باقی گرفتار ہوئے۔ کافی تعداد میں مجاہدین کو اسلحہ اور فوجی گاڑیاں غنیمت میں ملی۔

پچھلے دو مہینوں میں ان بڑے فدائی اور انغماسی حملوں کے علاوہ مختلف ریاستوں کے چھوٹے قصبے، شہر اور اضلاع فتح ہوئے، وللہ الحمد!

## مغربِ اسلامی (مالی، برکینا فاسو)

جماعت قاعدة الجہاد سے تعلق رکھنے والی سرزمینِ مالی جماعت ''نصرة الاسلام والمسلمین'' فرانسیسی فوج، روسی ویگنر ملیشیا اور مقامی طور پر ان کی حامی مالی حکومت و فوج کے خلاف برسرِ پیکار ہیں آئے روز مالی سے ہمیں دشمن کی ہزیمت اور مجاہدین کے فتح کی خوشخبریاں مل رہی ہیں۔

۶ ستمبر ۲۰۲۳ء کو جماعت ''نصرت الاسلام والمسلمین'' نے برکینا فاسو کے صوبہ ''کومبری'' کے علاقے ''واہی گوی'' میں فوجی کیمپ پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں پچاس فوجی ہلاک ہوئے جبکہ مجاہدین کو کثیر تعداد میں گاڑیاں، موٹر سائیکل اور ہلکا و بھاری اسلحہ غنیمت میں ملا۔

۷ ستمبر ۲۰۲۳ء کو جماعت ''نصرت الاسلام و المسلمین'' نے مالی کے دریائے ''نائیجر'' میں ''کومانوف'' نامی بحری جہازوں کے کمپنی کا ایک چھوٹا جہاز تباہ کر دیا، جس کے نتیجے میں کومانوف کمپنی کے ۴۹ اہلکار ہلاک ہوئے، اس کے علاوہ مالی فوج کے ایک فوجی کیپ پر حملے میں بھی ۱۵ مالی فوجی ہلاک ہوئے۔

۸ ستمبر ۲۰۲۳ء کو مالی کے مجاہدین نے صوبہ ''سیقو'' میں روسی ویگنر کے ساتھ شدید لڑائی میں ہیلی کاپٹر کو مار گرایا۔ اس کے علاوہ درجنوں ویگنر ملیشیا جنگجو ہلاک ہوئے۔ یاد رہے روس نے حال ہی میں مالی حکومت کو دو عدد SU_25 جنگی جہاز دیے تھے جو کہ اب تک دونوں مجاہدین کے ہاتھوں تباہ ہو چکے ہیں۔

۱۷ ستمبر ۲۰۲۳ء کو مالی کے شمال میں واقع قبائل توارق اور جماعت ''نصرت الاسلام والمسلمین'' نے ''لیر'' کے علاقہ نقشہ میں واقع مالی فوج کے بیس پر کامیاب حملہ کر کے بیس کو فتح کر دیا۔

سرزمین مالی میں مجاہدین کی کامیابیوں کو دیکھتے ہوئے، لانگ وار جرنل نے مالی کے حالات پر مبنی مفصل رپورٹ میں ذکر کیا ہے کہ افغانستان پر طالبان کے قابض ہونے کے بعد خدشہ تھا کہ صومالیہ پر القاعدہ کا کنٹرول ہو جائے گا لیکن اب یوں لگتا ہے کہ صومالیہ سے قبل مالی کی باری ہے۔

## جزیرۃ العرب

جماعت قاعدۃ الجہاد سے تعلق رکھنے والے مجاہدینِ انصار الشریعہ امریکی مفادات کی محافظ یمنی حکومت، متحدہ عرب امارات کی افواج اور ایرانی حوثی ملیشیا کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ دس مہینوں سے جاری ''سہام الحق عملیات'' کامیابی سے رواں دواں ہیں، جس کا نتیجہ عدن اور ابین کے علاقوں سے حکومتی افواج کا آہستہ آہستہ انخلا کی شکل میں دکھائی دے رہا ہے۔ آئے روز دشمن کے مراکز اور قافلے مجاہدین کی کمین اور بارودی سرنگوں کا نشانہ بن رہی ہیں۔

پچھلے سال ۱۸ دسمبر ۲۰۲۲ کو صوبہ ابین کے علاقے مودیہ میں نشانہ بننے والے بریگیڈیر ''عبد الرحیم معکف'' کی مانند اس سال ۱۰ اگست ۲۰۲۳ء کو مجاہدینِ انصار الشریعہ نے ابین کے فوجی کمانڈر عبد الطیف السید کو ایک کامیاب گھات اور مائن حملے میں جہنم واصل کیا۔

مجلہ ''صدی الملاحم'' کے مطابق اس مبارک کارروائی میں ابین کے کمانڈر عبد الطیف السید سمیت ابین کے آپریشنل سیکیورٹی انچارج عبد اللہ لعمش، آپریشنل سیکیورٹی کا عملہ اور فوجی اہلکاروں کی بڑی تعداد ہلاک ہوئی۔ یہ ظالم کمانڈر جس کے ہاتھ معصومین کے خون سے رنگے تھے، کئی مجاہدین کا قاتل اور کئی سو کو قید کرنے والے اس ناسور کو ابین کا فرعون کہا جاتا تھا۔ الحمد للہ مجاہدین کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچا۔

ذیل کی تصویر میں مجاہدین کمانڈر عبد الطیف السید اور اس کے معاونین کے قتل کی خوشی پر دعوت طعام کر رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆

## سب سے اعلیٰ ڈگری

''میرا شیر جیسا بیٹا اعلیٰ ڈگری لینے جرمنی گیا تھا اور وہاں ایسی اعلیٰ ڈگری لے کر آیا کہ اس سے بڑی کوئی ڈگری نہیں۔ اگر میرا کوئی اور بیٹا ہوتا تو میں اسے بھی اسی راستہ میں بھیجتی۔ اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کی شہادت قبول فرمائے۔''

(شہیدِ ناموسِ رسالت غازی عامر چیمہ ﷺ کی والدہ کا بیان)

# نہ ختم ہونے والا انتظار......

بنتِ طیب

وہ اس ٹھنڈے اور برفیلے کمرے میں داخل ہوا تو اس کو اپنے دل کی کیفیت سمجھ نہیں آرہی تھی۔اس کا دل لگتا تھا جیسے ہر قسم کے جذبات سے بالکل عاری ہوگیا ہو۔وہ زندہ لاش بنا اپنے سامنے موجود شخص کو دیکھ رہا تھا جو شاید اس جگہ کا منتظم تھا۔

”آئیں بابا جی... آپ ہی ہارون شریف ہیں؟“وہ شخص پیشہ ورانہ انداز میں بولا۔

”جی میرا نام ہی ہارون شریف ہے!“

”ٹھیک ہے... آجائیں!“

وہ اس کے پیچھے بڑھا تو اس کے قدم اس کا ساتھ نہ دیتے تھے۔اس کا پورا جسم کپکپاتے ہوئے بمشکل اپنے پیروں پر گھسٹ رہا تھا۔

”۱۱۲ نمبر خانہ کھولو!...بابا جی اس کو وصول کرنے آئے ہیں!“

منتظم یہ کہہ کر واپس چلا گیا جبکہ وہاں موجود شخص کچھ دیر تاسف سے اپنے سامنے کھڑے سفید ریش بزرگ کو دیکھتا رہا، پھر ایک لاکر کی طرف بڑھا اور اس کا دروازہ کھول دیا۔

ہارون شریف کا دل دھڑکنا بھول گیا۔

☆☆☆☆☆

آج جمعہ تھا اس لیے سکول سے جلدی چھٹی ہوگئی تھی۔وہ اپنے دونوں بہن بھائیوں کے ساتھ خوشی خوشی سکول سے باہر نکلا۔

”دادا ابو!“اپنے دادا کو سکول کے گیٹ کے باہر ہی کھڑا پاکر وہ خوشی سے ان کی طرف دوڑے۔

”السلام علیکم کیسے ہو میرے شہزادو؟“دادا ابو نے تینوں کو باری باری پیار کیا۔

”بالکل ٹھیک ٹھاک!“وہ مسکرایا”دادا ابو...ایک چھلّی لے دیں!...آج تو جمعہ ہے نا!“

سکول کے باہر کھڑے چھلّی والے کو دیکھ کر تینوں کے منہ میں پانی آگیا تھا۔

”موسیٰ! آپ کی اماں ڈانٹیں گی!“دادا ابو نے اس کو ڈرایا”پھر عیسیٰ اور منال صحیح طرح کھانا بھی نہیں کھاتے!“

”دادا ابو! وعدہ ہم صحیح کھانا کھائیں گے!...اس بار پکّا وعدہ کررہے ہیں!“

دادا ابو نے ان کی منت سماجت کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور چھلّی لینے ریڑھی والے کے پاس چلے گئے جبکہ وہ تینوں گاڑی میں جا کر بیٹھ گئے۔

”دادا ابو کتنے پیارے ہیں ناں!“منال کو آج شاید اپنے دادا پر بہت ہی پیار آرہا تھا۔

اس کے دادا تھے بھی واقعی بہت خوبصورت۔شلوار قمیض میں ملبوس، سفید داڑھی اور کندھے پر سفید رومال رکھے وہ خالص دیہاتی انداز میں کھڑے تھے مگر ان تینوں بچوں کو اپنے دادا کا یہ انداز بھی بہت پیارا لگتا تھا۔مگر ان کی گہری آنکھوں میں ہر وقت چھائی غم کی پرچھائیاں ان کو ہمیشہ بے چین کردیتی تھیں۔

”شاید ہمارے بابا بھی دادا جیسے ہی ہوں!“موسیٰ دھیرے سے بولا۔

”ہوسکتا ہے!“عیسیٰ بھی کھوئے کھوئے انداز میں بولا،”کاش ہمارے پاس اپنے بابا کی کوئی تصویر ہوتی!“۔

”موسیٰ بھائی! آخر ہمارے بابا ہیں کہاں؟ کیا آپ نے کبھی نہیں سوچا؟“، منال اس کی جانب مڑی۔

”اماں نے بتایا تو تھا کہ وہ دبئی گئے ہوئے ہیں...“، عیسیٰ نے جلدی سے کہا۔

”مجھے نہیں لگتا!“، منال آنکھیں مٹکا کر بولی،”میں دادا ابو سے پوچھوں گی!“۔

”یہ غلطی نہ کرنا!“، موسیٰ تیزی سے بولا۔

”کیوں؟“، عیسیٰ اور منال اس کے انداز پر چونک گئے۔

”ان کو بابا کی طرف سے کوئی بہت گہرا دکھ پہنچا ہے...وہ ان کا ذکر بھی نہیں سن سکتے!“۔

”مگر...“، ابھی منال کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ ان کو دادا گاڑی کی طرف بڑھتے نظر آئے۔

”چپ ہو جاؤ اور سارا راستہ بابا کے بارے میں کوئی بات بھی نہ کرنا!“، موسیٰ نے ان کو تنبیہ کی۔

”ٹھیک ہے!“، دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیے۔

اس نے جب سے ہوش سنبھالا تھا۔اپنے باپ کو گھر کے منظر نامے سے غائب پایا تھا۔اس نے اپنے دادا اور دادی کو بے حد غمزدہ اور اپنی ماں کو بھری جوانی میں بیواؤں والی زندگی گزارتے دیکھا تھا۔ان کے گھر میں دولت کی ریل پیل نہ تھی بلکہ وہ ایک اوسط درجے کے شہری

تھے۔ ان کے دادا دادی قریب کے ایک گاؤں سے تعلق رکھتے تھے اور شاید چند سال پہلے ہی یہاں شہر میں شفٹ ہوئے تھے۔ تینوں بچے اچھے سکولوں میں پڑھتے تھے اور شہری زندگی کے عادی تھے۔

باپ کا گھر میں نہ ہونا اور ان کا کسی قسم کا ذکر نہ کیا جانا حتیٰ کہ خاندان بھر میں ان کے بارے میں کوئی بات نہ کرنا ان تینوں کے لیے ایک معمہ بن چکا تھا۔ وہ تینوں اب اتنے چھوٹے نہ تھے کہ باپ کی کمی محسوس نہ کرتے۔ دس سالہ موسیٰ، اس سے ایک سال چھوٹا عیسیٰ اور دو سال چھوٹی منال نے اپنے باپ کے بارے میں جاننے کی ہر کوشش کر کے دیکھ لی تھی مگر وہ ابھی تک ناکام ہی رہے تھے۔

گھر پہنچ کر آج وہ تینوں کچھ اداسی محسوس کر رہے تھے۔ دادا ابو بھی تھکے ہوئے لگ رہے تھے اس لیے فوراً ہی سونے چلے گئے۔ یہ معمول کے خلاف تو تھا مگر ان تینوں نے کوئی توجہ نہ دی اور اپنے اپنے کمروں میں آ گئے۔

کچھ دیر ہی گزری تھی کہ موسیٰ کچھ ڈھونڈنے اپنی اماں کے کمرے میں آیا...... اس کے رنگوں کا ڈبہ گم ہو گیا تھا اور اپنے کمرے میں تلاش کے بعد بھی نہ ملا تو وہ اماں کی الماریاں کھول کر دیکھنے لگا۔ اماں کی الماریاں اور دراز کھنگالنے کے بعد اس کو آخر رنگوں کا ڈبہ مل ہی گیا۔ ڈبہ ہاتھ میں لے کر اس نے الماری کا پٹ بند کیا ہی تھا کہ کاغذات کا ایک بریف کیس باہر آ گرا۔ شاید اماں کچھ دیر پہلے ہی رکھ کر گئی تھیں کیونکہ بریف کیس صحیح طرح بند نہ تھا جس کے نتیجے میں اس میں سے کاغذات نکل کر زمین پر بکھر گئے۔

موسیٰ گھبرا گیا۔ اس کی اماں آ گئیں تو سخت ناراض ہوں گی۔ وہ جانتا تھا کہ اماں ان کاغذات کی بہت حفاظت کرتی تھیں اور کبھی بھی کسی بچے کو ہاتھ نہ لگانے دیتی تھیں۔ وہ جلدی سے جھک کر کاغذات سمیٹنے لگا۔

اچانک تیزی سے حرکت کرتے اس کے ہاتھ رک گئے۔ اس نے جو دیکھا تھا وہ ناقابلِ یقین تھا۔ یہ کاغذ کا ٹکڑا، اس پر لکھا نام اور نیچے درج ایف آئی آر سب کچھ ناقابلِ فہم تھا۔

اس نے جلدی سے وہ کاغذ کا ٹکڑا اپنی جیب میں ڈال لیا۔

اس کے ہاتھ بری طرح کپکپانے لگے۔ جلدی جلدی بریف کیس بند کیا اور اپنے کمرے میں آ گیا۔

اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔

☆☆☆☆☆

ہسپتال میں بے شمار لوگ ادھر سے اُدھر آ جا رہے تھے۔ ملاقاتیوں کا بھی ہجوم تھا۔ اس سرکاری ہسپتال کے بے تحاشہ رش میں ایک جانب کو ایک خوبصورت نوجوان اور اس کی بوڑھی ماں بھی بیٹھی تھیں۔ وہ بے چینی سے ہسپتال کے ویٹنگ ایریا میں بیٹھے ایک ایک منٹ گن رہے تھے۔

”امی ایک گھنٹہ ہو گیا ہے... ثمینہ کو اندر گئے... ابھی تک کوئی ڈاکٹر باہر کیوں نہیں آیا؟“، نوجوان نے بہت بے چینی سے اپنے پہلو میں بیٹھی اپنی بوڑھی ماں سے پوچھا۔

”بیٹا اتنا وقت تو لگنا نارمل ہے... بس اللہ سے دعا کرو کہ اس دفعہ اللہ تجھے بیٹے کی نعمت سے نواز دے!“، بوڑھی ماں تسبیح پر نجانے کون کون سے وظیفے پڑھ رہی تھی۔

”اللہ جو بھی دے اس کی نعمت ہی ہے امی!“، وہ دھیرے سے بولا، ”اللہ بس نیک اور صحت مند بچہ دے!“۔

”چل! کبھی منہ سے دعا بھی کر لیا کر!“، بوڑھی ماں کچھ ناراض ہو کر بولی۔ ”کیا حرج ہے اگر مالک سے بیٹا مانگ لے!...“۔

وہ خاموش ہو گیا اور ہسپتال کے کاریڈور میں میٹرنٹی وارڈ میں داخل ہوتے اور باہر نکلتے لوگوں کو دیکھنے لگا۔ میٹرنٹی وارڈ میں معمول کی طرح خوب گہما گہمی تھی۔ باقی ہسپتال کے برعکس یہاں آنے والے لوگ ہسپتال کے اس شعبے سے اکثر خوشیاں ہی سمیٹتے تھے۔ آج بھی دنیا میں آنے والی نئی پود اپنے گھر والوں کی زندگیوں میں خوشیاں بکھیر رہی تھی۔

اچانک سامنے والے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک برقع پوش خاتون تیزی سے ان کی طرف آتی نظر آئی۔ وہ اور اس کی ماں بھی بے تابی سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھے۔

”کیا ہوا آپا؟“، اس نے بے تابی سے پوچھا۔

”مبارک ہو ہارون!... اللہ نے تمہاری شکر گزاری کا صلہ دیا ہے!“۔

”کیا ہوا؟ کیا بیٹا ہوا ہے؟“، بوڑھی ماں بے ساختہ خوش ہو کر بولی۔

”جی امی!“ آپا خوشی سے چہکی۔

”اللہ تیرا شکر! تو نے میرے بیٹے کو اپنی نعمت دے دی!“، بوڑھی ماں اب ہارون کی بلائیں لینے لگی تھیں۔

”ثمینہ کیسی ہے؟ بچہ کیسا ہے؟“،

”ثمینہ بالکل ٹھیک ہے... البتہ“، آپا کچھ کہتے ہوئے رک گئیں۔

”کیا ہوا سلمیٰ؟ جلدی بول!“، بوڑھی ماں تیزی سے بولیں۔

”بچے کو سانس لینے میں دقت ہو رہی تھی...ڈاکٹر اس کو نرسری میں لے گئے ہیں...وہاں آکسیجن لگا رہے ہیں!“۔

اسی لمحے گائنا کالوجسٹ بھی کمرے سے باہر نکل آئی۔

”اللہ مبارک کرے ماں اور بچہ بالکل ٹھیک ہیں...بس بچے کو آکسیجن لگا رہے ہیں...اس کو سانس لینے میں کچھ مشکل پیش آ رہی ہے!“، ڈاکٹر صاحبہ پیشہ ورانہ مسکراہٹ سجائے ان کو بتا کر چلی گئیں۔

بظاہر تو ڈاکٹر ان کی تسلی کروا کر ہی گئی تھی مگر ہارون کو نجانے کیوں لگا تھا کہ وہ بچے کے لیے پریشان تھی۔

”امی! کچھ صدقہ کر دیتے ہیں!“۔

”ہاں! تم صحیح کہہ رہے ہو!“،

اس کی ماں اپنے دوپٹے کے پلو میں بندھے پیسے ڈھونڈنے لگی۔

”یہ لو بیس روپے ہیں...وہ جو چوکیدار کھڑا ہے اس کو دے آؤ!“۔

ہارون نے بھی اپنی جیب سے ٹوٹے پیسے نکالے اور پیسے لے کر چوکیدار کی طرف بڑھ گیا۔

”کیسی ہو ثمینہ؟“، ہارون دھیرے سے اپنی بیوی کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔

وہ بے حد تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔ چہرے کا رنگ بالکل پیلا پڑ گیا تھا۔

”میں ٹھیک ہوں... مگر کاکا کہاں ہے؟“، ثمینہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

”کاکے کو بس لے کر آتے ہی ہوں گے فکر نہ کرو!“، ہارون کی بجائے اس کی بوڑھی ماں بولی۔

”عائشہ اور حریم بھی ہسپتال آنے کے لیے ضد کر رہی ہیں...میں نے اجمل سے کہہ دیا تھا کہ آپا کو گھر چھوڑ دے اور ٹیکسی پر بچیوں کو لے آئے!“، ہارون ثمینہ کی جانب دیکھ کر بولا۔

”وہ بھائی کو دیکھنے کو بے چین ہوں گی نا!“، ثمینہ مسکرائی۔

وارڈ میں ان کے علاوہ بھی دس بستر لگے ہوئے تھے۔ ملاقاتیوں کا وقت تھا اس لیے ہر بستر کے گرد پردے کھنچے ہوئے تھے۔

اچانک ان کے بستر کا پردہ ہلا اور ایک ڈکٹر اور ایک نرس ان کے پاس آ گئی۔

”بچہ بھوکا ہے...ہم نے ماں کو نرسری لے کر جانا ہے“، ڈاکٹر نے پیشہ ورانہ انداز میں کہا تو ہارون خاموشی سے اٹھ کر کمرے سے نکل گیا۔

بوڑھی ماں ثمینہ کو اٹھانے لگی۔ وہ دونوں نرس کے ساتھ نرسری کی طرف بڑھ گئیں، ڈاکٹر اپنے کمرے کی طرف جانے ہی لگی تھی کہ وہ بے اختیار ہی ان کی طرف لپکا۔

”ڈاکٹر صاحبہ! بچہ کیسا ہے؟“،

”بچہ اب کافی بہتر ہے...اگر شام تک خود سے سانس لینے کے قابل ہو گیا تو اس کو کمرے میں منتقل کر دیا جائے گا!“۔

وہ یہ کہہ کر چلی گئیں۔ جبکہ ہارون کو اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

”یا اللہ میرے بچے کو بچا لے تو... ہمیں اس آزمائش میں نہ ڈال... دیا بھی تو نے ہی ہے... واپس بھی تو لے سکتا ہے مگر... تو ہم پر اپنا رحم فرما دے!“۔

اس نے نجانے کتنی تڑپ سے مانگا تھا کہ شام تک بچے کی طبیعت بحال ہو گئی اور اس کو وارڈ میں شفٹ کر دیا گیا۔

”ہائے امّی جی کاکا کتنا پیارا ہے ناں!“، دونوں بڑی بہنیں کاکے پر جھکی ہوئی تھیں۔

”چل پیچھے ہٹ“، دادی نے پیار سے ان کو ڈپٹا، ”بھائی پہلے ہی بیمار تھا...اب کوئی اور مرض نہ لگا دینا!“۔

دونوں مایوسی سے پیچھے ہٹ گئیں۔

”ابو جی! کاکے کو کب گھر لے جائیں گے؟“، دونوں میں سے جو بڑی تھی نے اشتیاق سے پوچھا۔

”بس عائشہ بیٹی دعا کرو کہ بھائی بالکل ٹھیک ہو جائے تو ہم کل ہی گھر آ جائیں گے!“۔

”اللہ کرے بھائی ٹھیک ہو جائے!“، دونوں نے ایک ساتھ ہاتھ اٹھا دیئے۔

ہارون نے بھی بچے کو پہلی دفعہ ہی دیکھا تھا۔ وہ کتنا پیارا اور ننھا منا سا تھا۔ گلابی چہرے پر وہ آنکھیں مٹکا مٹکا کر سب کو دیکھ رہا تھا۔ ایک گھنٹہ قبل ہی نرس اس کو ان کے پاس لے آئی تھی۔ دو دن نرسری میں رہنے کے بعد اب بچہ صحت مند ہو چکا تھا۔

”نام کیا رکھیں گے؟“ اس نے اس کے ہاتھ چوم کر پوچھا۔

”ابو بکر!“، عائشہ فوراً چلّائی۔

”نہیں عثمان!“، حریم بولی۔

دونوں نے آج کل میں اپنی اپنی اردو کی کتاب میں جس صحابی کی سیرت پڑھی تھی اس کا نام رکھنا چاہتی تھیں۔

”ابو بکر تو ہمارے خاندان میں پہلے بھی ہیں... عثمان ہی رکھ لیتے ہیں!“۔

”عثمان!“ وہ دونوں خوش ہو گئیں۔

”اچھا اب میں ان دونوں کو واپس گھر چھوڑ آتا ہوں... کل سکول بھی تو جانا ہے!“، ہارون اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔

دونوں بچیوں کے چہرے پر مایوسی بہت واضح تھی۔ وہ اتنی جلدی جانا نہیں چاہتی تھیں۔

”اچھی بچیوں کی طرح رہنا... چچی کو تنگ نہ کرنا“، دادی نے دونوں کو چمکارا، ”اور چچا کی بچیوں سے لڑائی نہ کرنا... کل تک میں بھی گھر آجاؤں گی ان شاء اللہ!“۔

”چلو اٹھو چلیں!“، ہارون بولا۔

دونوں بادل نخواستہ اٹھ گئیں۔

آج ان کے گھر میں گویا عید کا سماں تھا۔ اور کیوں نہ ہوتا۔ ان کے گھر میں پہلے بیٹے کی آمد جو تھی۔ ہارون اپنے ماں باپ کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ وہ سات بہن بھائی میں سب سے بڑا تھا اور فیصل آباد کے قریب ہی ایک قصبے میں اس کی کریانے کی دکان تھی۔ ہارون کے تین بھائی شادی شدہ تھے اور وہ ایک ساتھ ہی رہتے تھے۔ تینوں کی ہی ابھی تک نرینہ اولاد نہ تھی۔ جس کی وجہ سے ہارون کی بوڑھی ماں آئے دن پریشان رہتی تھی۔ ہارون کو البتہ اپنی بچیاں بھی اتنی عزیز تھیں کہ اس کو کبھی محسوس ہی نہ ہوا تھا کہ اس کا بیٹا نہیں تھا۔ مگر اب جو گھر میں بیٹے کی آمد پر خوشی کا سماں تھا تو ہارون بھی سرشار ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

”لے ثمینہ! یہ مٹھائی تو کھا... کاکے کی پریشانی میں تمہارا منہ تو میٹھا ہی نہیں کروایا!“، ہارون نے مسکرا کر مٹھائی کا ڈبہ اس کے سامنے پھیلایا۔

ثمینہ نے مسکرا کر ایک برفی اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔

”محلّے میں بھی بھجوا دی؟...“، ثمینہ نے پوچھا تو ہارون نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”مسجد کے امام صاحب اور مدرسے کے مہتمم صاحب کو بھی بھجوا دیتے!“۔

”ٹھیک ہے!“ ہارون نے اثبات میں سر ہلایا۔

اچانک گھر میں شور سا مچ گیا۔ شاید مہمان پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ ان کی گھر آمد کی اطلاع یقیناً رشتہ داروں کو پہنچ گئی تھی۔

”ابو جی! امی جی!“، عائشہ اور حریم اچھلتی کودتی کمرے میں داخل ہوئیں۔

”پھپھو اور چھوٹے ماموں آ گئے ہیں!“۔

ان کے جملہ مکمل کرنے سے پہلے ہی ہارون کی بہن اور ثمینہ کا بھائی کمرے میں داخل ہو گئے۔

”کہاں ہے بھئی ہمارا بھتیجا!... کہاں چھپا کر رکھا ہے!“۔

”یہ کیا؟ سلام نہ دعا؟... بھتیجے کی خوشی میں ہمیں بھی بھول گئیں؟“، ہارون مسکراتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”السلام علیکم!“، بچوں کی پھپھو ذرا سا جھینپی، ”آپ لوگ تو پرانے ہو گئے ہیں... ہم تو اپنے بھتیجے کی خوشی میں آئے ہیں... اللہ مبارک کرے!“۔

وہ ثمینہ کے برابر میں لیٹے ننھے سے وجود پر جھکتے ہوئے بولی۔ پھر اپنے دوپٹے کے پلو میں سے چند نوٹ نکالے۔

”یہ لے... میرے بھتیجے کی رونمائی!“، اس نے پیسے اس کے سر پر ایسے گھمائے گویا اس کو کسی چیز کی دھونی دے رہی ہو۔

”اور یہ میری طرف سے...“، ماموں بھی آگے بڑھے اور بچے کو سلامی دینے لگے۔

دو تین دن تک تو یہی معمول چلتا رہا۔ مہمان آتے رہے۔ رونق چلتی رہی۔ مبارک بادیں ملتی رہیں۔

☆☆☆☆☆

وقت پلک جھپکتے گزرنے لگا۔ عثمان گھر بھر کا لاڈلا تھا۔ اور اس کے لاڈلے ہونے کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ اس کے تین سال کے ہو جانے تک بھی ان کے گھر میں کسی لڑکے کی آمد نہ ہوئی۔ اس کے بعد دونوں چچاؤں کے گھر میں بیٹے پیدا تو ہو گئے مگر جو اہمیت عثمان کو حاصل تھی وہ کسی دوسرے کی آمد سے کم نہ ہو سکی۔ ہارون اور ثمینہ کا تو وہ لاڈلا تھا ہی۔ دادی کی بھی اس میں جان تھی۔ اور تو اور، چچا اور چچی بھی اس کو کسی بات پر جھڑکنے نہ دیتے تھے۔ اگر کسی شرارت یا گڑبڑ پر ثمینہ اس کو ایک آدھ چپت لگا دیتی اور وہ رو پڑتا تو اس کو چپ کروانے اور ثمینہ کو ڈپٹنے تقریباً پورا گھر ہی پہنچ جاتا۔

اتنے لاڈ اور پیار کے باوجود عجیب بات یہ تھی کہ عثمان کا مزاج بالکل بھی نہ بگڑا تھا۔ شاید ہارون اور ثمینہ کی اس کے لیے بہت خاص دعائیں تھی جو اللہ نے ان کو ایسی سعید اولاد دی تھی۔ وہ پانچ سال کا ہوا تو اس کو قصبے کے ہی ایک سرکاری سکول میں داخل کروا دیا گیا۔

”گرمی بہت ہے ناں!“، ہارون نے اپنے ماتھے پر سے پسینہ صاف کرتے ہوئے کہا۔

”جی ابو جی! آج گرمی بہت ہی غضب کی پڑ رہی ہے... ہماری کلاس کا آج پنکھا بھی خراب ہو گیا تھا!“، عثمان اس کو بتانے لگا۔

''ابو جی!... آج ہماری مِس نے ہمیں مضمون لکھنے کو کہا ہے!''، عائشہ بھی اس کو بتانے لگی۔

وہ تینوں بچوں کو سکول سے واپس لے کر آ رہا تھا۔ سکول سے گھر تک فاصلہ اچھا خاصا تھا۔ ان کو گھر تک پہنچنے میں ایک پکی سڑک اور بہت سے کھیتوں سے گزرنا پڑتا تھا۔

''یا اللہ میں تو تھک گیا ہوں... کچھ دیر یہاں بیٹھ جاتے ہیں!''، ہارون ایک برگد کے درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

وہ تینوں بچوں کو لے کر درخت کے سائے میں بیٹھ گیا۔ تینوں بچے برگد کے درخت کی شاخوں پر کھیلنے لگے۔ ہارون ان کو دلچسپی سے دیکھنے لگا۔

''کیسا عجیب اور ڈراؤنا سا درخت ہے ناں آپا!''، عثمان درخت کی شاخ پر چڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا تھا۔

''احتیاط سے عثمان کہیں گر ہی نہ جانا!''، ہارون اس کو بے ڈھنگے طریقے سے چڑھتے دیکھ کر بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھا۔

''ابو جی! کچھ بھی نہیں ہو گا... یہ دیکھیں میں چڑھ بھی گیا!''۔ وہ ہنس کر بولا اور ایک پل میں وہ شاخ پر چڑھ کر بیٹھ گیا ''اب ابو جی دیکھیے گا کہ میں کتنی بڑی چھلانگ لگاتا ہوں!''۔

''یا اللہ عثمان! تو لگتا ہے میرا کلیجا نکال لینے کا ارادہ رکھتا ہے!''، آٹھ سال کے بچے کو اتنی اونچائی سے چھلانگ لگانے کی تیاری کرتے دیکھ کر اس کا دل دہل گیا تھا۔

''اللہ اکبر!''، عثمان نے چھلانگ لگا دی۔

ہارون جلدی سے اس کی طرف لپکا۔ دونوں بہنیں خوشی سے اس کی پیٹھ ٹھونکنے لگیں۔ ان کا چھوٹا بھائی تو ان سے بھی زیادہ بہادر نکلا تھا۔

''دیکھا ابو جی!''، عثمان نے سیدھا کھڑے ہو کر باپ کی داد سمیٹنا چاہی۔

''چل... تو بس اب گھر چل!''، ہارون کی طرف سے اس کو داد تو نہ ملی بلکہ ہلکی سی چپت پڑ گئی، ''اگر تیرے کو کچھ ہو جاتا تو میں کیا کرتا؟ کیوں میری جان کا دشمن ہوا ہے تُو!''۔

''ابو جی! میں تو شرفو اور دینو کے ساتھ سارا دن باغ کے درختوں پر چڑھتا اور اس سے بھی بڑی چھلانگیں لگاتا ہوں!''، عثمان سینہ تان کر بولا۔

ہارون آگے بڑھ گیا تو تینوں بچے بھی اس کے پیچھے لپکتے ہوئے آئے۔

''ابو جی! گرمی بہت ہے... راستے میں چاچا ملک کی گاڑی کھڑی ہو گی... اس سے گنّے کا جوس تو لے دیں!''، حریم اس کے برابر میں چلنے لگی۔

''اچھا ٹھیک ہے!''۔

ہارون نے ہامی بھر تو لی مگر جب وہ دکان پر پہنچا اور پیسے نکالنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس کو یاد آیا کہ وہ گھر سے نکلتے ہوئے کپڑے تبدیل کرنے کے بعد بٹوہ جیب میں رکھنا ہی بھول گیا۔

''اوہ میں تو بٹوہ لانا ہی بھول گیا... میرے پاس صرف ایک دو روپے ہی ہیں!''، ہارون نے حریم کی طرف دیکھا، ''ایک روپے سے تو صرف ایک ہی گلاس ملے گا!''۔

''میرے پاس پانچ روپے ہیں ابو جی!''، عثمان جلدی سے اپنی جیب سے پانچ روپے نکال کر بولا، ''امی جی نے مجھے کھانے کے لیے پیسے دیے تھے مگر میں نے کچھ بھی نہیں کھایا!''۔

''نہیں تو رہنے دے...''،

''نہیں ابو جی میں جلدی سے چار گلاس جوس کے لے آتا ہوں!''۔

عثمان اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر ہی دوڑ کر دکان پر چلا گیا اور پھر چار گلاس گنے کے ٹھنڈے شربت کے لے آیا۔

☆☆☆☆☆

موسیٰ دوپہر میں سو کر اٹھ کر باہر آیا تو اس کو خوشگوار حیرت ہوئی۔ اس کی پھپھو اپنے بچوں کے ساتھ ملنے آئی تھیں۔ عیسیٰ اور منال اس سے پہلے کے اٹھ چکے تھے اور پھپھو کے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔

''امی! بھائی کے کیس کا کیا بنا؟ ابو جی مجھے آج بہت تھکے ہوئے لگ رہے تھے؟''۔

موسیٰ کو پھپھو کی بات سن کر بہت زور کا جھٹکا لگا۔ یہ زندگی میں پہلی دفعہ تھا کہ اس نے اپنے خاندان کے کسی فرد کے منہ سے اپنے باپ کا ذکر سنا تھا۔ شاید اس کی وجہ ان کا موسیٰ کی وہاں موجودگی سے لاعلم ہونا تھا۔ موسیٰ وہیں جم کر کھڑا ہو گیا اور کمرے کے اندر نہ گیا۔ شاید یہیں کھڑے ہوئے اس پر مزید بھی کچھ انکشاف ہو جائے۔

''کچہری سے آنے کے بعد وہ ہمیشہ ہی تھکے ہوتے ہیں... تمہیں خود ہی اندازہ ہے کہ تمہارا باپ پچھلے سات سال سے ان کچہریوں کے چکر لگا لگا کر اب تھک چکا ہے... اب نئی مصیبت آ گئی ہے... جس تھانے میں ایف آئی آر کاٹی گئی تھی وہ تھانے والے ہمارے وکیل کو کیس واپس لینے پر مجبور کر رہے ہیں اور کیس واپس نہ لینے کی صورت میں دھمکیاں دے رہے ہیں!''، دادی دُکھ سے بولیں۔

موسیٰ کے کان اور دماغ دونوں سائیں سائیں کرنے لگے۔ وہ دادی کی ایک بات بھی نہ سمجھ سکا۔

کچہری!... سات سال!... تھانہ... وکیل... کیس!

یہ سب کیا تھا؟ کیا اس کے باپ سے متعلق یا پھر کسی اور کی بات ہو رہی تھی۔

"السلام علیکم حریم پھپھو!"، وہ اب مزید وہاں کھڑا نہ رہ سکتا تھا سو کمرے میں داخل ہو گیا۔

حریم پھپھو کا چہرہ ایک دم ہشاش بشاش ہو گیا۔ اور وہ اس کی بلائیں لینے لگیں۔

"جاؤ تمہارے بہن بھائی اپنے دوستوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں... تم بھی چلے جاؤ!"، دادی نے اس کو بہلا کر باہر بھیجنا چاہا۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا دادی امی!"، موسیٰ بے زاری سے بولا، "دادا ابو کہاں ہیں؟ کیا سو کر اٹھ گئے؟"۔

"ہاں! وہ عصر کی نماز کے لیے وضو کرنے گئے ہیں!"۔

"پھر میں بھی وضو کرنے جاتا ہوں!"، وہ جلدی سے اٹھ کر وہاں سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆☆☆

ہارون دکان سے واپسی پر آج بہت تھک گیا تھا۔ اس کا جسم بھی دکھ رہا تھا۔ وہ آتے ہی بستر پر ڈھیر ہو گیا۔

"خیر ہے عثمان کے ابو... آج بہت زیادہ تھکے ہوئے لگ رہے ہیں!"، ثمینہ کمرے میں داخل ہوئی تو معمول کے خلاف اس کو ہارون بستر پر لیٹا نظر آیا۔

"ہاں آج دکان کے بعد کھیتوں پر چلا گیا تھا اس لیے زیادہ تھک گیا ہوں... ذرا عثمان سے کہہ کر دکان سے ڈسپرین تو منگوا دو!"۔

"اچھا میں عثمان سے کہتی ہوں!"، ثمینہ یہ کہہ کر عثمان کو آوازیں دینے لگی۔

"کتنا چھوٹا سا ہے نا ہمارا بیٹا مگر ابھی سے اس کے ہونے سے کتنی طاقت محسوس ہوتی ہے!"، ہارون دھیرے سے مسکرایا۔

"اللہ اس کو لمبی زندگی دے..."، اسی لمحے عثمان کمرے میں داخل ہوا۔

"جی امی جی!" وہ جلدی سے بولا، "میں چچا کی طرف گیا ہوا تھا!... اوہ آپ آ گئے ابو جی!"، وہ اب جا کر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ سلام کر کے اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"ابو کے لیے ڈسپرین لے آؤ عثمان!"،

"کیوں ابو کو کیا ہوا؟"،

ٹانگوں اور سر میں درد ہو رہا ہے!"۔

"تو میں ہوں نا آپ کی ڈسپرین!"، عثمان چہکا تو ہارون نے اس کے سر پر چپت لگائی۔ وہ صحیح ہی تو کہہ رہا تھا۔ وہ ان سب کی صرف ڈسپرین ہی نہیں ان کی جان تھا!

"میں دو منٹ میں لے آتا ہوں!"، وہ یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

"اوہ پیسے تو لے کر ہی نہیں گیا!"، ہارون بڑبڑایا۔

"وہ اپنے پیسوں سے ہی لائے گا عثمان کے ابا!... جب سے کچھ بڑا ہوا ہے پیسے نہیں مانگتا... میں جو پیسے اس کے جیب خرچ کے لیے دیتی ہوں ... گھر کی تمام چیزیں انہی پیسوں سے لاتا رہتا ہے... اپنے اوپر کچھ بھی خرچ نہیں کرتا!"۔

"ہائے میرا بچہ... تو خود ہی اس کو کچھ لے دیا کر... آخر اس کا بھی تو دوسرے بچوں کی طرح کچھ کھانے پینے کو جی چاہتا ہو گا!"۔ وہ دونوں ابھی باتیں کر ہی رہے تھے کہ عثمان واپس آ گیا۔

"یہ لیں ابو جی ڈسپرین!... آپا!... ذرا ایک گلاس پانی کا تو لیتی آنا!"۔

چند لمحوں میں پانی بھی آ گیا اور دوا بھی کھا لی گئی۔ عائشہ تو واپس چلی گئی مگر عثمان وہاں سے ٹلنے پر تیار نہ تھا۔ وہ اپنے باپ سے دن بھر کی روداد اور باتیں سننا چاہتا تھا۔

"چل اب اپنے ابو کو کچھ آرام کرنے دے اور جا کر کچھ پڑھ لے!"،

"امی جی! میں ابو سے صرف باتیں کر رہا ہوں!"، عثمان جلدی سے بولا پھر اس سے پہلے کہ ثمینہ کچھ کہتی وہ ہارون کے پیر اور سر دبانے لگا۔

"ابو جی! مزہ آیا؟"،

"ہاں ہاں! بڑا اچھا دباتا ہے میرا بیٹا!"، ثمینہ ہنس دی اور کمرے سے نکل گئی۔

"اچھا ابو جی بتائیں نا... آج دکان پر کون کون آیا؟..."، عثمان روزانہ کی طرح اس سے پوچھنے لگا اور ہارون اس کو بتانے لگا۔

"اور کھیتوں میں رحیمو سے ملے؟..."، ہارون پھر تفصیل سے بتانے لگا۔

"ابو جی! کل سے گندم کی کٹائی شروع ہو رہی ہے... میں بھی رحیمو چاچا کے بچوں اور شریف الدین کے ساتھ چلا جاؤں؟"،

"تیری پڑھائی کا حرج نہیں ہو گا؟"،

"نہیں ابو جی! اکثر بچے اسی وجہ سے چھٹی لے رہے ہیں... استاد نے خود بھی اپنے کھیت دیکھنے ہیں اس لیے کوئی مسئلہ نہیں ہو گا!"۔

(باقی صفحہ نمبر 12 پر)

### پاکستانی وزیر اعظم انوار الحق کاکڑ: امریکی فوج افغانستان سے انخلا کے وقت اسلحہ چھوڑ کر گئی

امریکی نیشنل سکیورٹی کانسل کے ترجمان جان کربی نے پاکستان کی جانب سے کیے جانے والے اس خدشہ کو رد کیا ہے کہ امریکی فوجی افغانستان میں اسلحہ چھوڑ کر گئے ہیں۔

گزشتہ دنوں پاکستانی وزیر اعظم انوار الحق کاکڑ نے خدشہ ظاہر کیا کہ امریکی فوج افغانستان سے انخلا کے وقت اسلحہ چھوڑ کر گئی اور اب یہ اسلحہ ان دہشت گردوں کے پاس ہے جو پاک افغان سرحدی علاقوں میں فعال ہیں۔

پاکستانی وزیر اعظم نے مزید کہا کہ چھوڑے جانے والے اسلحے میں نائٹ وژن دوربینیں اور جدید خودکار اسلحہ شامل ہے۔

اس بات کے جواب میں جان کربی نے کہا کہ امریکی فوج نے کوئی اسلحہ افغانستان میں نہیں چھوڑا۔ جس اسلحے کے بارے میں بات ہو رہی ہے یہ وہ اسلحہ ہے جو انخلا سے قبل ہی امریکہ کی جانب سے سابقہ افغان فوج کو منتقل کیا جا چکا تھا۔ یہ اسلحہ ان کی دفاعی صلاحیت کو مستحکم کرنے کے لیے دیا گیا تھا جو فتح کے بعد امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین کے قبضے میں چلا گیا۔

### افغانستان: وزیر دفاع کی ہدایت پر ڈیورنڈ لائن پر ۱۰۰ سرحدی چیک پوسٹوں کا قیام

امارتِ اسلامیہ افغانستان کے وزیر دفاع مولوی یعقوب مجاہد کی ہدایت پر پاک افغان سرحد ڈیورنڈ لائن پر ۱۰۰ سرحدی چیک پوسٹوں کا قیام کیا گیا ہے۔

یہ چیک پوسٹیں صوبہ ننگرہار، کنڑ اور نورستان کے علاقوں میں ڈیورنڈ لائن کی فرضی سرحد پر قائم کی گئی ہیں۔

واضح رہے کہ یہ وہ علاقے ہیں جہاں سرحدی چیک پوسٹیں بنانے کے لیے سابقہ امریکی کٹھ پتلی افغان حکومت کو پاکستان کی طرف سے اجازت نہیں ملتی تھی۔ اب انہی علاقوں میں پاکستان کی طرف سے اختلاف کے باوجود امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین نے یہ چیک پوسٹیں قائم کی ہیں۔

چیک پوسٹوں کے قیام کے بعد مقامی عوام نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس سے پہلے ہمارے اوپر پاکستانی فوج کی جانب سے بڑے اسلحے سے فائرنگ اور مارٹر گولے پھینکے جاتے تھے، اب چیک پوسٹوں کے قیام کے بعد یہ سلسلہ رک گیا ہے جس کی وجہ سے ہم امن و سکون سے زندگی گزار رہے ہیں۔

### افغانستان کی معاشی حالت اور کرنسی گزشتہ سال کی نسبت بہتر ہوئی ہے: عالمی بینک

عالمی بینک نے افغانستان کے معاشی حالات پر رپورٹ جاری کی ہے جس کے مطابق افغانی کرنسی ڈالر سمیت دیگر کرنسیوں کے مقابلے میں مستحکم ہوئی ہے اور افغانستان میں گزشتہ سال کے مقابلے میں مہنگائی ۹ فیصد کم ہوئی ہے۔

رپورٹ کے مطابق افغانستان میں اشیائے خورد و نوش کی قیمتوں میں ۱۲ فیصد کمی دیکھی گئی ہے۔ مہنگائی میں کمی کی وجہ طلب میں کمی اور رسد میں اضافہ اور کرنسی ایکسچینج ریٹ کا مستحکم ہونا ہے۔

یہ رپورٹ ایک ایسے وقت میں سامنے آئی ہے جب امارتِ اسلامیہ افغانستان کے قیامِ نو کو محض دو سال کا وقت گزرا ہے۔ طالبان حکومت نے اپنے قیامِ نو کے بعد اسلامی اصول و قوانین کا نفاذ اور مختلف شعبوں میں اصلاحات کی ہیں، جس کی بعد عوام کا پیسہ عوام ہی کے فلاح و بہبود اور معاشی ترقی کے لیے وقف ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ملک بھر میں دیگر کرنسیوں میں کاروباری لین دین پر پابندی سے افغانی کرنسی کی قدر بہتر ہوئی ہے۔

اس کے برعکس گزشتہ حکومت جو کہ اصلاً امریکی کٹھ پتلی تھی، کے دور میں عوامی پیسہ حکمرانوں کی عیاشیوں اور جائیدادیں بنانے میں ہی لوٹ لیا جاتا تھا اور ملک بھر میں کاروباری لین دین ڈالر میں ہوتا تھا جس کی وجہ سے ملک کی معاشی حالت بدتر ہو چکی تھی۔

امارتِ اسلامی کے قیام کے ساتھ ملک میں معاشی حالات اور امن و امان کی صورتحال بہتر ہونے کی وجہ سے عوام طالبان حکومت سے خوش نظر آتے ہیں اور وہ لوگ جو گزشتہ حکومت کے پروپیگنڈے کی وجہ سے طالبان کے بارے میں منفی سوچ رکھتے تھے، اب طالبان ہی کے چرچے ان کی زبانوں پر نظر آتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

# آمدِ امام مہدیؓ

(وسیم حجازی)

خراسان سے خط خبر لا رہے ہیں
کہ دنیا میں مد و جزر آ رہے ہیں

حرم میں ہے بھیڑ اہلِ صدق و صفا کی
سِیَہ پرچموں میں صدا مرحبا کی
امام الہدیٰؓ منتظر آ رہے ہیں

سلاطینِ ہند کی گئی بادشاہی
کہ آتے ہیں مہدیؓ کے جرّی سپاہی
بدلنے نظامِ دہر آ رہے ہیں

ادا ہاتھی والوں کی اب بھی وہی ہے
سنیں پھر کہ کعبہ کا رب بھی وہی ہے
ابابیل تھامے حجر آ رہے ہیں

بِنا قصرِ اَبیض کی تھرّا گئی ہے
ابو جہلِ دوراں کی موت آ گئی ہے
معاذ و معوذ نظر آ رہے ہیں

دیے سے جہادی دیے جل رہے ہیں
مسلمان بڑھتے بڑھے چل رہے ہیں
پرے نیل سے کاشغر آ رہے ہیں

اس امت کا ہر ہر بچہ یہ بات جانتا ہے کہ اس کی زندگی کی سب سے قیمتی متاع اللہ ﷻ پر ایمان ، اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت اور قرآنِ عظیم الشان سے تعلق ہے۔ اور ان سب کے دفاع میں جان و مال اور اہل و عیال کی قربانی دینا ہرگز کوئی مہنگا سودا نہیں۔ علماء اور داعی حضرات پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ حبِ رسول ﷺ سے چمٹے اس معاشرے کو اتباعِ رسول ﷺ کی منزل تک لے کر جائے اور حرمتِ رسول ﷺ پر جان چھڑکنے والے عوام میں وہ گہرا فہمِ دین پیدا کر دے کہ وہ شریعت رسول ﷺ کے نفاذ کے لیے بھی جانیں کھپانیں لگے۔

شهید عالم ربانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ